781

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،11-فروری 2009

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات(محکمہ صحت)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

سرکاری کارروائی

1- مسودہ قانون علی انسٹیٹیوٹ آف ایجوکیشن لاہور مصدرہ2008
(مسودہ قانون نمبر12 بابت2008)

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون علی انسٹیٹیوٹ آف ایجوکیشن لاہور مصدرہ2008، جیسا کہ سپیشل کمیٹی نے اس کے بارے میں سفارش کی ہے، کو فی الفور زیرِ غور لایا جائے۔

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون علی انسٹیٹیوٹ آف ایجوکیشن لاہور مصدرہ2008 منظور کیا جائے۔

2- مسودہ قانون(ترمیم) مینٹیننس آف پبلک آرڈر پنجاب مصدرہ2008
(مسودہ قانون نمبر13 بابت2008)

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون(ترمیم) مینٹیننس آف پبلک آرڈر پنجاب مصدرہ2008، جیسا کہ سپیشل کمیٹی نے اس کے بارے میں سفارش کی ہے، کو فی الفور زیرِ غور لایا جائے۔

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون (ترمیم) مینٹیننس آف پبلک آرڈر پنجاب مصدرہ2008 منظور کیا جائے۔

3- سالانہ بجٹ برائے سال10-2009 کے لئے اراکین سے پیشگی بجٹ تجاویز لینے کی غرض سے عام بحث جاری رہے گی۔

783

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا گیارھواں اجلاس

بدھ، 11-فروری 2009

(یوم الاربعاء، 15-صفر المظفر 1430ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 11 بج کر 8 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

إِذۡ يَتَلَقَّى ٱلۡمُتَلَقِّيَانِ عَنِ ٱلۡيَمِينِ وَعَنِ ٱلشِّمَالِ قَعِيدٞo مَّا يَلۡفِظُ مِن قَوۡلٍ إِلَّا لَدَيۡهِ رَقِيبٌ عَتِيدٞo وَجَآءَتۡ سَكۡرَةُ ٱلۡمَوۡتِ بِٱلۡحَقِّۖ ذَٰلِكَ مَا كُنتَ مِنۡهُ تَحِيدُo وَنُفِخَ فِي ٱلصُّورِۚ ذَٰلِكَ يَوۡمُ ٱلۡوَعِيدِo وَجَآءَتۡ كُلُّ نَفۡسٖ مَّعَهَا سَآئِقٞ وَشَهِيدٞo لَّقَدۡ كُنتَ فِي غَفۡلَةٖ مِّنۡ هَٰذَا فَكَشَفۡنَا عَنكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ ٱلۡيَوۡمَ حَدِيدٞo وَقَالَ قَرِينُهُۥ هَٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌo

سُوۡرَةُ قٓ آیات 17تا 23

جب وہ کوئی کام کرتا ہے تو دو لکھنے والے جو دائیں بائیں بیٹھتے ہیں لکھ لیتے ہیں کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے اور موت کی بے ہوشی حقیقت کھولنے کو طاری ہو گئی۔اے انسان یہی وہ حالت ہے جس سے تو بھاگتا تھا اور صور پھونکا جائے گا یہی عذاب کی وعید کا دن ہے اور ہر شخص ہمارے سامنے آئے گا۔ایک فرشتہ اس کے ساتھ چلانے والا ہو گا اور ایک اس کے عملوں کی گواہی دینے والا۔یہ وہ دن ہے کہ اس سے تو غافل ہو رہا تھا۔اب ہم نے تجھ پر سے وہ پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ تیز ہے اور اس کا ہم نشین فرشتہ کہے گا کہ یہ اعمال نامہ میرے پاس حاضر ہے۔

وما علینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب محمد افضل نوشاہی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

اللہ ھم صلی علی سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آلہ واصحابہ و بارک وسلم
جب حسن تھا ان کا جلوہ نما انوار کا عالم کیا ہوگا
ہر کوئی فدا ہے بن دیکھے دیدار کا عالم کیا ہوگا
اللہ ھم صلی علی سیدنا و مولانا محمد
جس وقت تھے خدمت میں ان کی ابو بکر و عمر عثمان و علی
اس وقت رسول اکرم کے دربار کا عالم کیا ہو گا
اللہ ھم صلی علی سیدنا و مولانا محمد
چاہیں تو اشاروں سے اپنے کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی
یہ شان ہے خدمت گاروں کی سردار کا عالم کیا ہوگا
اللہ ھم صلی علی سیدنا و مولانا محمد
یہ تیری نظر کا کمال ہے ہمیں پوچھتے ہیں بڑے بڑے
میں تو سنگ راہ نیاز تھا تو نے اک نگینہ بنا دیا
اللہ ھم صلی علی سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آلہ واصحابہ و بارک وسلم

جناب سپیکر: ماشاء اللہ- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے- آج محکمہ صحت سے متعلقہ سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے-

پوائنٹ آف آرڈر

سوال متعلقہ محکمہ کو ارسال نہ کرنا اور محکموں کی جانب سے ایوان میں سوالات کے غلط جوابات کی فراہمی

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر-

جناب سپیکر: جی، جناب لغاری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں-

MR MUHAMMAD MOHSIN KHAN LEGHARI Point of order may be raised in relation to the business before the Assembly at the moment and the point of order shall relate to the interpretation and enforcement of rules, sir.

میرا ایک غیر نشان زدہ سوال نمبر 4 ہے جس پر میں نے ضمنی سوالات دیکھے ہیں لیکن میں نہیں پوچھ سکتا لیکن سوال کے جواب میں محکمانہ روش دیکھ رہے ہیں کہ وہ صحیح جواب نہیں دیتے اور procedure follow نہیں کرتے اور ٹرخا دیتے ہیں- میرے سوال کا انھوں نے جواب دیا ہے کہ محکمہ صحت کے پاس فوڈ انسپکٹر تعینات کرنے کا اختیار نہ ہے- rule 37 میں ہے کہ:

> ‘‘If a bill, motion or question was wrongly addressed to a department by the Assembly office, it shall promptly be transferred to the department concerned in consultation with the Chief Secretary, if necessary, and advice to the Assembly secretariat.’’

میں نے 26۔ مئی 2008 کو سوال جمع کروایا تھا اور 16۔ جون 2008 کو یہ سوال محکمے کو چلا گیا اگر اس میں محکمے کا اختیار نہیں تھا اور یہ محکمہ خوراک کا تھا تو انھیں چاہئے تھا کہ وہ میرے سوال کو Food Department کو refer کرتا-اس بات کو آٹھ مہینے ہو گئے ہیں لیکن انھوں نے یہ سوال Food Department کو refer نہیں کیا-اس ساری بات کرنے کا میرا مقصد یہ ہے کہ بیوروکریسی اور محکمے ہماری باتوں کو seriously لیتے ہی نہیں ہیں-آپ میری اس بات کے گواہ ہیں کہ ہمیں مسلسل غلط جوابات دیئے جارہے ہیں اور یہاں پر وزراء حضرات کو embarrassment ہوتی ہے-اس پر کافی تحاریک استحقاق بھی جمع کرائی جاچکی ہیں-یہ معاملہ بار بار آتا ہے لہذا مہربانی کر کے اس چیز کے لئے محکموں کو سختی سے تنبیہہ کی جائے-

جناب سپیکر! میں پھر سے عرض کرتا ہوں کہ اگر میرا سوال غلط محکمے کو address ہو گیا تھا تو اس محکمے کی ذمہ داری تھی کہ وہ اس سوال کو متعلقہ محکمے کو refer کرتا لیکن محکمے ہمارے سوالوں کو تو seriously لے ہی نہیں رہے-میرا point of order raise کرنے کا مقصد یہ تھا-لہذا آپ مہربانی فرما کر اس اسمبلی کی supremacy کو قائم کرتے ہوئے محکموں کے ساتھ جو بھی سخت زبان استعمال کر سکتے ہیں کریں کہ ہماری بات کو seriously لیں اور ہمیں درست جوابات ملنے چاہئیں-اسمبلی اس سارے نظام کو oversee کرنے کے لئے ایک ادارہ ہے-اگر ہمیں درست جوابات نہیں ملیں گے اور ہمیں ٹرخا دیا جائے گا تو اس سے ہم سب کی توہین کا element ضرور آتا ہے لیکن اگر ہم اسے ignore کر دیں تو پھر اور بات ہے-

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر خوراک و صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے بڑی صحیح بات کی ہے اور میں ان کی بات سے بالکل متفق ہوں-یہ refer ہونا چاہئے تھا لیکن نہیں ہوا-لہذا اس سارے معاملے کا پتا کر لیتے ہیں-اس کا جواب آیا ہوا تھا لیکن ان کی بات بالکل relevant ہے کہ وہ متعلقہ محکمے کو refer نہیں کیا گیا اس لئے اس کی مکمل تفصیل مہیا نہیں کی گئی-لہذا اسے check کر کے آج دوپہر تک ہی جواب دے دیں گے-

جناب سپیکر: ویسے تو Ignorance of law is no excuse(نعرہ ہائے تحسین) لیکن آج اس حوالے سے لغاری صاحب نے جو نشاندہی کی ہے کہ غلط جوابات دیئے جاتے ہیں۔اگر کوئی محکمہ کسی سوال کا جواب اخفا میں رکھتا ہے یا غلط دیتا ہے تو میں آپ سے ملتمس ہوں کہ وہ میرے نوٹس میں ضرور لایا جائے۔اس کے خلاف جو کارروائی قواعد وضوابط اور قانون کے مطابق بنتی ہے وہ ہو گی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ اور وزیر قانون کے مشورے سے اس پر انشاء اللہ ضرور عمل ہو گا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! بہت شکریہ

راؤ کاشف رحیم خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ میں آپ کی توجہ ایک بڑے ہی اہم مسئلہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ صرف ایک منٹ کے لئے بات کروں گا۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

حلقہ پی پی۔60 فیصل آباد میں نہر ٹوٹنے سے زمینداروں کا مالی نقصان

راؤ کاشف رحیم خان: جناب سپیکر! میرے حلقہ پی پی۔60 میں کل شام چھ بجے سے ایک نہر ٹوٹ گئی ہے لیکن ابھی تک وہاں پر کوئی عملہ نہیں پہنچا جس کی وجہ سے آٹھ دس گاؤں زیر آب آ گئے ہیں اور زمینداروں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ وہاں پر development کا کام ہو رہا تھا اور میں نے آج سے دس پندرہ دن پہلے چیف انجینئر فیصل آباد کو نشاندہی کی تھی کہ development material ناقص استعمال ہو رہا ہے۔اسی وجہ سے یہ حادثہ پیش آیا ہے۔ میری آپ کی وساطت سے گزارش ہے کہ وہاں پر زمینداروں کا جو نقصان ہوا ہے وہ اس ٹھیکے دار سے پورا کیا جائے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: راجہ صاحب! آپ نے معزز رکن کی بات سن لی ہو گی؟

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! فاضل ممبر ابھی ایک گھنٹہ پہلے میرے علم میں یہ بات لائے ہیں۔ میں نے چیف انجینئر کو ہدایت کی ہے کہ وہاں پر فوری طور پر

reliefدیں اور ایک تحریری رپورٹ بھی مجھے 2 بجے تک بھجوائیں کہ کیاissue ہے اور ایسا کیوں ہوا ہے؟ جیسے ہی وہ رپورٹ آئے گی میں آپ کے علم میں لے آؤں گا۔

جناب سپیکر: چلیں، شکریہ۔ شاہ صاحب! آپ کا سوال ہے، آپ اپنے سوال کا نمبر پکاریں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ میں بڑے اہم مسئلہ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ شکر ہے کہ آج وزیر صحت بھی آ گئے ہیں۔ انھیں آج تک اپنا گھر تو نصیب نہیں ہوا شاید یہ میرا مسئلہ حل کر دیں۔

جناب سپیکر: انھیں کیا نصیب نہیں ہوا؟

سید حسن مرتضیٰ: انھیں اپنا گھر نصیب نہیں ہوا۔ جب سے یہ وزیر بنے ہیں، انھیں گھر نہیں مل سکا۔

جناب سپیکر: کیا یہ شکایت انھوں نے آپ سے کی ہے؟

چلڈرن ہسپتال لاہور میں مریضوں کے علاج میں انتظامیہ اور ڈاکٹروں کی عدم دلچسپی

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں نے اپنے لئے نہیں کی ہر بے گھر کے لئے کوشش کرتا ہوں کہ اسے گھر مل جائے۔ ہمارا نعرہ بھی یہی ہے کہ "روٹی، کپڑا اور مکان" میں اسی وجہ سے کوشش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! میں رات چلڈرن ہسپتال گیا، میری تین سال کی بچی ہیٹر پر گر گئی اور اس کے ہاتھ جل گئے تھے۔ وہاں چلڈرن ہسپتال میں ڈیوٹی پر جو ڈی ایم ایس تھا اس نے ایک sweeper کو حکم دیا کہ انھیں first aid دے کر میو ہسپتال refer کر دو۔ وہ مجھے لے گیا، میں کوئی آدھا گھنٹہ وہاں بیٹھا رہا ہوں، کسی آدمی نے کوئی medicine نہیں دی، اس بچی کی کوئی treatment نہیں کی گئی، کوئی refer نہیں کیا۔ تنگ آ کر میں پھر اس ڈی ایم ایس کے پاس گیا اور کہا کہ میرے ساتھ یہ ہوا ہے، آپ نے انتہائی زیادتی کی ہے۔ کم از کم آپ کسی ڈاکٹر یا پیرا میڈیکل سٹاف کے ذمے لگاتے۔ آپ نے ایک sweeper کے کھاتے میں مجھے ڈال دیا ہے اور وہ مجھے بٹھا کر چلا گیا ہے اور اب تک واپس نہیں

آیا۔ میرے ساتھ رات کو یہ سلوک ہوا ہے۔ اکثر مریضوں کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے۔ کل بھی یہاں بات ہو رہی تھی کہ اسمبلی کا ڈاکٹر ایم پی اے صاحبان کو ادویات نہیں دیتا۔

جناب سپیکر: نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! وہ نہیں دیتا، کل ہماری نرگس فیض ملک صاحبہ کی prescription نیچے بھیجی گئی اس پر بھی کوئی ہفتے کا time دے دیا گیا ہے۔ اس نے کہہ دیا ہے کہ ہفتے تک دوائی آئے گی۔ اب مریض چاہے مر جائے، دوائی تو ہفتے بعد ہی آئے گی۔ میرا خیال ہے کہ اس کا پھر کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ مریض کو تو فوراً دوائی ملنی چاہئے۔ یہ سیکرٹری صاحب بیٹھے ہیں ان سے پوچھ لیں کہ انھوں نے جو کل prescription نیچے ڈسپنسری میں بھیجی تھی کیا اس کی ادویات آ گئی ہیں؟

جناب سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ کمپنی کی طرف سے منگوا کر دیں گے۔

سید حسن مرتضیٰ: بے شک مریض مر جائے، یہ کمپنی والا کون سا چکر ہے؟

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! معزز ممبر صاحب جو بات کر رہے ہیں وہ بالکل ٹھیک ہے کہ معزز ممبران کو ادویات مہیا نہیں کی جا رہی ہیں، معزز ممبران کو بالکل ادویات نہیں مل رہی ہیں اور یہ کہا جا رہا ہے کہ آپ کی یہ ادویات، ہمیں جو لسٹ مہیا کی گئی ہے اس میں نہیں ہیں۔ اس پر آپ serious action لیں۔ معزز ممبران جو ادویات demand کریں انھیں وہ ملنی چاہئیں۔

جناب سپیکر: جی، بالکل میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں۔ میرے خیال میں سیکرٹری ہیلتھ گیلری میں تشریف فرما ہیں۔ ہم ان کے ساتھ ایک میٹنگ کر لیتے ہیں جس میں ان کو بتائیں کہ یہ ہمارا معاملہ ہے۔ میں سیکرٹری صحت سے کہتا ہوں کہ ہمارے کسی معزز ممبر کی طرف سے یہ شکایت نہیں آنی چاہئے کہ ہمیں ادویات نہیں ملیں۔ آپ اپنے محکمہ کے ذمہ داران اور ڈاکٹر صاحبان کو ہدایت فرما دیں۔ وزیر صاحب اور سیکرٹری صاحب دونوں تشریف فرما ہیں وہ میری اس بات کو یقینی بنائیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ویسے تو Chair کے conduct پر objection کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کو discuss کیا جا سکتا ہے لیکن میں آپ کی خدمت میں یہ

عرض کروں گا کہ ملک ندیم کامران صاحب آج محکمہ صحت سے متعلق سوالات کے جوابات دے رہے ہیں تو ان کے ساتھ سینئر منسٹر صاحب شامل ہو جائیں۔ ایک دو مزید دوستوں کی ڈیوٹی لگا دیں کہ وہ سیکرٹری صحت کے ساتھ آپ کے چیمبر میں بیٹھ کر اس مسئلے کو resolve کر لیں۔ یہ مناسب رہے گا۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

معزز ممبر کو زائد المیعاد ادویات کی فراہمی

جناب نشاط احمد خان ڈاہا: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک تو مجھے دوائی پانچ دن بعد ملی ہے دوسرا جو ادویات لکھی گئی تھیں وہ نہیں دی گئیں بلکہ ان کے بدلے میں کوئی اور ادویات دے دی گئی ہیں۔ جب میں نے ان ادویات کو گھر جا کر کھولا تو وہ expiry date والی ادویات تھیں۔ اب وہ میں نے واپس لا کر نیچے ڈسپنسری میں موجود ڈاکٹر صاحب کے حوالے کر دی ہیں۔ میں نے انھیں کہا کہ آپ ان ادویات کی date پڑھیں۔ یہ تو آپ نے مجھے expiry date کی دے دی ہیں۔ اگر ایک ایم پی اے کو expiry date والی دوائی ملتی ہے تو باقی لوگوں کا کیا حشر ہوتا ہو گا؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب! جواب دیں۔

وزیر خوراک/صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! اس میں کوئی دوسری رائے نہیں ہو سکتی۔ expiry date کی دوائی اگر پورے پنجاب میں ایک عام شخص کو بھی ملے تو اسے بھی spare نہیں کیا جا سکتا۔ اگر معزز رکن کو کوئی ایسی دوائی ملی ہے تو ہمیں بتائیں۔ جن لوگوں نے یہ حرکت کی ہے اور جو اس میں مجرم پائے گئے ان کو سخت سزا دی جائے گی۔ انھیں کسی صورت میں بھی spare نہیں کیا جائے گا۔

جناب نشاط احمد خان ڈاہا: جناب سپیکر! میں نے کل وہ دوائی اسمبلی کی ڈسپنسری کو واپس کر دی ہے۔ ان کے پاس ابھی پڑی ہے۔

وزیر خوراک/صحت (ملک ندیم کامران): آپ وہ دوائی ہمارے پاس لے کر آئیں۔ ہم اس پر پورا ایکشن لیں گے۔

جناب نشاط احمد خان ڈاہا: جی، ٹھیک ہے۔ شکریہ

سینئر وزیر/وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! جس طرح رانا ثناء اللہ خان صاحب نے بھی کہا ہے کہ یہ بڑا sensitive issue ہے۔ اسمبلی کے ڈاکٹر نے یہ کہا ہے کہ جو حکومت کی طرف سے منظور شدہ ادویات ہیں صرف وہی ملیں گی۔ اس حوالے سے ایک فہرست جاری کر دی گئی ہے اور اس فہرست کے علاوہ ممبران جو ادویات demand کرتے ہیں وہ مہیا نہیں کی جاتیں۔ ممبران کے لئے یہ کیا جائے کہ وہ جو دوائی demand کریں انھیں ملنی چاہئے۔ آپ فوری طور پر اس بارے میں ایکشن لیں، ایک کمیٹی تشکیل دیں۔ میں حکومت کی طرف سے کہوں گا کہ ممبران کو یہ سہولت میسر ہونی چاہئے کہ وہ جو ادویات demand کریں وہ انھیں مہیا کی جائیں چاہے وہ لوکل ہوں یا imported ہوں۔

جناب سپیکر: اس کمیٹی میں سینئر منسٹر صاحب، ملک ندیم کامران صاحب اور محکمہ کے سیکرٹری صاحب شامل ہوں گے۔ آپ آج ہی اس بارے میں میٹنگ کر کے اسے final کریں گے اور کل ہاؤس کو اس کی رپورٹ دیں گے۔

وزیر خوراک/صحت (ملک ندیم کامران): جی، ٹھیک ہے۔

ایوان میں تشکیل دی جانے والی کمیٹی میں معزز ممبر حزب اختلاف کو نامزد کرنے کا مطالبہ

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں اس اجلاس سے دیکھ رہا ہوں کہ اسمبلی میں ایک نئی روایت شروع ہو رہی ہے۔ آپ جو کوئی بھی کمیٹی بناتے ہیں اس میں ہماری طرف نظر کرم نہیں ہوتی۔ کیا ہمیں آپ نے اس اسمبلی کا ممبر سمجھنا چھوڑ دیا ہے؟ ہماری جماعت

اپوزیشن میں ہے اور روایت یہی ہے کہ جو بھی کمیٹی بنتی ہے اس میں اپوزیشن کو بھی membership دی جاتی ہے لیکن اس اجلاس کے دوران جو بھی کمیٹی بنی ہے اس میں ہمیں نظر انداز کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: آپ کی بات مان لی، آپ اپنے کسی معزز ممبر کا نام دے دیں۔ اس کمیٹی میں اپوزیشن کی طرف سے بھی ایک معزز ممبر کا اضافہ کریں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنی چاہوں گا، جیسا کہ ابھی لغاری صاحب نے فرمایا ہے کہ اس اجلاس کے دوران اب تک ہمیں کسی کمیٹی میں بھی شامل نہیں کیا گیا۔ اب بھی یہی صورتحال تھی۔ اس کمیٹی میں آپ کی مہربانی کے باوجود ہم چاہتے ہیں کہ سینئر منسٹر اور وزیر قانون صاحب ہی اس کے ممبر ہوں۔ یہ خود ہی اس معاملے کو resolve کر لیں کیونکہ آج کل صورتحال ایسی ہے کہ یہ ایک چیز پر متفق نہیں ہو رہے جو کہ اس قوم کا مسئلہ ہے کہ long march کرنا ہے یا نہیں کرنا ہے؟ اس پر ہی متفق ہو جائیں اور اس پر ہی ان کا اتفاق کا سلسلہ چل پڑے۔ اس کمیٹی میں انہی لوگوں کو رہنے دیں کیونکہ اب تک ہمیں کسی کمیٹی میں نہیں رکھا گیا۔ اس کمیٹی میں تو کوئی متنازعہ بات ہی نہیں ہے آپ ہمیں متنازعہ معاملات والی کمیٹی میں ممبر بنا دیا کریں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب شکریہ۔ آپ اس کو متنازعہ نہ بنائیں آپ کی مہربانی۔ آپ اپنا ایک ممبر نامزد کریں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! ہمارے House میں کافی سارے ڈاکٹر صاحبان ممبر ہیں ان کو اس کمیٹی میں شامل کریں۔ ان کو اس کمیٹی کا ممبر بنائیں گے تو وہ ان technical باتوں کو بخوبی سمجھ لیں گے۔

جناب سپیکر: ادھر سے آپ اپنے ممبر کا نام دیں تو ادھر سے ہم ڈاکٹر اسد اشرف صاحب کو شامل کرتے ہیں۔

آوازیں: ڈاکٹر سامیہ امجد کو شامل کر لیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! ادھرتے ڈاکٹر ہین ای کوئی نہیں سارے ای مریض نیں۔

جناب سپیکر: کیا فرمایا؟

سید حسن مرتضیٰ: اپوزیشن وچ تے سارے مریض نے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: مجھے ان کی بات سن لینے دیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: شکریہ۔ جناب سپیکر! یہ جو ادویات کا مسئلہ ہے یہ اس لئے بھی انتہائی اہم ہے اور اس کو resolve کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس میں main چیز یہ ہے کہ ان ادویات کے متعلق جو بھی فیصلہ وزیر قانون کریں گے وہ فیصلہ پورے پنجاب پر بھی لاگو ہوگا۔ اس معاملے میں اتنے sensitive لوگوں کے نام آتے ہیں لیکن میں اس وقت کسی کو mention نہیں کروں گی البتہ اسمبلی کی اور آپ کی خاص طور پر توجہ مبذول کروانا چاہتی ہوں۔ جیسا کہ آپ نے وزیر قانون صاحب اور سنیئر منسٹر صاحب کو اس کمیٹی میں شامل کیا ہے کیونکہ یہ معاملہ اس نوعیت کا ہے کہ میں کم از کم۔۔۔

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب بھی اس کمیٹی میں شامل ہوں گے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب والا! میں راجہ ریاض صاحب کی بات کو second کرتی ہوں کہ expired دوائیوں اور generic name میں lowest purchasers اور lowest bidders کو یہ ادویات دی جاتی ہیں۔ اسی رواج کو ختم کرنے کے لئے پچھلی حکومت نے اسمبلی میں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر relevant بات کریں۔ اگلی پچھلی باتوں کو آپ چھوڑ دیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: آپ میری بات سنیں۔

جناب سپیکر: آپ کی بات سن لی ہے۔ بڑی مہربانی۔ آپ اپوزیشن کی طرف سے کسی معزز رکن کا کمیٹی کے لئے نام دیں۔ کون صاحب اس میں شامل ہونا چاہتے ہیں؟

آوازیں: ڈاکٹر سامیہ امجد۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ کا نام لکھیں۔ ہمارے ڈاکٹر اسد اشرف صاحب ہیں۔

وزیر خوراک و صحت (ملک ندیم کامران): ڈاکٹر اختر ملک صاحب (قطع کلامیاں)
جناب سپیکر: بس اب کمیٹی بن گئی ہے۔ اتنے ممبر ہی کافی ہیں۔
سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! اگر اس میں ویٹرنری ڈاکٹر شامل ہو سکتے ہیں تو میں بھی ڈاکٹر ہوں۔ اس میں میرا نام شامل کیوں نہیں ہے۔ (قہقہہ)
جناب محمد یار ہراج: جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر گزارش کرنا چاہتا ہوں۔
جناب سپیکر: کس بات پر کیا گزارش کرنا چاہتے ہیں؟ پہلے مجھے بتائیں۔

ضلعی اور تحصیل ہسپتالوں کو فراہم کی جانے والی ادویات کی خرید میں رکاوٹ

جناب محمد یار ہراج: جناب والا! ایم پی ایز کی دوائیوں کی بات تو ادھر کر لی گئی ہے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ 18۔فروری کے بعد جب سے یہ نیا set up آیا ہے اضلاع میں پبلک ہسپتالوں میں مریضوں کے لئے دوائیاں موجود ہوتی تھیں ان کی purchasing اس حکومت نے روک دی ہے۔ (قطع کلامیاں)
جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ وزیر صحت صاحب متوجہ ہوں۔
جناب محمد یار ہراج: جناب والا! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ایم پی ایز کو اپنی دوائیوں کی تو بہت فکر ہے اور ہم جن کے ووٹ لے کر آتے ہیں ان کی دوائیوں کے لئے یہاں پر کسی نے بات ہی نہیں کی۔ میں گزارش یہ کروں گا کہ پچھلے پورے ایک سال سے ڈسٹرکٹ ہسپتالوں میں دوائیوں کی purchase رکی ہوئی ہے اور کسی جگہ بھی دوائی نہیں مل رہی ہے۔ پنجاب کے پینتیس کے پینتیس اضلاع میں دوائیوں کی purchase نہیں ہو رہی ہے۔
جناب سپیکر: آپ correction کر لیں پینتیس کی بجائے اس میں اب ایک اور add کر لیں۔

جناب محمد یار ہراج: جناب والا! جب تک اگلے بلدیاتی الیکشن نہیں ہوں گے وہ چھتیس نہیں ہوں گے۔اس وقت پینتیس بلدیاتی حکومتیں ہیں، ضلعی حکومتیں ہیں، پینتیس ڈی سی او ہیں۔اب جو بھی کوئی دوائیوں کی purchase ہونی تھی وہ رکی ہوئی ہے۔میں یہ گزارش کروں گا کہ اس issue کو بھی redress کیا جائے۔ہمارے دوستوں کو جب نیچے سے دو دوائیاں نہیں ملتیں تو ہم یہاں پر آکر شور مچا دیتے ہیں اور جو پوری عوام کا مسئلہ ہے اس پر کسی کو بولنے کا کوئی شوق ہی نہیں ہے۔

وزیر خوراک وصحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! یہ point جو انہوں نے اٹھایا ہے ان کو شاید اس بات کا علم نہیں ہے کہ کہیں بھی purchase نہیں رُکی ہوئی ہے۔اس کا ایک طریق کار ہے جس پر کام ہو رہا ہے اگر کسی جگہ کی یہ specifically نشاندہی کر سکتے ہیں تو کر دیں otherwise آپ سب دوستوں کو تو یہ پتا ہونا چاہئے کہ یہاں پر وزیر اعلیٰ کے حکم کے تحت تمام ہسپتالوں میں مفت ادویات دی جا رہی ہیں اور یہ سسٹم پورے پنجاب میں پھیلایا گیا ہے۔کسی جگہ پر کوئی پابندی نہیں ہے وہاں پر ادویات کی purchase بھی ہو رہی ہے اور availability بھی ہے۔اگر یہ specifically کسی area کی بات کرنا چاہیں یا کسی ہسپتال کی بات کرنا چاہیں تو یہ ہمارے علم میں لے آئیں اس کے لئے ہم ضرور بات کر لیں گے۔

جناب محمد یار ہراج: جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ خانیوال شاید پنجاب کا حصہ نہیں ہے اور وزیر صاحب کا بھی شاید یہی issue ہے کہ ان کے ڈیپارٹمنٹ کے فیصلے بھی کسی سپیشل کمیٹی میں ہوتے ہیں جس میں وزیر اعلیٰ صاحب کوئی بات کر دیتے ہوں گے اور انہوں نے نہیں سنا ہو گا۔اس میں گزارش یہ کروں گا کہ ہم خانیوال کے لوگ، ڈیرہ غازی خان کے لوگ، جھنگ کے لوگ ہم جو لاہور سے ایک گھنٹے کے فاصلے سے زیادہ دور رہتے ہیں ہم شاید اس صوبے کا حصہ نہیں گنے جاتے۔اگر دوائیاں مل رہی ہوں گی تو شاید لاہور والوں کو مل رہی ہوں گی؟ ہو سکتا ہے کہ آپ یہاں فضل دین والوں سے دوائیاں خرید رہے ہوں یا سروسز ہسپتال سے خرید رہے ہوں۔خانیوال کے ڈسٹرکٹ ہسپتال میں پچھلے سال سے کوئی دوائی نہیں آئی۔میں ان کو یہ نشاندہی کر رہا ہوں اور یہ کہتے ہیں کہ نشاندہی نہیں کر رہے۔یہ سنتے بھی ہیں یا نہیں کہ ہم یہاں پر بات کر رہے ہیں؟ ڈیرہ غازی خان میں

جب حادثہ ہوا تو تمام اخبارات نے اس بات کو رپورٹ کیا کہ ان کے ہسپتالوں میں ادویات نہیں تھیں۔ اس سے زیادہ نشاندہی ان کو کس چیز کی چاہئے؟ کس طرح سے بات کی جائے کہ ان کی سمجھ میں آئے گی؟ میں چار زبانیں بول لیتا ہوں اگر یہ چاہیں تو میں جاپانی زبان میں ان سے پوچھ لیتا ہوں۔ اگر ان کو اردو نہیں سمجھ آتی، انگریزی نہیں سمجھ آتی، میرے علاقے کی پنجابی نہیں سمجھ آتی تو میں ان سے لاہوری پنجابی میں پوچھ لیتا ہوں اس کے علاوہ مجھے چینی زبان بھی تھوڑی بہت آتی ہے۔ ان سے پوچھیں کہ کون سی زبان میں یہ سنیں گے کہ دوائیاں نہیں ہیں، نہیں ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: وزیر موصوف کو ان کی بات کا جواب دینے دیں۔

وزیر خوراک و صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس انداز میں ہمارے فاضل ممبر نے بات کی ہے اس کی ضرورت تو نہیں تھی۔ شاید کافی عرصہ سے کسی جلسہ میں نہیں گئے، شاید اس کا روپ ہمیں دکھا رہے تھے لیکن اصل معاملہ یہ ہے کہ ان کے علم میں یہ بات نہیں ہے اور میں ان کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ دور گزر گیا ہے کہ جب دوائیاں نہیں ہوتی تھیں اور action بھی نہیں لیا جاتا تھا۔ اب ہسپتالوں میں ہر چیز کی سہولت موجود ہے۔ یہ ڈی جی خان کی بات کر رہے ہیں تو میں یہ عرض کروں گا کہ جب کوئی حادثہ ہو جاتا ہے تو وہاں پر واقعی problem create ہوتی ہے۔ فوری طور پر کوئی آفت آ جاتی ہے، کوئی حادثہ ہو جاتا ہے تو اس کے لئے کچھ special arrangements کرنے پڑتے ہیں۔ ان کی نظر سے کوئی اخبار گزرا ہوگا لیکن اس کے علاوہ پورے پنجاب میں ہر ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال میں یہ سہولیات موجود ہیں۔ ادویات کی purchase بھی ہو رہی ہے ادویات بھی موجود ہیں۔ انہوں نے ابھی خانیوال کی بات کی ہے اس کا ابھی پتا کر لیتے ہیں کہ اس کی کیا صورتحال ہے اور جو بھی facts ہوں گے ان کے سامنے پیش کر دیں گے۔

محترمہ یاسمین خان: جناب والا! میں یہ عرض کروں گی کہ اب تو دوائیاں مل رہی ہیں سرکاری ہسپتالوں میں بھی مل رہی ہیں۔ ٹھیک ہے کہ سرکاری ہسپتالوں کا system slow ہے لیکن ایسی قطعاً بات نہیں ہے کہ دوائیاں نہیں مل رہیں۔

جناب سپیکر: یہ بات وزیر موصوف نے کہہ دی ہے۔آپ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: نہیں، مجھے اب ایجنڈے کے مطابق چلنے دیں۔ بڑی مہربانی۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب والا! لیبارٹری کا مسئلہ ہے اور یہ انتہائی اہم مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، اب آپ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب والا! انتہائی اہم معاملہ ہے، آپ مجھے ایک منٹ کے لئے بات کرنے دیں۔

جناب سپیکر: جب عام بحث ہو گی اس میں بات کر لیں۔اس وقت نہیں Now, it is question hour. آپ تشریف رکھیں، بہت مہربانی۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب والا! request ہے۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب والا! انتہائی اہم اور relevant بات ہے۔

جناب سپیکر: نہیں۔relevant time پر relevant بات سنی جاتی ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب والا! آپ مہربانی فرمائیں۔

جناب سپیکر: جو سوالات آرہے ہیں ان کا جواب سنئے۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ دوائیوں کا جہاں تک تعلق ہے۔۔۔

جناب سپیکر تشریف رکھیں۔.You are part of the Government

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہ بات آپ کے اور ایوان کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ آپ بھی جانتے ہیں کہ تحصیل چونیاں کے اندر تحصیل چونیاں ہیڈکوارٹر ہسپتال ہے۔ وہ کوئی پچیس تیس لاکھ لوگوں کو cater کر رہا ہے۔آپ کو سن کر حیرانگی ہو گی کہ اس کا دوائیوں کا ٹوٹل سالانہ بجٹ 13 لاکھ روپے ہے۔ میرے حلقے کی ایک بچی تھی اس کے لئے جو ضروری ٹیکے لگنے تھے وہ وہاں میسر نہیں تھے۔

میں پوری ذمہ داری سے یہ بات کہتا ہوں کہ اس ہسپتال کے لئے صرف 13 لاکھ روپے سالانہ بجٹ دیا گیا ہے۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ 13 لاکھ روپے تحصیل ہیڈ کوارٹر چونیاں کا دوائیوں بجٹ ہے وہاں صرف paracitamol اور ہاضمے والا شربت دستیاب ہے۔

جناب سپیکر: (قطع کلامیاں) جی، محترمہ۔ نہیں نہیں، میں نے ان کو floor دیا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ یہ باتیں pre-budget discussion میں کیجئے گا۔ جی، محترمہ!

MS SAFINA SAIMA KHAR: Honourable Speaker, health is such an important ministry and does not have a minister; I think additional charge should be givern to the Food Minister.

جناب سپیکر: محترمہ! میں نے آپ کو انگلش میں بولنے کی اجازت نہیں دی۔

محترمہ سفینہ صائمہ کھر: جناب سپیکر! میں صرف یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ منسٹر اپنی منسٹریاں تو سنبھال نہیں سکتے تو Health جیسی بڑی Ministry کو وہ کیسے سنبھال سکتے ہیں اور اگر ہم سب کی صحت اچھی نہیں ہو گی تو پھر یہ Parliament کس طرح چلے گی؟

جناب سپیکر: چلیں، آپ تشریف رکھیں۔ بہت مہربانی، بہت مہربانی۔ (قطع کلامیاں)
جی، شاہ صاحب! آپ کا سوال ہے۔ کیا کرتے ہیں آپ؟ خوش گپیوں میں آجاتے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میرا چلڈرن ہسپتال والا مسئلہ ہو گیا ہے۔ جی؟ (قہقہے)
جناب سپیکر! میں نے تو آپ سے گزارش کی تھی اس کے بعد point of order شروع ہو گئے تو پھر میں چپ کر کے بیٹھ گیا۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب اس کا جواب دے رہے ہیں۔ آپ سن لیں ان کا جواب۔ جی، منسٹر صاحب!

وزیر خوراک و صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! انہوں نے جو point raise کیا ہے وہ میں نے already convey کر دیا ہے۔ جیسے ہی یہ وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے، D.M.O صاحب یہاں پر ہوں گے اِن کے ساتھ بیٹھ کر اُن کی میٹنگ کروائی جاتی ہے اور جو negligence ہوئی ہے اس کے خلاف ایکشن لیں گے۔

سوالات (محکمہ صحت)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: اب ہم وقفہ سوالات شروع کرتے ہیں۔ جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: سوال نمبر 130 ہے۔ اس کا جواب پڑھا جائے۔

صوبہ پنجاب کے میڈیکل کالجوں میں اوپن میرٹ کے نظام کے نفاذ سے پہلے اور بعد میں لڑکیوں اور لڑکوں کی تعداد کا مسئلہ

*130: سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صوبہ بھر کے میڈیکل کالجوں میں اوپن میرٹ کے نظام کے نفاذ سے پہلے لڑکوں اور لڑکیوں کی کیا تعداد ہوتی تھی اور یہ تعداد اوپن میرٹ کے بعد کیا ہے؟

(ب) محکمہ ہذا نے میڈیکل کالجوں میں طالبات کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر اور طالبات کی مخصوص نشتوں کے لئے کیا اقدامات کئے ہیں ان کی تفصیلات ایوان کی میز پر رکھی جائیں؟

وزیر خوراک وصحت (ملک ندیم کامران):

(الف) داخلہ برائے ایم بی بی ایس سال 90-1989 تک اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلہ ایس سی۔295 سے قبل لڑکوں اور لڑکیوں کی نشستوں کی تعداد 50:50 کی بنیاد پر درج ذیل تھی۔

(1) لڑکوں کی سیٹیں: 510

(2) لڑکیوں کی سیٹیں: 510

تاہم سال 91-1990 سے سپریم کورٹ آف پاکستان کے مذکورہ بالا فیصلہ کی روشنی میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے جنس کی بنیاد پر نشستوں کی تخصیص ختم کر دی گئی۔ مذکورہ تعداد برائے حالیہ سیشن (08-2007) درج ذیل ہے۔

(i) داخل شدہ لڑکوں کی تعداد: 702

(ii) داخل شدہ لڑکیوں کی تعداد: 1166

(ب) سپریم کورٹ آف پاکستان جنس کی بنیاد پر نشستوں کی تقسیم کو پاکستان کے آئین کے خلاف قرار دے چکی ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں مزید کوئی اقدامات تجویز نہیں کئے گئے۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! پہلے یہ تعداد 50/50 کی بنیاد پر ہوتی تھی۔ عورتوں کے لئے تو ویسے ہی اس معاشرے میں بہت کچھ ہے کہ انہیں آپ اسمبلیوں میں دیکھ لیں، یہاں بھی مخصوص نشستیں ہیں۔ آپ بل جمع کرانے چلے جائیں تو ان کی علیحدہ line ہوتی ہے اور ہماری اتنی لمبی لمبی لائنیں ہوتی ہیں۔ جتنے بھی قانون بنائے جا رہے ہیں۔۔۔

محترمہ ساجدہ میر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ! ان کی بات تو سنیں۔ اس کے بعد آپ کوئی بات کریں۔ (قطع کلامیاں) تشریف رکھیں۔ محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔ جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! یہ تو بڑی جذباتی ہو گئی ہیں، یہ تو ہمارے لئے بڑی قابل احترام ہیں، میری انہوں نے پوری بات ہی نہیں سنی اور "کھپ" ڈالنی شروع کر دی ہے اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ Men's Protection Bill بھی آنا چاہئے جیسے Domestic Violence Bill آیا ہے۔ یہ سنتی ہیں کوئی نہیں اور گلے پڑ جاتی ہیں۔ میں نے کون سی غلط بات کی ہے میں نے کب کہا ہے ان کا کوٹا ختم کر دیں؟ میں تو کہہ رہا ہوں کہ ہمارا کوٹا بھی مخصوص کر دیں، ہمیں بھی مخصوص نشستیں ملنی چاہئیں۔ یہ بات سنتی نہیں ہیں اور ایسے ہی شور مچا دیتی ہیں۔ اگر میری کسی بات سے ان کی دل آزاری ہوئی ہے تو میں ان سے معذرت خواہ ہوں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: پہلے آپ ان کی پوری بات سنیں، پھر آپ کوئی comment کریں۔ جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ منسٹر صاحب ذرا بتا دیں کہ کیا انہوں نے rural area یا backward districts کے لئے کوئی کوٹا مخصوص کیا ہے یا نہیں کیونکہ ان کے پاس

اتنی facilities نہیں ہیں جتنی لاہور، راولپنڈی یا فیصل آباد میں ہیں۔ ہمارے چار / چار ضلعوں میں ایک کالج ہے جہاں سکول کوئی نہیں، جہاں سٹاف کوئی نہیں ہے کیا ان کے لئے انہوں نے کوئی کوٹا مخصوص کیا ہے اور گورنمنٹ کوئی ارادہ رکھتی ہے کہ وہ مردوں کے لئے بھی کوئی مخصوص نشستیں رکھے۔

وزیر خوراک / صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! فاضل ممبر نے rural area کے بارے میں جو بات کی ہے اس سلسلے میں، میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ exams open merit پر ہوتے ہیں اور یہاں کسی کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہیں رکھا جا سکتا اور اس میں سپریم کورٹ آف پاکستان کی ruling بھی موجود ہے تو لہذا کسی علاقے کے لئے مخصوص نشستیں نہیں رکھی گئیں۔ یہ کام open merit پر چل رہا ہے جب تک اس کو amend نہیں کیا جاتا یا اس پر کوئی اور consensus built نہیں ہوتے ابھی معاملہ اسی طرح چلے گا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔ میں منسٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ خواتین جب ایم بی بی ایس کر جاتی ہیں یا ڈینٹل سرجن بن جاتی ہیں تو ان کا drop out تقریباً کتنے percent ہے؟ شادی سے پہلے یا شادی کے فوراً بعد کیا یہ job پر رہتی ہیں اور اگر نہیں رہتیں، جو میرے پاس figure موجود ہیں تو جو ڈاکٹر خواتین شادی کے بعد کام پر نہیں آتیں تو ان کی کتنی percentage ہے؟

وزیر خوراک / صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! شیخ صاحب کا یہ بڑا valid point ہے اس پر already ایک سروے رپورٹ بھی آچکی ہے کہ خواتین شادی سے پہلے ڈاکٹری کا امتحان پاس کرتی ہیں یا study جاری رکھتی ہیں لیکن جیسے ہی حالات بدلتے ہیں یا وہ خانہ داری میں چلی جاتی ہیں تو اس کے بعد بہت سی خواتین ایسی ہیں جو یہ job چھوڑ دیتی ہیں اور اس کی وجہ سے یہ فرق موجود ہے اور انہوں نے جو average پوچھی ہے تو اس کی average تیس چالیس فیصد بنتی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! 55 فیصد خواتین پروفیشنل ڈگری لینے کے بعد فیلڈ میں نہیں رہتیں جس کی وجہ سے قوم کے اربوں روپے کا زیاں ہو رہا ہے اور میں ایک دوسری بات ریکارڈ پر لانا چاہتا

ہوں کہ ٹھیک ہے سپریم کورٹ کا ایک verdict موجود ہے لیکن حکومت کو یہ چاہئے کہ اس کا کچھ نہ کچھ ایسا طریقہ نکالے کہ یہ لڑکے جن سے پورا معاشرہ آگے چلنا ہے انہیں ہم پیچھے کریں۔ یہ صرف ایک یا دو نمبروں کی وجہ سے یا تو کلرک بن جاتے ہیں یا کسی اور پروفیشن میں چلے جاتے ہیں۔ میرے پاس یہاں تک مثالیں موجود ہیں کہ ان بے چاروں نے اچھے خاصے نمبر لینے کے باوجود کانسٹیبل کے لئے درخواستیں دی ہیں تو ان لڑکوں کا کچھ نہ کچھ خیال کیا جائے اور حکومت کو چاہئے کہ اس پر اگر سپریم کورٹ کی ایک judgment آگئی ہے تو review موجود ہے، جب ground realities بدلتی ہیں اور ہمارے پاس figures موجود ہیں کہ 55 فیصد خواتین پروفیشنل ڈگری لینے کے بعد فیلڈ میں نہیں رہتیں تو ان کے لئے ضرور کچھ کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ ماجدہ زیدی صاحبہ!

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! میں شیخ صاحب کی بات کا جواب دینا چاہتی ہوں کہ خواتین کے متعلق تو وہ کہہ رہے ہیں کہ سیٹیں لے کر گھروں میں بیٹھ جاتی ہیں جبکہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ کچھ break آتی ہے جب ان کے بچے چھوٹے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے بچوں پر توجہ دیتی ہیں اور کہیں نہ کہیں وہ انسانیت کی خدمت کر رہی ہوتی ہیں۔ اس کے بعد ایک ایسا وقت آتا ہے کہ جب ان کے بچے بڑے ہوتے ہیں اور وہ دوبارہ اپنے profession میں آ جاتی ہیں۔ ان مردوں کے بارے میں آپ کیا کہیں گے کہ جو ڈاکٹر اور انجینئر بنتے ہیں، سیٹیں لیتے ہیں اور بعد میں C.S.S کا امتحان دے کر سرکاری محکموں میں بڑی بڑی سیٹوں پر چلے جاتے ہیں ان کے بارے میں شیخ صاحب کیا کہتے ہیں اس کے علاوہ ابھی وزیر صاحب نے کہا ہے کہ backward area کا کوٹا مخصوص نہیں ہے لیکن میرے خیال میں کوٹا مخصوص ہے اس بارے میں وزیر صاحب وضاحت فرما دیں کہ انھوں نے اس طرح کیوں کہا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر خوراک / صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں نے بتایا تھا کہ open merit کے ذریعے سارا معاملہ ہوتا ہے۔ انھوں نے جو بات کی ہے تو 42 نشستیں ایسی ہیں جو backward

area کے لئے مخصوص ہیں اور اس میں لودھراں، مظفر گڑھ، راجن پور، ڈی جی خان اور بھکر وغیرہ شامل ہیں۔

جناب سپیکر! ابھی شیخ صاحب نے 55 فیصد کی بات کی ہے اس سلسلے میں ہمارے پاس جو سروے رپورٹ ہے اس کے مطابق 46 فیصد خواتین jobs چھوڑ جاتی ہیں جن پر کروڑوں روپیہ خرچ ہوتا ہے اس کے لئے باقاعدہ ایک کمیٹی کام کر رہی ہے۔

جناب سپیکر: جی، نیازی صاحب!

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ انھوں نے ابھی بتایا ہے کہ backward districts کا کوٹا ہے۔ براہ مہربانی یہ ان کی تفصیل بتائیں گے کہ بھکر، ڈی جی خان کی کتنی کتنی سیٹیں مخصوص ہیں اور وہ کس بنیاد پر مختص کی گئی ہیں۔ جیسے بھکر کی 8 سیٹیں ہیں اور ڈی جی خان کی 10 سیٹیں ہیں تو اس کا criteria کیا ہے اور میانوالی کی پہلے سیٹیں تھیں وہ ختم کر دی گئی ہیں تو ہمیں اس میں یہ بتایا جائے کہ کیا میانوالی اتنی ترقی کر گیا تھا کہ جس کی وجہ سے وہ سیٹیں ختم کی گئی ہیں؟

جناب سپیکر: ماشاءاللہ ترقی کر گیا ہے تو آپ جیسے suited booted یہاں اسمبلی میں آتے ہیں۔

وزیر خوراک / صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں نے جن اضلاع کا انھیں بتایا ہے ان کی انھیں مکمل تفصیل چاہئے تو یہ نیا سوال کر دیں۔ میں مکمل تفصیل انھیں فراہم کر دوں گا۔

جناب سپیکر: جی، کرنل صاحب!

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: جناب سپیکر! دیہاتوں میں اس وقت problem آتی ہے کہ جب کوئی خاتون کسی حادثے میں یا کسی وجہ سے فوت ہو جاتی ہے تو ان کے پوسٹ مارٹم کے لئے خاتون ڈاکٹر کا ہونا ہی نہایت ضروری ہے کیونکہ مذہب اور معاشرتی لحاظ سے یہ بہت بڑی problem ہے۔ اس میں سوال یہ ہے اور دنیا کے بہت سارے ممالک میں ایسا ہے کہ compulsory service لاگو ہے، جب ڈاکٹر M.B.B.S کر لیتے ہیں تو ان کو 5 سال یا کسی prescribed period کے لئے compulsory کر دیتے ہیں کیا ہمارے ہاں یہ ممکن نہیں ہے؟

جناب سپیکر: ابھی وزیر صاحب نے بتایا ہے کہ اس سلسلے میں کمیٹی بنائی گئی ہے۔جی، اعجاز شفیع صاحب!

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر!اس میں میری بھی یہی گزارش ہے جو کرنل صاحب نے کہا ہے ان سے کوئی بانڈ لے لیا جائے کہ یہ چار پانچ سال job کریں گے۔

وزیر خوراک / صحت (ملک ندیم کامران): یہ اچھی تجویز ہے۔

جناب سپیکر: یہ تجویز بڑی اچھی ہے۔آپ اسے زیر غور لائیں اور ان سے بانڈ لیں کہ اگر job چھوڑیں گے تو جتنی رقم گورنمنٹ نے آپ پر خرچ کی ہے وہ آپ کو واپس کرنا پڑے گی۔

محترمہ شمیلہ اسلم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ شمیلہ اسلم صاحبہ!

محترمہ شمیلہ اسلم: جناب سپیکر!چونکہ خواتین کے حوالے سے بات چل رہی ہے تو میں یہ یاد دلانا چاہوں گی کہ کل 12-فروری کو پاکستانی خواتین کا دن ہے۔میری آپ سے درخواست ہے کہ کل ہم خواتین کے حوالے سے ایک قرارداد بھی ہاؤس میں لانا چاہ رہے ہیں اور میں چاہوں گی کہ آپ کم از کم دو گھنٹے ہم خواتین کو اظہار خیال کے لئے عنایت فرمائیں۔بہت شکریہ۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، رانا محمد افضل خان!

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر!میں جو تجویز دینا چاہتا تھا وہ پہلے ہی آ گئی ہے تو جیسا کہ وزیر موصوف نے admit کیا ہے کہ ایک بچی پر تقریباً 23 لاکھ روپیہ خرچ ہوتا ہے اور ان میں سے 40 فیصد drop out ہو جاتی ہیں تو ہمیں ان سے بانڈ لینا چاہئے کہ کم از کم وہ 5 سال serve کریں، چاہے وہ لڑکیاں ہوں یا لڑکے ہوں تاکہ جو بھی آئے وہ ملک کی خدمت کرے اور جو پیسا ان پر خرچ ہوتا ہے اس کا کوئی return ملے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔اب سید حسن مرتضیٰ صاحب کا سوال ہے۔جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: سوال نمبر 173

محکمہ صحت میں جنرل کیڈر میں اسامیوں کی تعداد و دیگر تفصیل

*173: سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) محکمہ صحت کے جنرل کیڈر میں گریڈ 17، 18، 19 اور 20 کی کل پوسٹیں کتنی ہیں اور ہر گریڈ میں کتنی پوسٹیں خالی ہیں؟

(ب) 1993 میں چار درجاتی سروس سٹرکچر کے نفاذ کے بعد یہ اسامیاں کیوں خالی رکھی گئی ہیں اور ڈاکٹروں کو ترقی کیوں نہیں دی گئی، وجہ بیان فرمائیں؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) جنرل کیڈر میں ڈاکٹروں کی گریڈ 17، 18، 19 اور 20 کی تفصیل درج ذیل ہے:-

نمبر شمار	نام اسامی	تعداد اسامی	پر شدہ اسامیاں	خالی اسامیاں
1	پرنسپل میڈیکل آفیسرز (PMO) بی ایس 20	92	72	20
2	پرنسپل وومن میڈیکل آفیسرز (PWMO) بی ایس 20	28	23	05
3	ایڈیشنل پرنسپل میڈیکل آفیسرز (APMO) بی ایس 19	1280	984	296
4	ایڈیشنل پرنسپل وومن میڈیکل آفیسرز (APWMO) بی ایس 19	535	298	237
5	سینئر میڈیکل آفیسر (SMO) بی ایس 18	3453	1414	2012
6	وومن سینئر میڈیکل آفیسر (WMO) بی ایس 18	881	342	439
7	میڈیکل آفیسر بی ایس 17	10156	پچھلے سالوں کے دوران یہ ضروری ریکارڈ مستند طور پر مرتب نہیں کیا گیا۔اب تمام اضلاع اور دیگر اداروں سے مکمل Data اکٹھا کیا جارہا ہے اور جلد ہی مکمل ہو جائے گا	
8	وومن میڈیکل آفیسر بی ایس 17	2296	2021	275

(ب) جنرل کیڈر ڈاکٹروں کا چار سطحی سٹرکچر جو 1994 میں منظور ہوا تھا عموماً ترقی نہ ہونے کی وجہ ڈاکٹروں کی طرف سے اپنی A.C.Rs کا ریکارڈ مکمل نہ کروانا ہوتا ہے جس کی وجہ سے ترقی کے کیس defer ہو جاتے ہیں۔ بہر حال خالی ہونے والی اسامیوں پر وقتاً فوقتاً

ترقی ہوتی رہی ہے۔ جنرل کیڈر ڈاکٹرز گریڈ 19، 18 اور 20 کی ترقی کی موجودہ پوزیشن درج ذیل ہے۔

(i) پی۔ ایم۔ او اور پی۔ ڈبلیو۔ ایم۔ او گریڈ 20 میں خالی اسامیوں کی ترقی کا کیس تیاری کے مراحل میں ہے جو جلد سلیکشن بورڈ کو پیش کر دیا جائے گا۔

(ii) اے۔ پی۔ ایم۔ او گریڈ 19 کی 449 خالی اسامیوں کا کیس ترقی کے لئے مورخہ 30 اور 31 اکتوبر 2008 کو میٹنگ ہوئی تھی جس میں 201 ڈاکٹرز کی ترقی گریڈ 19 کے لئے منظور ہو چکی ہے جن میں سے 153 ڈاکٹرز کے آرڈر جاری کر دیئے گئے ہیں۔ باقی کاغذات مکمل ہونے کے بعد جاری کر دیئے جائیں گے۔

(iii) اے۔ پی۔ ڈبلیو۔ ایم۔ او گریڈ 19 کی 235 اسامیوں کی ترقی کے لئے مورخہ 19-08-2008 کو سلیکشن بورڈ کی میٹنگ ہوئی تھی جس میں 135 لیڈی ڈاکٹرز کی ترقی بطور APWMO گریڈ 19 کے لئے منظور ہو چکی ہے۔ جس میں سے 98 ڈاکٹرز کے آرڈرز جاری کر دیئے گئے ہیں، باقی کاغذات مکمل ہونے پر جاری کر دیئے جائیں گے۔

(iv) گریڈ 18 میں ترقی کے لئے پرموشن کمیٹی کی میٹنگ مورخہ 15-10-08 کو ہوئی جس میں صرف 17 ڈاکٹروں کا ریکارڈ مکمل تھا لہٰذا انھیں ترقی دے دی گئی ہے جبکہ بارہا یاددہانی کے باوجود بھی سینئر ڈاکٹرز اپنا ریکارڈ مکمل نہ کروا سکے اس طرح جونیئر ڈاکٹرز کی ترقی نہ ہو سکی کیونکہ اسامیاں سینئر ڈاکٹروں کے لئے مخصوص رکھی ہوئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مذکورہ اسامیاں پر نہ کی جا سکیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پارٹ (ii) میں لکھا ہے کہ "مورخہ 30 اور 31۔ اکتوبر 2008 کو میٹنگ ہوئی تھی جس میں 201 ڈاکٹروں کی ترقی گریڈ 19 کے لئے منظور ہو چکی ہے جن میں سے 153 ڈاکٹروں کے آرڈر جاری کر دیئے گئے ہیں باقی کاغذات مکمل

ہونے کے بعد جاری کر دیئے جائیں گے۔" وزیر موصوف سے یہ گزارش ہے کہ جن ڈاکٹروں کے انھوں نے آرڈر جاری کئے ہیں کیا یہ بتا سکتے ہیں کہ ان ڈاکٹروں کا کن اضلاع سے تعلق ہے؟

وزیر خوراک / صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! انھوں نے پوچھا تھا کہ کتنے ڈاکٹروں کے آرڈر جاری ہو چکے ہیں تو وہ ہم نے تفصیل بتا دی ہے۔ اگر یہ ہر ضلع کے متعلق تفصیلاً پوچھنا چاہتے ہیں تو نیا سوال کر دیں تو ان کو جواب دے دیا جائے گا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میرا یہ سوال پوچھنے کا مقصد تھا کہ ترقیاں بھی ترقی یافتہ اضلاع کی ہوتی ہیں۔ ہمارے اضلاع جو backward ہیں وہاں یہ سہولتیں میسر نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: آپ کا ضلع backward ہے؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! اب نکل آیا ہے۔ اب ضلع چنیوٹ بن گیا ہے۔ یہ موٹر وے کے قریب ہے اس لئے اب ہم بہتر ہو جائیں گے۔ یہ سوال کافی پرانا ہے اس سوال کا تفصیلی جواب آ گیا ہے اس لئے میں مطمئن ہوں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ!۔۔۔ سوال relevent ہو۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: شکریہ۔ relevant ہو گا۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ "جز (ب) میں انہوں نے جنرل کیڈر کے ڈاکٹروں کا طریق کار بتایا ہے کہ A.C.R کا ریکارڈ مکمل نہ ہے۔" بار بار انہوں نے یہی لکھا ہے کہ "صرف سات ڈاکٹروں کا مکمل تھا۔" مسئلہ ہی یہی ہے کہ A.C.R متعلقہ ڈاکٹر کو دکھائی ہی نہیں جاتی کیونکہ اس ڈاکٹر کا ذمہ نہیں ہے کہ وہ اپنی A.C.R لے کر پھرے۔ یہ محکمے کی کمزوری ہے، یہی بات انہوں نے خود commit کر لی ہے۔ A.C.R جاری کرنے کے لئے یا تو آپ گورنمنٹ کے ہر میڈیکل ڈاکٹر کو فائلیں دے دیں کہ اپنی اپنی فائل پوری کر کے لاؤ۔ آپ خود ڈیپارٹمنٹ میں جا کر

دیکھ لیں کہ وہاں پر محکمے کی کس قدر بڑی کمزوری ہے یا تو وہ allow کریں کہ ہر ڈاکٹر اپنی A.C.R خود لکھ کر آگے پیش کرے لیکن جب A.C.Rs مکمل نہیں ہیں تو وہ کس کے ذمے ہے؟ مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ اس بات کا جواب وہ مجھے اب خاطر خواہ دیں گے۔ میری آپ سے التماس اور درخواست ہے کہ خدارا اس A.C.R system کو foolproof بنایا جائے کیونکہ یہی وجہ ہے کہ تمام اداروں کے سربراہ ہی نہیں ہیں۔ پروفیسر، اسسٹنٹ پروفیسر نہیں ہیں بلکہ ایک ایک ادارے میں 24/24 پروفیسر ہی نہیں ہیں۔ اتنا بڑا white elephant میڈیکل کالج کھولنے کی کیا ضرورت ہے؟ پروموشن بھی صرف اس لئے نہیں ہو رہی کہ A.C.R system foolproof نہیں ہے اور یہ ذمہ داری محکمے کی ہے۔ ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ فائل نہیں مل رہی، اس کا cover نہیں مل رہا۔ میں کہتی ہوں کہ A.C.R قطعاً کسی ڈاکٹر کی ذمہ داری نہیں ہے۔ میں اپیل کرتی ہوں کہ آپ اس کے لئے کوئی special انتظام کریں کیونکہ اس کے بغیر یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ نقصان پروموشن کا نہیں ہے بلکہ نقصان اس ادارے کا ہے جس کے اوپر سربراہ آپ اس لئے نہیں لا سکتے کہ A.C.R مکمل نہیں ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر خوراک / صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے جو A.C.R کے حوالے سے بات کی ہے اس میں ایک طرف سے معاملہ نہیں چل سکتا۔ جس کی A.C.R لکھی جانی ہے اور جس نے پروموشن حاصل کرنی ہے وہ خود ہی اس میں interest نہ لے تو یہ معاملہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اس کے بعد اگر اس کو کوئی problems face ہو رہی ہیں تو اس سلسلے میں سینئر آفیسر جس نے اس کی A.C.R لکھنی ہے اس کی availability اور ان کے ساتھ اس کا liaison ہونا بہت ضروری ہے۔ محترمہ جواب تو سن نہیں رہیں۔ میں معذرت سے کہوں گا کہ اگر یہ سن لیں تو مہربانی ہوگی۔

جناب سپیکر: .Attention please محترمہ! اپنے سوال کا جواب سن لیجئے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف و مذہبی امور (جناب افتخار احمد خان): ہن جواب تے لے لوو۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: میں سن رہی ہوں۔آپ خاموش رہیں۔

جناب سپیکر: بلوچ صاحب! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف و مذہبی امور(جناب افتخار احمد خان): آپ بھی خاموش رہیں۔

DR. SAMIA AMJAD: You shut up.

(اس مرحلہ پر پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف جناب افتخار احمد خان
نے بیٹھے بیٹھے کہاYou, you, you shut up)

MR. SPEAKER: Please sit like a gentleman and be careful.

(قطع کلامیاں)

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! ان کو شرم آنی چاہئے۔انہوں نے ایسی بات کیوں کی ہے؟

جناب سپیکر: وہ بات ہو گئی ہے۔ میں نے کر دی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ان کو شرم آنی چاہئے۔

جناب محمد یار ہراج: ایسی باتیں کرتے ہوئے ان کو شرم آنی چاہئے۔یہ معافی مانگیں۔

جناب سپیکر: جی، میں نے ان سے بات کر دی ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! یہ معذرت کریں ان کو ایسی بات کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟

جناب محمد یار ہراج: ان سے کہیں کہ یہ معافی مانگیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ پارلیمانی سیکرٹری ہو کر اس طرح کی حرکتیں کر رہے ہیں؟

جناب سپیکر: لغاری صاحب! میری بات تو سنیں۔ اگر آپ میری بات نہیں سن رہے تو میں کیا کروں؟ ان سے بات ہو گئی ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: ان کو ایسی بات کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔

معزز ممبران حزب اختلاف: پارلیمانی سیکرٹری معافی مانگیں ورنہ ہم واک آؤٹ کریں گے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! انہوں نے بدتمیزی کی ہے۔

جناب سپیکر: بلوچ صاحب! اگر آپ نے کوئی غلط بات کی ہے تو پھر ان سے معذرت کر لیں۔ پلیز تمام اراکین تشریف رکھیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! انہیں معافی مانگنی چاہئے۔

جناب سپیکر: اگر ان کو کوئی بات غلط محسوس ہوئی ہے تو میں معذرت چاہتا ہوں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف و مذہبی امور (جناب افتخار احمد خان): جناب سپیکر! پہلے انہوں نے جو الفاظ کہے ہیں ان سے وہ معذرت کریں۔ میں کبھی نہیں کروں گا۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف نے کہا کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے غلط الفاظ استعمال کئے ہیں ہماری محترمہ نے نہیں کئے)

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف و مذہبی امور (جناب افتخار احمد خان): جناب سپیکر! آپ ریکارڈ نکال لیں۔ پہلے انہوں نے غلط الفاظ استعمال کئے ہیں اس لئے وہ معذرت کریں۔

جناب سپیکر: بلوچ صاحب! آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

جناب محمد یار ہراج: پارلیمانی سیکرٹری ہو کر ان کو شرم نہیں آتی۔ انہوں نے غلط الفاظ استعمال کئے ہیں ان کو معافی مانگنی چاہئے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب سپیکر: وہ معافی مانگ رہے ہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: یہ پہلے ٹھیک سے معافی مانگیں۔

جناب سپیکر: بلوچ صاحب! آپ معذرت کریں۔ ہاؤس میں ایسی بات ٹھیک نہیں ہے۔

وزیر خوراک / صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! اپوزیشن کے اراکین کو بلائیں۔ بلوچ صاحب بات کرنے کے لئے تیار ہیں۔

جناب سپیکر: بلوچ صاحب! اگر ڈاکٹر صاحبہ کو کوئی بات محسوس ہوئی ہے تو آپ معذرت کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف و مذہبی امور (جناب افتخار احمد خان): جناب سپیکر! آپ ریکارڈ نکال کر دیکھ لیں۔ پہلے انہوں نے بات کی ہے۔

جناب سپیکر: بلوچ صاحب! اگر آپ کی بات سے ان کی دل آزاری ہوئی ہے تو اس پر آپ معذرت کر لیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف و مذہبی امور (جناب افتخار احمد خان): جناب سپیکر! چلو اگر دل آزاری میری گل توں ہوئی اے تے اوہ آ جاون، کوئی گل نئیں۔

جناب سپیکر: بلوچ صاحب! دیکھیں۔ اسے مذاق نہ بنائیں، یہ ہاؤس ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف و مذہبی امور (جناب افتخار احمد خان): جناب سپیکر! آپ کا حکم ہے۔ وہ خاتون ہیں اور اگر آپ یہی سمجھتے ہیں تو میں ان سے معذرت کر لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، اب انہوں نے کہا ہے کہ میں معذرت کرتا ہوں۔ پلیز اپوزیشن والے اراکین بات ختم کریں اور اندر آئیں۔

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: ضمنی سوال۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: کرنل صاحب! چودھری جاوید صاحب بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہیں وہ بھی ضمنی کریں گے تو یہ سارا ٹائم ایک ہی سوال پر گزر جائے گا۔

وزیر خوراک / صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں پہلے جواب دے رہا تھا جو A.C.R کے بارے میں یہاں بات کی گئی تھی۔

جناب سپیکر: جی، وہ آ جاتے ہیں تو پھر جواب دے لیجئے گا۔ پہلے کرنل صاحب کی بات سن لیں۔

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: جناب سپیکر! میں گزارش یہ کرنا چاہ رہا تھا کہ گریڈ 19,18,17 اور 20 کی بات ہو رہی ہے تو یہ ہمارا سسٹم ہے جس میں پروموشن ہوتی جاتی ہے۔ ہمارے grades میں ایک parity آ گئی ہے جس میں pay scale گریڈ 17 کے مطابق salaries ملنی چاہئیں لیکن

محکمہ صحت میں ایک نیا گریڈ چل پڑا ہے کہ جس میں کچھ ہسپتالوں میں job کرنے کی وجہ سے salary enhance مل رہی ہے۔ گورنمنٹ ڈیپارٹمنٹ اس سے brain drain ہو رہے ہیں اور لوگ ان ہسپتالوں کی طرف دوڑ لگائے ہوئے ہیں۔ میں منسٹر صاحب سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ کیا اس کو ہم ایک جگہ پر نہیں رکھ سکتے تاکہ تمام ڈاکٹروں کو یکساں ایک ہی گریڈ میں کام کرنے کا موقع ملے اور وہ ایک ہی level پر ہوں تاکہ سرکاری ہسپتال خالی نہ ہو جائیں اور وہاں کے مریض پریشان نہ ہوں۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر خوراک / صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! انہوں نے pay scale اور گریڈ 17 کے بارے میں جو بات کی ہے اس کے لئے وضاحت کرنا اس لحاظ سے ضروری ہے کہ ہمارے کچھ B.H.Us جہاں پر بنیادی سہولتیں نہ ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر نہیں جاتے کیونکہ وہ backward areas ہیں وہاں سے اور ڈسٹرکٹ ہسپتالوں کے درمیان ایک فاصلہ ضرور رکھا ہوا ہے کیونکہ وہاں پر لوگ اگر جانے کے لئے تیار نہیں تھے تو ایک پالیسی کے تحت enhance کیا گیا تھا کہ ان کو زیادہ تنخواہ دی جائے تاکہ attraction پیدا ہو اور لوگ ان جگہوں پر جائیں جہاں پر بڑے شہروں والی سہولتیں نہیں ہیں اس لئے یہ فرق موجود ہے اور اس کو بھی revise کیا جا رہا ہے کہ آیا! اس سے کچھ فرق پڑا ہے یا نہیں۔ اس کے لئے ایک کمیٹی already کام کر رہی ہے اور انشاء اللہ اگلے مہینے مکمل پالیسی بیان کر دی جائے گی۔

جناب سپیکر: جی، چودھری جاوید صاحب!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں اپنے فاضل دوست سے یہ request کرنا چاہوں گا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے جواب دیتے ہوئے انہوں نے A.C.Rs کے بارے میں کہا کہ آفیسروں کی خود اپنی ذمہ داری ہے۔ They should be interested in their own A.C.Rs and I am sorry to say کہ یہ اچھی روایت نہیں ہے۔ یہ ذمہ داری گورنمنٹ اور ان آفیسروں کے سربراہان کی ہے کہ وہ ان کی A.C.R لکھیں نہ کہ اس آفیسر کی کہ وہ اپنی A.C.R

لکھوانے کے لئے ان کے پیچھے پھرے۔ دوسری بات جو کرنل صاحب نے کی ہے اس حوالے سے میں یہ گزارش کروں گا کہ اس پالیسی کی وجہ سے less developed areas کو، کچھ کو declare کر دیا گیا۔ B.H.Us میں زیادہ تنخواہیں ہیں جس وجہ سے بڑے ہسپتالوں میں ڈاکٹر نہیں مل رہے۔ ہمارے ہاں بہت زیادہ مسائل ہیں اور ہمیں پاکپتن میں بھی یہ مسئلہ درپیش ہے۔ حکومت کو آٹھ ماہ ہو گئے ہیں لہذا ہم اس کو finalize کریں۔ ابھی تک یہ پالیسی جو formation نہیں ہوئی اس وجہ سے بھی مسائل آ رہے ہیں۔ آخری request میں یہ کروں گا کہ ہمیں ہیلتھ پالیسی بناتے وقت مستقبل کو دیکھنا چاہئے جس طرح ایمرجنسی میں ادویات مفت دی جا رہی ہیں اسی طرح سے ہمیں emergency at home کا بھی سوچنا چاہئے یعنی اگر گھر میں کسی کو فوری طور پر ایمرجنسی ہے تو ڈاکٹر کو وہیں پر جا کر دیکھنے کا بندوبست مستقبل کی پالیسی میں رکھنا چاہئے۔ میرے آگے دو سوال ہیں ان کی باری ابھی نہیں آ رہی kindly ان کو pending فرما دیں۔

جناب سپیکر: نہیں۔ آج pending والی بات میں نہیں کروں گا۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ان کی ابھی باری ہی نہیں آ رہی۔

جناب سپیکر: نہیں۔ یہ آپ کی صوابدید ہے۔ اگر آپ اپنے ایجنڈے کے مطابق نہیں چلنا چاہتے تو مجھے نہ کہیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ایجنڈے کے حساب سے اگر باری آتی ہے تو میں اس کے لئے تیار ہوں۔

وزیر خوراک / صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر معذرت بھی ہو گئی ہے اور اپوزیشن والے باہر چلے گئے ہیں۔ آپ کسی کی ڈیوٹی لگائیں تاکہ وہ جا کر ان سے بات کر سکیں۔

جناب سپیکر: وزیر ایکسائز و ٹیکسیشن اور مال دونوں صاحبان جا کر اپوزیشن سے بات کر کے انہیں ایوان میں لے کر آئیں۔

(اس مرحلہ پر وزیر ایکسائز و ٹیکسیشن اور مال اپوزیشن
کو منانے کے لئے ایوان سے باہر چلے گئے)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثنااللہ خان): جناب سپیکر! جس وقت یہ مسئلہ پیدا ہوا تو ہمارے بھائی افتخار بلوچ نے سیٹ پر بیٹھے ہوئے کوئی comments pass کئے جو میں سمجھتا ہوں کہ rules کے مطابق بھی نہیں تھے اور مناسب بھی نہیں تھے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اپوزیشن کے دوست تشریف لے آئیں۔ میں نے افتخار بلوچ صاحب سے کہا ہے کہ وہ جس انداز میں چاہتے ہیں اسی انداز میں معذرت کریں کیونکہ معذرت کرنے میں کوئی عار نہیں ہے، اگر ایک غلطی سرزد ہو جائے تو پھر معذرت کرنے میں بڑائی ہے کوئی کمی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: میں خود اپوزیشن کے ساتھیوں سے درخواست کر رہا ہوں کہ وہ مہربانی فرما کر ایوان میں تشریف لائیں۔ ان کی پوری طرح سے حق رسی کی جائے گی اور کر بھی دی گئی ہے۔ اگر پھر بھی وہ سمجھتے ہیں کہ کوئی معاملہ الجھا ہوا ہے تو اسے انشاءاللہ تعالیٰ سلجھا دیں گے۔ جی، ندیم کامران صاحب!

وزیر خوراک / صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! پاکپتن سے جاوید صاحب نے A.C.R کے بارے میں بات کی ہے تو میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ ان کی ذمہ داری ہے لیکن میں ان کی دلچسپی کی بات کر رہا ہوں اور اس میں کچھ ایسے ڈاکٹر بھی ہیں جو ریٹائرڈ ہو چکے ہیں اور وہ سروس میں نہیں ہیں۔ اس کے لئے میں نے انہیں یہ جواب دینا تھا جو انہوں نے کہا کہ آپ efforts کیا کر رہے ہیں؟ اس ایوان کو بتانے کے لئے میں یہ عرض کر دوں کہ ان سب چیزوں کے سسٹم کو سمجھتے ہوئے اور اس کی کو محسوس کرتے ہوئے، یہاں پر ایک ایسا طریقہ بھی اپنایا جا رہا ہے جس سے سب کو مل بیٹھ کر یہ opportunity مل سکے کہ وہ A.C.R لکھوا بھی سکیں اور اس پر کام بھی ہو سکے تو اگلے ماہ مارچ میں A.C.R میلے کا انعقاد کر رہے ہیں جو علامہ اقبال میڈیکل کالج میں ہو گا جہاں پر ریٹائرڈ ہونے والے پرانے ڈاکٹروں کو بھی بلایا جا رہا ہے اور یہاں پر ان لوگوں کو invite کیا جا رہا ہے جن کی A.C.R ابھی pending پڑی ہوئی ہیں تاکہ انہیں ایک opportunity ملے کہ ایک دن میں وہ بیٹھ کر ایک دوسرے سے بات کر سکیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف واک آؤٹ ختم کر کے
ایوان میں واپس تشریف لے آئے)

جناب سپیکر: جی، اگلا سوال محترمہ عارفہ خالد صاحبہ کا ہے۔

محترمہ عارفہ خالد پرویز: میرے سوال کا نمبر 190 ہے اور اسے پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

سرکاری ہسپتالوں میں زچہ و بچہ کی اموات
کی وجوہات اور اس کی سرکاری روک تھام کے اقدامات

*190: **محترمہ عارفہ خالد پرویز:** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ پنجاب میں زچگی کے دوران زچہ و بچہ کی اموات کا ریکارڈ مرتب کیا جاتا ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ سرکاری ہسپتالوں میں دوران زچگی، زچہ و بچہ کی اموات کا ریکارڈ مرتب کیا جاتا ہے، اس کی شرح تناسب سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ج) دوران زچگی زچہ و بچہ کی اموات کی وجوہات کیا ہیں تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(د) کیا حکومت پنجاب دوران زچگی، زچہ و بچہ کی اموات میں کمی لانے کے لئے اقدامات کر رہی ہے تو اس کے بارے میں ایوان کو تفصیل سے آگاہ کیا جائے اگر نہیں تو اس کی وجوہات بیان فرمائیں؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) جی ہاں- صوبہ پنجاب میں زچگی کے دوران زچہ و بچہ کی اموات کا ریکارڈ مرتب کیا جاتا ہے۔

(ب) جی ہاں- سرکاری ہسپتالوں اور متعلقہ مراکز صحت پر بھی یہ ریکارڈ مرتب کیا جاتا ہے- مزید برآں یہ ریکارڈ یونین کونسل کے ڈیتھ رجسٹر میں بھی ہوتا ہے اور کور ڈایریا میں لیڈی

ہیلتھ ورکر بھی یہ ریکارڈ بھیجتی ہیں جس کو سنٹرلی کمپیوٹرائز کیا جاتا ہے۔ماؤں کی شرح اموات کا تناسب (Live Birth) 340/100000 ہے۔

(ج) دوران زچگی زچہ و بچہ کی اموات کی وجوہات درج ذیل ہیں:۔

1- زچگی سے پہلے، دوران اور بعد میں خون کا ضیاع (Hemorrhage)

2- انفیکشن (Sepsis)

3- زہرباد (Toxemia)

4- زچگی میں رکاوٹ (Obstructed Labor)

5- حمل کا ضیاع (Abortion)

(د) جی ہاں۔حکومت پنجاب نے اس کے لئے کئی اقدامات کئے ہیں اور سہولیات کو مزید مستحکم کرنے کے لئے حکومت نے کئی Vertical پروگرام شروع کئے ہیں۔

1- National Maternal Newborn & Child Health (MNCH) Programme.

2- Safe Motherhood

3- National Programme for F.P & P.H.C

4- Expended Programme on Immunization (E.P.I)

5- عالمی ڈونر ایجنسیاں WHO< UNICEF, UNPFPA & PAIMAN حکومت کے ساتھ ان پروگراموں میں تعاون کر رہے ہیں۔تمام لیڈی ڈاکٹرز، نرسز، لیڈی ہیلتھ وزیٹرز اور لیڈی ہیلتھ ورکرز دوران زچگی زچہ و بچہ کے علاج معالجے کی خدمات مہیا کرتے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): شکریہ۔جناب سپیکر! ایک نہایت ہی غیر مہذب اور جو کبھی یہاں پر نہیں ہوا اس قسم کا واقعہ ہوا ہے اور میں پہلے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں پھر بعد میں

اس بات کو سراہتا ہوں کہ وزیر قانون صاحب نے اس کو acknowledge کیا اور اس چیز کو on board اور on record بھی لے آئے کہ ایسی چیزیں نہ تو ان معزز اور موقر اداروں کے لئے باعث افتخار ہوتی ہیں اور نہ ہی ان کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہئے۔ ہمارے ساتھی جو یہاں پر بلوچ صاحب جو کہ پارلیمانی سیکرٹری بھی بن گئے ہیں، جب آپ rules کی کتاب پڑھیں تو اس میں government کے آگے ایک dot کے بعد لکھا ہوا ہے کہ government means پارلیمانی سیکرٹری، منسٹرز اور وزیراعلیٰ، یہ تین چیزیں گورنمنٹ ہوتی ہیں۔ اس میں دوسری کوئی شخصیت چیئرمین سٹینڈنگ کمیٹی اور نہ ہی کوئی ایم پی ایز ہیں۔ گورنمنٹ کے یہ تین tears ہیں اور اس کے پہلے tear موصوف بلوچ صاحب ہیں۔ انہوں نے ایک دفعہ پہلے بھی اس طرح کیا ہے اور یہ نہ صرف زبان سے بلکہ اپنے ہاتھوں کے ساتھ بھی اگر کسی نے ویڈیو بنائی ہو تو وہ چلائی جا سکتی ہے، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے لئے یہ باعث شرم بات ہے کہ اگر میڈیا اس کے اوپر بھی لکھے اور آج اس کے لئے آپ نے cognizanee لے لی اور وزیر قانون صاحب نے فرمایا جس کے لئے ہم آپ کے مشکور ہیں لیکن میں یہ recommend کروں گا کہ آئندہ کے لئے یہ جب تک لگاتار اجلاسوں میں اپنا conduct بہتر نہیں کرتے، ان کی پارلیمانی سیکرٹری شپ suspend کی جائے۔ اس طرح کی حرکات خواتین کے اوپر کرنا حکومت کے ماتھے کے اوپر ایک سیاہ نشان ہے۔ ہم آپ کا حکم تابع لائیں گے اور آپ کا حکم بجالائیں گے اور میں آپ سے یہ بھی استدعا کروں گا کہ اگر ہم میں سے اس کا کوئی ہزارواں حصہ بھی ایسا کرے تو آپ ہمیں جو مرضی سزا دیں ہم اس سزا کو بھی قبول کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن خدارا یہ کوئی بات ایسی نہیں ہوتی جو کسی دوسرے کو نہیں کرنی آتی، یہ کوئی ایسی زبان نہیں ہوتی جو دوسرے کو ٹیڑھا بولنا نہیں آتا اور یہ کوئی ایسی ذات نہیں ہوتی جس پر دوسری ذات والا بات نہیں کر سکتا۔ ایسی بات ہی نہیں کی جانی چاہئے اور ہم کرنا نہیں چاہتے۔ یہاں سے ہمارے رویے، ہماری روایات باہر نکلنی ہیں۔ لوگ کیا کہیں گے کہ ایک پارلیمانی سیکرٹری نے جو حکومت ہے اور جہاں سے حکومت شروع ہوتی ہے اس نے آج اس طرح ہاتھ ہلائے، اس نے ایک خاتون کو یہ کہا لیکن ان کی بچت یہ ہو جائے گی کہ لا منسٹر صاحب نے اس کو برا جانا۔ اس وجہ سے میڈیا میں اس حکومت کی آج پھر saving ہو جائے گی۔ میں

جناب سے یہ استدعا کروں گا کہ آپ ہم سب کو سختی سے ہدایت کیجئے کہ ہم اخلاقیات کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: میں چودھری صاحب اور اپوزیشن کے بھائیوں اور بہنوں کا بھی بہت شکر گزار ہوں۔ ہمارے لئے اس مقدس اور معزز ایوان کے تمام ممبران یقینی طور پر قابل احترام ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہی چیز آپ کا اثاثہ ہے۔ آپ نے مستقبل میں ہمارے بعد آنے والوں کے لئے اچھی روایات چھوڑنی ہیں اور بلوچ صاحب! میں آپ سے گزارش کر چکا ہوں اور آپ نے معذرت بھی کر لی ہے لیکن یہ بات مستقبل میں کسی میری معزز بہن اور کسی معزز رکن کی طرف سے بھی دہرائی نہیں جانی چاہئے کیونکہ اس قسم کی باتوں سے پھر معاملات خراب ہوتے ہیں۔ بہن کی دل آزاری ہوئی ہے تو مسٹر بلوچ صاحب! آپ کی طرف سے میں معذرت کر رہا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ڈاکٹر سامیہ امجد: شکریہ۔ جناب سپیکر!

جناب سپیکر: ہم اب آگے بڑھتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ عارفہ خالد صاحبہ کا سوال ہے۔

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جناب سپیکر! یہ بڑا اہم، ہر گھر اور آنے والی نسلوں کا معاملہ ہے کیونکہ ہمارا ملک پاکستان infant mortality کے rate میں دنیا کے اندر high numbers پر ہے اور اس سے ہمارے ملک کی باقی ممالک کے سامنے بے عزتی ہوتی ہے کہ اس چیز کے اوپر کیوں کام نہیں کیا جا رہا اور یہ ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے اس لئے میں کچھ ضروری سوال کرنا چاہتی ہوں۔

جز (الف) کے جواب میں بچوں اور خواتین کی اموات کا ریکارڈ دیا گیا ہے تو اس کی credibility کس طرح بنائی جاتی ہے کیونکہ یہ lady health workers جو ریکارڈ آپ کو بھیجتی ہیں آپ اس کی transparency کیسے رکھ سکتے ہیں؟ بہت سے بچے آج بھی گھروں میں پیدا ہوتے ہیں اور خاص طور پر اگر اس ریکارڈ کی کوئی eligibility or credibility ہوتی تو definitely لڑکیوں کی اموات لڑکوں سے زیادہ نہ ہوتیں۔ آج ہمارے پاس موجود ریکارڈ کے مطابق ہمارے ملک میں بچیاں زیادہ مرتی ہیں اور بچے کم مرتے ہیں۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ میں نے جز (ب) اور جز (ج) میں پوچھا تھا کہ ان اموات کی وجوہات کی تفصیل بتائی جائے تو دی گئی تفصیل نامکمل ہے۔

میرے خیال میں family community, government, child health, اور sanitation, sterilization یہ بہت اہم چیزیں ہیں جو mention بھی نہیں کی گئیں اور on top of a basic education اس کے لئے ان بچوں اور عورتوں کی اموات سے بچنے کے لئے کیا اقدامات کئے جاتے ہیں، میرا یہ بھی سوال ہے کہ جب آپ باہر کی donor agencies سے مدد لیتے ہیں جن میں یونیسیف بھی شامل ہے تو کیا اس میں ڈاکٹر کی ٹریننگ بھی کی جاتی ہے اور Lady Health Visitor کی ٹریننگ کا کس حد تک ریکارڈ رکھا جاتا ہے تاکہ اموات کی شرح کم سے کم ہو سکے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر خوراک / صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! فاضل ممبر نے جز(الف)، (ب) کے بعد جز(ج) کے بارے میں بات کی ہے اور پوچھا گیا ہے کہ وہ کیا جوہات ہیں جس کی وجہ سے زچہ بچہ کی اموات ہوتی ہیں؟ اس میں ایک دو چیزیں شامل نہیں کی گئیں وہ اتنی simple سی ہیں اور understood ہیں کہ اگر ان کو بھی یہاں mention کرنا شروع کر دیں تو۔۔ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ sterilization بھی اس کا ایک مسئلہ ہے اس میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے۔ انہوں نے جو آخر میں پوچھا ہے کہ جو N.G.Os یا دوسرے donors وغیرہ باہر سے آتے ہیں اور محکمہ ان سے support لیتا ہے یا ان کے پروگرام میں حصہ لیتے ہیں تو اس کا ریکارڈ ہونا چاہئے تو وہ ریکارڈ بھی موجود ہے جب یہ detail چاہیں گی تو وہ ہم provide کر دیں گے۔

کرنل (ر) نوید اقبال ساجد: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

کرنل (ر) نوید اقبال ساجد: شکریہ، جناب سپیکر! میں ایک ایسی چیز کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور بعد میں اس پر سوال بھی کروں گا کہ ہمارا paramedics کا اس وقت اتنا problem ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ صرف ضمنی سوال کریں۔

کرنل (ر) نوید اقبال ساجد: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال ہی کروں گا اور اس کو میں relate کروں گا۔ میری صرف دو منٹ کی گزارش ہے۔یہاں پر سیکرٹری صاحب بھی بیٹھے ہیں، محکمہ صحت کے افسران بالا بھی موجود ہیں اور منسٹر صاحب بھی ہیں۔اس وقت problem یہ ہے کہ paramedics کی اتنی کمی ہے کہ میں اپنی مثال دے سکتا ہوں کہ لیاقت پور کے T.H.Q میں 129 کا سٹاف authorized ہے جبکہ وہاں صرف 62 موجود ہے۔اس کا مطلب ہے کہ 50 فیصد short fall ہے۔میں سوال یہ کرنا چاہتا ہوں کہ کیا rural area میں paramedics کے لئے ایسے انتظامات کئے جارہے ہیں کہ وہاں پر training ہوسکے یا ان کے لئے عارضی کالج قائم کردیئے جائیں تاکہ وہاں پر trained لوگ مل سکیں؟ E.D.O Health چھ دفعہ advertise کرچکے ہیں، چھ دفعہ advertise کرنے کے باوجود بھی لوگ نہیں مل رہے کیونکہ qualified لوگوں کی بہت کمی ہے۔اس میں میرا سوال یہی ہے کہ اگر اس کے لئے کچھ اس طرح کا انتظام ہو جائے اور اس پر محکمہ غور کرے کہ paramedics کے لئے as a special training یا as a special course run کرکے اس shortfall کو ختم کیا جائے اس سے پورے علاقے اور صوبے کی بہتری ہوگی۔

جناب سپیکر: جی،وزیر موصوف!

وزیر خوراک / صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! اس میں بہت واضح بات ہے اس پر باقاعدہ walk in interviews ہوتے ہیں اور ڈاکٹروں کو invite کیا جاتا ہے۔یہاں پہلے والا سسٹم نہیں ہے کہ ایک پوسٹ advertise کی جائے پھر اس کا انتظار کیا جائے اور بعد میں انٹرویوز ہوں۔جب ایک تاریخ گزر جائے پھر اس کے بعد چھ ماہ کی تاریخ آجائے۔اب ہر مہینے کے پہلے منگل اور تیسرے منگل walk in interviews کی اجازت ہے لیکن اگر ڈاکٹر نہیں آتے تو یہ problem create ہوئی ہے اور اس کو resolve کرنے کے لئے یہی کیا جاسکتا ہے کہ جتنے ڈاکٹر interested ہوں گے یا وہ walk in interview کے لئے آئیں گے ہم انہی کو appoint کرلیں۔ حکومت already اس پر work کررہی ہے کہ اگر ڈاکٹر available نہیں ہیں یا وہ interviews کے لئے نہیں آرہے ہیں تو اس کے لئے ڈاکٹروں کی باقاعدہ permanent basis پر appointment کی جائے کیونکہ پہلے

adhoc system کے تحت ان کو appoint کیا جاتا تھا، کچھ ایسے علاقے ہیں جہاں پر ڈاکٹر جانا پسند بھی نہیں کرتے اور وہاں کے لئے ڈاکٹر انٹرویو بھی نہیں دیتے جس کی وجہ سے ڈاکٹروں کی availability بھی نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے وہ علاقے suffer کر رہے ہیں۔ اب پنجاب حکومت یہ کوشش کر رہی ہے کہ ہم خود interviews کریں اور ڈاکٹروں کو bound کریں کہ وہ وہاں پر جائیں اور جاکر اپنی jobs کو continue کریں۔ یہ تبدیلی ہم لا رہے ہیں لیکن اس میں ابھی تھوڑا سا ٹائم لگے گا۔

جناب سپیکر: وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر خوراک / صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

گنگا رام ہسپتال میں ڈاکٹر اور چند اہلکاران کو تین ماہ کی سپیشل تنخواہ دینے کا مسئلہ و دیگر تفصیلات

*223: چودھری عامر سلطان چیمہ: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گنگا رام ہسپتال کے ایم ایس اور بورڈ آف مینجمنٹ نے ڈاکٹر رؤف اے ایم ایس، سسٹر شمسہ بٹ ہیڈ نرس، رفعت نیاز فارماسسٹ، شہزاد کلرک اور شوکت وارڈ بوائے کو تین ماہ کی سپیشل تنخواہ دی، یہ تنخواہ کس قانون اور قاعدے کے تحت دی گئی، مذکورہ افسران واہلکاران کو کتنی رقم سے نوازا گیا تفصیل بیان کریں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ تمام ملازمین صبح کے وقت مختلف پرائیویٹ کلینکس پر ڈیوٹی کرتے ہیں جبکہ ہسپتال میں مذکورہ اہلکاران کی ڈیوٹی شام کے وقت ہے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ صبح کے وقت ڈیوٹی کرنے والے تمام سٹاف کی ڈیوٹی بہت مشکل ہوتی ہے اور مریضوں کا بہت زیادہ تعداد میں آنا جانا ہوتا ہے جبکہ سیکنڈ ٹائم مریضوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے ؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان مذکورہ لوگوں کو تین بنیادی تنخواہیں غیر قانونی طور پر دی گئیں اور جو کام کرنے والے ملازمین جن میں پروفیسرز، ڈاکٹرز، پیرامیڈیکل سٹاف، نرسز، وارڈبوائے وغیرہ شامل ہیں ان کو نظر انداز کر دیا گیا ہے ؟

(ہ) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ ملازمین کو دی گئی غیر قانونی رقوم کو واپس لینے اور ایم ایس و دیگر ذمہ داران کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک اور اگر نہیں تو وجوہات کیا ہیں تفصیل سے آگاہ فرمائیں ؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) پنجاب میڈیکل اینڈ ہیلتھ انسٹی ٹیوشنز ایکٹ 2003 کے رول شیڈول V کی شق نمبر 25 کے تحت بورڈ آف مینجمنٹ کو فل پاورز ہیں کہ وہ اچھی کارکردگی کی بنا پر کسی بھی ملازم کو اعزازی تنخواہ دے سکے (رول کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) مذکورہ افسران و اہلکاران کو درج ذیل اعزازی تنخواہیں دی گئی ہیں:-

1	ڈاکٹر عبدالروف	اے ایم ایس	دو بنیادی تنخواہیں	56000
2-	شمسہ بٹ	ہیڈ نرس	تین بنیادی تنخواہیں	48639
3-	رفعت ناز	فارماسسٹ	تین بنیادی تنخواہیں	69000
4-	شہزاد	کلرک	تین بنیادی تنخواہیں	16020
5-	شوکت	وارڈ بوائے	تین بنیادی تنخواہیں	13710

(ب) یہ درست نہیں ہے کہ یہ ملازمین صبح کے وقت پرائیویٹ کلینکس پر کام کرتے ہیں اور ان تمام ملازمین کی ہسپتال میں صبح کی ڈیوٹی ہے ماسوائے ہیڈ نرس شمسہ بٹ کے جو کہ ایوننگ شفٹ پر ہے اور تسلی بخش کام کر رہی ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ صبح کے وقت مریضوں کی آمد و رفت زیادہ ہوتی ہے۔

(د) پنجاب میڈیکل اینڈ ہیلتھ انسٹی ٹیوشنز ایکٹ 2003 کے تحت بورڈ آف مینجمنٹ کے پاس اعزازی تنخواہ دینے کا مکمل اختیار موجود ہے مگر تین بنیادی تنخواہیں بطور اعزازیہ دینے کے اختیار و عمل کی قانونی درستی کو جانچنے کے لئے محکمانہ چھان بین کا آغاز کر دیا گیا ہے۔

(ہ) محکمانہ چھان بین کے نتائج آتے ہی مناسب کارروائی کی جائے گی۔

سرکاری ہسپتالوں میں ہیپاٹائٹس "بی" اور "سی" کے مریضوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*268: **محترمہ عارفہ خالد پرویز:** کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ہیپاٹائٹس (بی) اور (سی) کا علاج بہت مہنگا ہونے کے باعث ایک عام آدمی کی دسترس سے باہر ہے، اس کے علاج کے لئے ایک مریض پر کل کتنا خرچہ آتا ہے؟

(ب) صوبہ پنجاب کے کتنے سرکاری ہسپتالوں میں اس وقت ہیپاٹائٹس (بی) اور (سی) کے مریضوں کا ٹیسٹ اور علاج ہو رہا ہے؟

(ج) اس مرض میں مبتلا مریضوں کو کون کون سی دوائی اور انجکشن لگائے جا رہے ہیں، تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) کیا حکومت صوبہ بھر کے تمام سرکاری ہسپتالوں میں ہیپاٹائٹس (بی) اور (سی) کے تمام ٹیسٹ اور علاج فری کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) جی ہاں! اس کا علاج اور تشخیص بہت مہنگی ہے۔ ہیپاٹائٹس (سی) کے مریض کے علاج کا خرچ 40 ہزار سے لے کر ساڑھے تین لاکھ روپے ہے ہیپاٹائٹس بی کا خرچ علاج 40 ہزار روپے ہے اور اس کا دورانیہ ایک سال ہے۔

(ب) صوبہ پنجاب کے تمام ضلعی ہسپتالوں کے علاوہ مندرجہ ذیل ہسپتالوں میں علاج کی سہولت دستیاب ہے:-

جناح ہسپتال، میو ہسپتال، سروسز ہسپتال، لاہور جنرل ہسپتال، نشتر ہسپتال، بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال، شیخ زید ہسپتال ہولی فیملی ہسپتال اور ڈی ایچ کیو ہسپتال، فیصل آباد۔

(ج) ہیپاٹائٹس (سی) کے Casual Repairing Convention Interferon 3 MIVU 72 ٹیکوں کا کورس جو کہ 6 ماہ کے عرصہ پر محیط ہوتا ہے۔اس وقت مختلف کمپنیوں کی ادویات میسر ہیں اور سب ہی کے بہتر نتائج ہیں۔

(د) حکومت پاکستان نے ہیپاٹائٹس کا علاج 2005 میں شروع کیا۔حکومت پاکستان نے سال 2007۔08 میں پنجاب بھر میں 5000 مریضوں کو مفت ادویات فراہم کی ہیں۔اس سال 2008۔09 میں مالی مشکلات کی وجہ سے مریضوں کا کوٹا کم کر دیا ہے اور 535 مریضوں کا کوٹا پنجاب کے لئے منظور کیا گیا ہے۔

حکومت پنجاب کی دلی خواہش ہے کہ عوام الناس کو ان کی دہلیز پر علاج معالجہ کی سہولتیں فراہم کرے۔اس سلسلے میں ہیپاٹائٹس کے موذی مرض کے علاج کا PC-1 بنایا گیا ہے۔ جس کے تحت پنجاب بھر میں ہیپاٹائٹس (سی) کے 5 ہزار مریضوں کو علاج کی سہولت فراہم کی جائے گی۔ہیپاٹائٹس کی یہ بنیادی شرط ہے کہ مریض کے خون کا PCR ٹیسٹ کیا جائے۔اس سلسلے میں بھی حکومت پنجاب نے انقلابی قدم اٹھایا ہے۔اور پنجاب بھر میں مندرجہ ذیل 3 ہسپتالوں میں PCR مشین نصب کی جا رہی ہے۔

(1) فیصل آباد

(2) راولپنڈی

(3) ملتان

بہاولپور اور جناح ہسپتال میں مشین پہلے ہی کام کر رہی ہے۔اس طرح پورے پنجاب میں PCR کی تشخیصی سہولیات فراہم ہو جائیں گی۔یہ علاج مہنگا ہے۔

پنجاب کے میڈیکل اداروں میں پروفیسر کی خالی اسامیوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*298: ڈاکٹر فائزہ اصغر: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پنجاب کے تمام میڈیکل کالجز میں اس وقت مختلف مضامین میں کتنے پروفیسرز، ایسوسی ایٹ پروفیسرز اور اسسٹنٹ پروفیسرز صاحبان کی اسامیاں خالی ہیں، یہ اسامیاں کب سے خالی ہیں اور ان پر کب تک بھرتی کی جائیگی؟

(ب) کیا پنجاب حکومت سے قوانین کے تحت تمام میڈیکل کالجز کے بورڈ آف مینجمنٹ کے چیئرمین کو براہ راست بھرتی کے اختیارات دیئے گئے ہیں اور کب سے اور اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) پنجاب کے میڈیکل کالجز میں اس وقت مختلف تدریسی شعبہ جات میں پروفیسرز، ایسوسی ایٹ پروفیسرز اور اسسٹنٹ پروفیسرز کی کچھ اسامیاں خالی ہیں۔ یہ اسامیاں محکمہ صحت کے مجوزہ قوانین کے مطابق بذریعہ تشہیر اداروں کی بھرتی کمیٹیوں کے تحت پر کی جاتی ہیں۔ ہر ادارہ اسامیاں خالی ہونے پر اخبار میں اشتہار دیتا ہے اور درخواستوں کی جانچ پڑتال کے بعد سپیشل سلیکشن بورڈ کی سفارشات پر محکمہ صحت احکامات جاری کرتا ہے۔

میڈیکل کالجوں میں خالی اسامیوں کی تعداد درج ذیل ہے جن کی شعبہ وار تفصیل کالجوں کے مطابق درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام ادارہ	پروفیسرز	ایسوسی ایٹ پروفیسرز	اسسٹنٹ پروفیسرز	ٹوٹل
1	کنگ ایڈورڈ میڈیکل یونیورسٹی لاہور	5	18	8	31
2	فاطمہ جناح میڈیکل کالج، لاہور	4	9	24	37
3	پوسٹ گریجویٹ میڈیکل انسٹیٹیوٹ، لاہور	5	10	11	26
4	سروسز انسٹیٹوٹ آف میڈیکل سائنسز، لاہور	10	12	10	32
5	علامہ اقبال میڈیکل کالج لاہور	--	07	15	22
6	پنجاب انسٹیٹوٹ آف کارڈیالوجی لاہور	4	1	6	11
7	انسٹیٹوٹ آف پبلک ہیلتھ لاہور	4	1	6	11
8	انسٹیٹیوٹ آف چائلڈ ہیلتھ، چلڈرن ہسپتال، لاہور	2	7	23	32

9	چلڈرن کمپلیکس / ہسپتال ملتان	1	1	3	5
10	نشتر میڈیکل کالج ملتان	8	20	20	48
11	چودھری پرویزالٰہی انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی، ملتان	6	6	8	20
12	قائداعظم میڈیکل کالج، بہاولپور	13	22	21	56
13	شیخ زید میڈیکل کالج رحیم یار خان،	24	21	6	51
14	راولپنڈی میڈیکل کالج، راولپنڈی	8	7	7	22
15	پنجاب میڈیکل کالج، فیصل آباد	4	10	23	31

(ب) جیسا کہ جز(الف)میں بیان کیا ہے کہ خالی اسامیوں پر بھرتی بذریعہ تشہیر ہوتی ہے۔ یہ بھرتی گورنمنٹ کے مجوزہ قانون "پنجاب میڈیکل اینڈ ہیلتھ انسٹیٹیوٹ ایکٹ 2003" کے تحت عمل میں لائی جاتی ہے۔اس قانون کے تحت محکمہ ہذا سپیشل بورڈ تشکیل دیتا ہے جس کا سربراہ چیئرمین ہوتا ہے ۔ سپیشل سلیکشن بورڈ کی سفارشات پر محکمہ ہذا کی سفارشات پر محکمہ ہذا منظوری کے احکامات جاری کرتا ہے ۔ یہ تمام طریق کار قانون کے مطابق اختیار کیا جاتا ہے۔

مظفر گڑھ ڈی ایچ کیو ہسپتال کے مسائل

*498: محترمہ آمنہ الفت: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مظفر گڑھ ڈی ایچ کیو ہسپتال میں امراض قلب اور امراض گردہ کے ڈیپارٹمنٹ کے لئے عمارات تیار کی جا چکی ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ عمارات موجود ہیں لیکن امراض قلب اور امراض گردہ کے مریضوں کے علاج معالجہ کا کوئی انتظام نہ ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مریضوں کو ملتان ریفر کر دیا جاتا ہے کہ ہمارے پاس علاج کی سہولیات نہ ہیں؟

(د) اگر جزہائے بالا کے جوابات اثبات میں ہیں تو کیا محکمہ تعمیر شدہ عمارات میں باقاعدہ امراض قلب اور امراض گردہ کے ڈیپارٹمنٹ کو شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) جی ہاں!

(ب) امراض گردہ کے علاج کا انتظام ہے مگر امراض قلب کا علاج ماہر امراض قلب نہ ہونے کے باعث نہ ہے۔

(ج) امراض گردہ کے لئے ڈاکٹر جمشید حسین اور ڈاکٹر راحیل اقبال کی ٹریننگ برائے صفائی گردہ (dialysis) جناح ہسپتال لاہور سے کروائی گئی ہے اور یہ سنٹر مورخہ 18۔دسمبر 2008 سے کام کر رہا ہے۔امراض قلب کے لئے کارڈیالوجسٹ (ماہر امراض قلب) کے لئے، متعدد بار اخبار میں اشتہار دیا مگر کسی بھی ماہر امراض قلب نے رجوع نہ کیا۔

(د) امراض قلب کے لئے جلد ہی اخبار میں دوبارہ اشتہار دیا جائے گا اور جونہی ماہر قلب میسر آیا تو یہ شعبہ بھی کام کرنا شروع کر دے گا۔ علاوہ ازیں محکمہ صحت حکومت پنجاب نے دور افتادہ اضلاع میں سپیشلسٹ ڈاکٹروں کی عدم دستیابی کے long standing مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ایسے تمام اضلاع اور ایسی تمام جگہوں کی نشاندہی کا کام شروع کر دیا ہے تاکہ ان کے لئے خصوصی تنخواہی پیکج منظور کروایا جاسکے۔ جلد ہی اس معاملے پر قابل ذکر اور تسلی بخش پیش رفت ہونے کی توقع ہے۔اس کے بعد صوبے بھر میں سپیشلسٹ ڈاکٹروں کی کمی کو احسن انداز میں بتدریج پورا کر لیا جائے گا۔

Ophthalmic Technical Training Course
میں 2006 میں داخلہ کی تفصیلات

*573: ڈاکٹر سامیہ امجد: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ میو ہسپتال لاہور میں ہر سال Ophthalmic Technical Training کا کورس پنجاب فیکلٹی سے منظوری کے بعد شروع ہوتا ہے؟

(ب) کیا یہ کورس 2006 میں بھی منعقد ہوا ہے؟

(ج) اگر ہاں تو داخلہ لینے والے طالبعلموں کے نام، ولدیت، تعلیمی قابلیت مع حاصل کردہ نمبر بیان کریں نیز داخلہ ریکارڈ کی نقل ایوان کی میز پر رکھی جائے؟

(د) اس کورس میں داخلہ لینے والے سرکاری ملازمین کی تعداد محکمہ نام، ولدیت، تعلیمی قابلیت اور حاصل کردہ نمبروں کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ہ) کیا سرکاری ملازمین نے داخلہ لینے کے لئے اپنے محکمہ سے اجازت حاصل کی ہے، اگر ہاں تو اجازت نامہ کی نقل ایوان کی میز پر رکھی جائے؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) یہ کورس پنجاب میڈیکل فیکلٹی کی منظوری سے 2001 میں شروع ہوا۔ affiliation اور داخلے کے لئے اخبار میں دیئے گئے اشتہار کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ہاں یہ کورس 2006 میں بھی منعقد ہوا ہے۔

(ج) داخلہ لینے والے طالبعلموں کے نام، ولدیت، تعلیمی قابلیت معہ حاصل کردہ نمبروں کی فہرست تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکر رکھ دی گئی ہے۔

(د) کورس میں داخلہ لینے والے سرکاری ملازمین کی فہرست مطلوبہ کوائف کی صورت میں تتمہ (د) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) سرکاری ملازمین نے اپنے محکمہ کی اجازت سے داخلہ حاصل کیا۔ اجازت ناموں کی نقول تتمہ (ہ) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

چار سطحی سٹرکچر 1994 کے مطابق ڈاکٹروں کی ترقی کا معاملہ

*655: چودھری ظہیر الدین خان: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا حکومت جنرل کیڈر ڈاکٹروں کا چار سطحی سٹرکچر جو 1994 میں منظور ہوا تھا مکمل کرنے اور ہزاروں ڈاکٹر جو ترقی کے منتظر ہیں ان کو ترقی دینے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو وجوہات بیان کی جائیں؟

(ب) سرکاری ہسپتالوں میں کتنی انتظامی عہدے سے متعلق اسامیاں خالی پڑی ہیں، ان اسامیوں کو پر نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

(ج) کیا حکومت بلاتاخیر تمام کیڈروں میں 15 سال پر محیط ترقی کے متعلقہ ڈیڈلاک کو ختم کر کے گریڈ 17 اور 18 میں میڈیکل آفیسرز کو ریگولر 18 سکیل میں ترقی دینے کے لئے تیار ہے؟

(د) کیا حکومت 12 سال سروس اور انتظامی امور میں پوسٹ گریجویٹ مکمل کرنے والے ڈاکٹروں کو اگلے گریڈ میں ترقی دینے کے لئے تیار ہے نیز 1994 میں حکومت نے جنرل کیڈروں کے ڈاکٹروں کا جو سٹرکچر منظور کیا تھا، اس پر مکمل طور پر عملدرآمد کرنے کو تیار ہے؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) جنرل کیڈر ڈاکٹروں کا چار سطحی سٹرکچر جو 1994 میں منظور ہوا تھا اور اسی کی روشنی میں جنرل کیڈر ڈاکٹروں کی ترقی عمل میں لائی جارہی ہے تاہم خالی ہونے والی اسامیوں پر وقتاً فوقتاً ترقی ہوتی رہتی ہے۔

(ب) صوبہ پنجاب کے سرکاری ہسپتالوں میں انتظامی عہدوں کی کل 66 اسامیاں خالی پڑی ہیں۔ جن کی تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے چونکہ مندرجہ بالا اسامیاں گریڈ 19 کی ہیں اور BS-19 میں کوالیفائیڈ ڈاکٹروں یعنی جن کے پاس انتظامی ڈگریاں یا کوالیفکیشن ہو، کی کمی کے باعث ان پوسٹوں پر تعیناتی ممکن نہ ہو سکی۔ مگر اب گریڈ 18 کے کافی ڈاکٹرز صاحبان حال ہی میں گریڈ 19 میں ترقی پا چکے ہیں۔ ان میں سے مطلوبہ کوالیفکیشن اور اچھے کردار کے حامل ڈاکٹروں کی لسٹ مرتب کی جارہی ہے اور جلد ہی ان پوسٹوں کو پر کر لیا جائیگا۔

(ج) ہاں! محکمہ صحت تمام کیڈروں میں گریڈ 17 اور 18 میں میڈیکل آفیسرز کو ریگولر سکیل 18 میں ترقی دینے کو تیار ہے۔

(د) جنرل کیڈر ڈاکٹروں کا چار سطحی سٹرکچر جو 1994 میں منظور ہوا تھا عموماً ترقی نہ ہونے کی وجہ ڈاکٹروں کی طرف سے اپنی A.C.Rs کا ریکارڈ مکمل کروانا ہوتا ہے جس کی وجہ سے ترقی کے کیس defer ہو جاتے ہیں۔ بہر حال خالی ہونے والی اسامیوں پر وقتاً فوقتاً ترقی ہوتی رہی ہے۔ جنرل کیڈر ڈاکٹرز گریڈ 18، 19 اور 20 کی ترقی کی موجودہ پوزیشن درج ذیل ہے۔

(i) پی۔ایم۔او اور پی۔ڈبلیو۔ایم۔او گریڈ 20 میں خالی اسامیوں کی ترقی کا کیس تیاری کے مراحل میں ہے جو جلد سلیکشن بورڈ کو پیش کر دیا جائے گا۔

(ii) اے۔پی۔ایم۔او گریڈ 19 کی 449 خالی اسامیوں کا کیس ترقی کے لئے مورخہ 30 اور 31۔اکتوبر 2008 کو میٹنگ ہوئی تھی جس میں 201 ڈاکٹرز کی ترقی گریڈ 19 کے لئے منظور ہو چکی ہے۔ جن میں سے 153 ڈاکٹرز کے آرڈر جاری کر دیئے گئے ہیں۔ باقی کاغذات مکمل ہونے کے بعد جاری کر دیئے جائیں گے۔

(iii) اے۔پی۔ڈبلیو۔ایم۔او گریڈ 19 کی 235 اسامیوں کی ترقی کے لئے مورخہ 19۔08۔2008 کو سلیکشن بورڈ کی میٹنگ ہوئی تھی جس میں 135 لیڈی ڈاکٹرز کی ترقی بطور APWMO گریڈ 19 کے لئے منظور ہو چکی ہے۔ جس میں سے 98 ڈاکٹرز کے آرڈرز جاری کر دیئے گئے ہیں، باقی کاغذات مکمل ہونے پر جاری کر دیئے جائیں گے۔

(iv) گریڈ 18 میں ترقی کے لئے پرموشن کمیٹی کی میٹنگ مورخہ 15-10-08 کو ہوئی جس میں صرف 17 ڈاکٹروں کا ریکارڈ مکمل تھا للہذا انہیں ترقی دے دی گئی ہے جبکہ بارہا یاد ہانی کے باوجود بھی سینئر ڈاکٹرز اپنا ریکارڈ مکمل نہ کروا سکے اس طرح جونیئر ڈاکٹرز کی ترقی نہ ہو سکی۔ کیونکہ اسامیاں سینئر ڈاکٹروں کے لئے مخصوص رکھی ہوئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مذکورہ اسامیاں پر نہ کی جا سکیں۔

ملتان میں چلڈرن کمپلیکس کا قیام

*683: جناب محمد محسن خان لغاری: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے 1998 میں ملتان میں 300 بستروں پر مشتمل چلڈرن کمپلیکس بنانے کا اعلان کیا تھا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت پنجاب نے مورخہ 9- ستمبر 1998 کو بذریعہ نوٹیفکیشن حکم دیا تھا کہ سول ہسپتال ملتان کو چلڈرن کمپلیکس میں تبدیل کر دیا جائے اور اس مقصد کے لئے 16 ملین روپے ساز و سامان کی خریداری کے لئے مختص کئے گئے، کیا یہ بھی درست ہے کہ اسی سال صرف ساٹھ بستروں پر مشتمل ہسپتال کی سہولت دی گئی؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ کمپلیکس انتظامیہ نے 2006 میں محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات کو پی سی 1 بھیجا جسے بعض رخنہ اندازیوں کی بناء پر رد کر دیا گیا؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ تازہ ترین پی سی 1 میں کمپلیکس انتظامیہ نے 1.75 بلین روپے کمپلیکس کی لاگت کے طور پر محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات کو ارسال کئے تھے؟

(ہ) حکومت کب تک ملتان کی اشد ضرورت کے پیش نظر 300 بستروں پر مشتمل مطلوبہ ہسپتال کے لئے ضروری فنڈز مختص کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور کس تاریخ تک یہ پراجیکٹ مکمل ہونے کا امکان ہے، ایوان کو تفصیلات سے آگاہ کیا جائے؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے۔

(ب) جی ہاں! یہ درست ہے۔ تاہم اس ضمن میں یہ بتانا ضروری ہے کہ چلڈرن کمپلیکس میں آؤٹ ڈور یکم اگست 2000 اور ان ڈور جولائی 2002 میں 60 بیڈز کے ساتھ شروع ہوا اور اس وقت 150 بستروں پر مشتمل ان ڈور اور 400 سے 450 آؤٹ ڈور روزانہ مریضوں کے علاج معالجہ کی سہولت دستیاب ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے۔ بلکہ محکمہ منصوبہ بندی وترقیات نے مناسب چھان بین کرنے کے بعد ہدایت کی تھی کہ چند اہم شعبہ جات، جو کہ منصوبہ میں شامل نہ تھے، شامل کئے جائیں۔ جن میں I.T کا شعبہ، فنانشل مینجمنٹ کا شعبہ اور انونیٹری کنٹرول کے شعبے شامل ہیں اور یہ شعبہ جات کسی بھی ادارے کے لئے ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتے ہیں۔

(د) جی ہاں! یہ درست ہے کہ تازہ ترین PC–I فارم محکمہ منصوبہ بندی کو ارسال کیا گیا تھا۔ تاہم اس کی مالیت 1.75 بلین کی بجائے 1696.669 ملین روپے تھی۔ جو کہ P.D.W.P نے 1367.732 ملین روپے منظور کیا۔

(ہ) یہ منصوبہ 1367.732 ملین روپے کے تخمینہ کا ساتھ بتاریخ 2008۔07۔3 کو منظور ہو چکا ہے۔ اس سال منصوبہ کے لئے 20.00 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں۔ پی سی۔I کے مطابق یہ منصوبہ جون 2011 میں مکمل ہو گا۔

ساؤتھ سٹی ہسپتال اوکاڑہ میں کرپشن کی تفصیلات

*700: ڈاکٹر سامیہ امجد: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈسٹرکٹ ہسپتال، ساؤتھ سٹی اوکاڑہ تعینات ملازمین نے مل کر ادویات اور پٹرول کی مد میں غبن کرتے ہوئے ہسپتال کو لاکھوں روپے کا نقصان پہنچایا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ متعلقہ اہلکاران کی کرپشن منظر عام پر آنے اور ابتدائی انکوائری میں ثابت ہونے کے بعد انہیں صرف ٹرانسفر کیا گیا ہے؟

(ج) اگر جز ہائے بالا کا اثبات میں ہے تو مذکورہ اہلکاران کے خلاف کب تک قواعد کے مطابق انکوائری مکمل کر لی جائے گی، نیز سال 08-2007 کے دوران ہسپتال میں کرپشن اور غبن کے کتنے کیسز سامنے آئے ہیں اور ان کے بارے میں ہسپتال انتظامیہ کی طرف سے کیا کارروائی عمل میں لائی گئی ہے۔ تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) ابتدائی تحقیقات کے مطابق کچھ ملازمین کے مختلف مدات بشمول میڈیسن اور پی اوایل وغیرہ کی خریداری میں بے ضابطگیوں میں ملوث ہونے کے خدشات پائے گئے ہیں۔ ثبوت کے طور پر آڈٹ رپورٹ برائے سال 08-2007 کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔تاہم تفصیلی انکوائری کے لئے مزید وقت درکار ہے۔ جو کہ تکمیل کے مراحل میں ہے۔

(ب) ابتدائی انکوائری ابھی تک تکمیل کے مراحل میں ہے اس سے پہلے ہی کچھ ملازمین انتظامی امور کی بنیاد پر ڈاکٹرز کی شکایت پر تبدیل کئے گئے ہیں۔

(ج) ابتدائی انکوائری پر مامور کمیٹی کی تفصیلی رپورٹ جلد پیش کر دی جائے گی اور بے ضابطگیوں میں ملوث پائے گئے اہلکاروں کے خلاف قواعد کے مطابق تادیبی کارروائی کی سفارش کی جائے گی۔ سال 08-2007 کے دوران فی الحال کرپشن اور غبن کا کوئی کیس سامنے نہیں آیا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے ابتدائی انکوائری تکمیل کے مراحل میں ہے جیسے ہی ثبوت سامنے آئیں گے ہسپتال انتظامیہ کو مناسب کارروائی کے لئے سفارش کی جائے گی۔

سرگودھا رورل ہیلتھ سنٹر بھاگٹانوالہ کو تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال کا درجہ دینا

*769: چودھری عامر سلطان چیمہ: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے رورل ہیلتھ سنٹر بھاگٹانوالہ کو تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال کا درجہ دینا منظور کیا تھا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت نے اس ہسپتال کی اپ گریڈیشن کے لئے تمام مطلوبہ فنڈز فراہم کر دیئے ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ہسپتال کے تعمیراتی کام کا ٹھیکہ دیا جا چکا ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ ٹھیکیدار تعمیراتی کام نامکمل چھوڑ کر چلا گیا ہے جس سے عوام کو طبی سہولیات کی فراہمی میں غیر ضروری تاخیر ہو رہی ہے؟

(ہ) اگر جز(د) کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت ٹھیکیدار کے خلاف کیا کارروائی کر رہی ہے اور اگر نہیں ہو رہی تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

(و) کیا حکومت عوام کو مطلوبہ طبی سہولیات کو ممکن بنانے کے لئے تمام کام مکمل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور یہ کب تک ممکن ہو سکے گا؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) درست ہے

(ب) درست ہے

(ج) درست ہے

(د) ٹھیکیدار نے کام بند کیا تھا لیکن اب دوبارہ کام شروع کر دیا ہے

(ہ) ہیلتھ ای ڈی او سرگودھا اور ایکسین پروونشل بلڈنگ سرگودھا کے نوٹس دینے کے نتیجہ ہی میں ٹھیکیدار نے کام دوبارہ شروع کیا ہے۔

(و) ایکسیئن پروونشل بلڈنگ ڈویژن سرگودھا کے مطابق موجودہ سال کے آخر تک عمارت مکمل کر کے محکمہ صحت کے حوالے کی جائے گی طبی مشینری و آلات پہلے ہی خریدے جا چکے ہیں جس سے عوام کو بہتر طبی سہولیات میسر ہو جائیں گی۔

پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد کی بندش و دیگر تفصیلات

*831: محترمہ انجم صفدر: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد کیوں، کب اور کس اتھارٹی کے حکم سے بند کیا گیا؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ کالج میں چند طلبا کو قادیانیت کی تبلیغ کرنے کے ضمن میں کالج سے نکالا گیا، نکالے گئے طلبا کی تعداد، نام اور ان کے رہائشی ایڈریس کی تفصیلات بیان کی جائیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ کالج بند کرنے کے اقدام سے طلبا کا تعلیمی حرج ہو رہا ہے اور ان میں سخت بے چینی پائی جاتی ہے؟

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ کالج کو دوبارہ کھولنے اور قادیانیت کی تبلیغ کرنے والے طلبا کے خلاف کارروائی کا کوئی ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک اور نہیں تو کیوں؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) اکیڈمک کونسل کی میٹنگ میں فیصلے کے مطابق 6۔جون تا 6۔جولائی 2008 گرمیوں کی سالانہ چھٹیوں کی وجہ سے بند کیا گیا۔

(ب) ہاں! یہ درست ہے طلباء کی تعداد اور دیگر تفصیلات کے متعلق لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے مزید یہ کہ گرمیوں کی چھٹیاں 6۔جولائی سے ختم ہو چکی ہیں اور کالج میں 7۔جولائی سے کلاسز شروع ہو چکی ہیں

(د) ان طلبا و طالبات کو کالج سے نکالنے کا فیصلہ کیا گیا تھا مگر پھر ان کی اور ان کے والدین کی غیر مشروط معافی اور بے حد اپیلوں پر ایک High Power Committee تشکیل دی گئی اور اس کمیٹی کی سفارشات کی روشنی میں آٹھ طلباء و طالبات کو کالج سے نکال کر دوسرے کالجوں میں Migrate کر دیا گیا ہے۔ مستقبل میں اس قسم کی شکایت کی صورت میں سخت ترین کارروائی کی جائے گی۔

کنٹریکٹ پر کام کرنے والے ڈاکٹروں کو ریگولر کرنے کا مسئلہ

*843: محترمہ محمودہ چیمہ: کیا وزیر صحت ازارہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

کیا حکومت پنجاب ڈاکٹر جو عرصہ دس سال سے کنٹریکٹ پر کام کر رہے ہیں، ریگولر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ فرمائیں؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

حکومت پنجاب نے کنٹریکٹ پر کام کرنے والے ڈاکٹروں کو ریگولر کرنے کا انقلابی فیصلہ کیا ہے اور کیس تیار کر کے وزیر اعلیٰ پنجاب کو بھجوا دیا ہے۔ جلد ہی اس کی منظوری ہو جائے گی۔

فیصل آباد شہر میں ہسپتالوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*868: محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

فیصل آباد شہر میں الائیڈ / ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز ہسپتال اور غلام محمد آباد جنرل ہسپتال میں تعینات پروفیسرز، اسسٹنٹ پروفیسرز اور ڈاکٹرز کی تعداد ان کے نام اور کون کتنے عرصے سے کون کون سے ہسپتال میں تعینات ہے، کی مکمل تفصیلات بیان کی جائیں نیز یہ بھی بتایا جائے کہ ایک جگہ پر کتنے عرصہ تک تعیناتی ہونی چاہئے؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

فیصل آباد شہر میں دو ہسپتال الائیڈ اور ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتال، پنجاب میڈیکل کالج سے ملحقہ ہیں جبکہ غلام محمد جنرل ہسپتال نان ٹیچنگ ہسپتال ہے۔ دیگر تفصیل درج ذیل ہے:-

الائیڈ ہسپتال اور ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتال فیصل آباد میں تعینات پروفیسرز، ایسوسی ایٹ پروفیسر اور اسسٹنٹ پروفیسر کی لسٹ بمعہ تاریخ تعیناتی تتمہ (الف) ایوان کی میز رکھ دی گئی ہے۔

ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال فیصل آباد میں تعینات ڈاکٹرز کی لسٹ بمعہ تاریخ تعیناتی تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں تعینات ڈاکٹرز کی لسٹ مع تاریخ تعیناتی تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ غلام محمد جنرل ہسپتال فیصل آباد میں تعینات ڈاکٹروں کی لسٹ بمعہ

تاریخ تعیناتی تتمہ (د) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔(کسی بھی ڈاکٹر کی تعیناتی کا عرصہ ایک ہی جگہ پر تین سال تک ہوتا ہے۔)

حکومت پنجاب کی صحت پالیسی ودیگر تفصیلات

*873: چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): کیاوزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) حکومت پنجاب کی صحت پالیسی کیا ہے اور کس نے بنائی ہے ؟

(ب) صوبہ پنجاب کے ہر شہری کو کب تک صحت کی سہولتیں میسر آجائیں گی ؟

(ج) صوبہ پنجاب کی صحت پالیسی کے اہداف کیا ہیں اور کب تک انہیں حاصل کیا جائیگا؟

(د) کیا یہ درست ہے کہ بڑے شہروں میں صحت کی سہولتیں بہتر اور زیادہ ہونے کی وجہ سے دیہی اور پسماندہ علاقوں سے بڑے شہروں کی طرف آبادی کی منتقلی کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ ہو چکا ہے اس سلسلہ میں حکومت پنجاب کے اقدامات کی تفصیلات سے آگاہ فرمائیں ؟

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ پاک پتن میں ڈی ایچ کیو ہسپتال کی اپ گریڈیشن ہو رہی ہے، کب تک مکمل ہو جائیگی اور کب تک وہاں ڈاکٹرز و عملہ کی تعیناتی مکمل ہو جائیگی ؟

(و) کیا یہ درست ہے کہ پاک پتن میں ایک اور 250 بستروں کے ہسپتال کی اشد ضرورت ہے، اگر ضرورت ہے تو کب تک بنایا جائے گا، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے آگاہ فرمائیں ؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) حکومت پنجاب قومی صحت پالیسی 2001 مجریہ وزارت صحت حکومت پاکستان پر عمل پیرا ہے اور صوبائی حکومت نے علیحدہ سے کوئی صحت پالیسی نہیں بنائی۔ تاہم قومی پالیسی میں طے شدہ ترجیحات کے مطابق صوبائی حکومت عوام الناس کو صحت کی بہتر اور ارزاں سہولیات مہیا کرنے کے لئے شب وروز کوشاں ہے اور اس سلسلہ میں ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کئے جا رہے ہیں۔

(ب) حکومت پنجاب نے صوبہ میں محکمہ صحت کا ایک مربوط نظام بنایا ہے جس میں بنیادی مراکز صحت سے لے کر صوبائی سطح کے تدریسی ادارے شامل ہیں موجودہ حکومت کی خصوصی توجہ کی وجہ سے ان تمام اداروں کی کارکردگی میں بہتری واقع ہوئی ہے۔ ہر نظام میں کچھ کمزوریاں اور خامیاں بہر حال موجود ہوتی ہیں مگر مسلسل کاوش اور توجہ سے وہ دن ہرگز دور نہیں جب صحت کی اعلیٰ درجہ سہولیات صوبہ کے ہر ایک شہری کی پہنچ میں ہونگی۔

(ج) قومی صحت پالیسی میں طے شدہ ترجیحات کے علاوہ حال ہی میں حکومت پنجاب نے صحت کے شعبہ میں مندرجہ ذیل انقلابی اقدامات اٹھائے ہیں:۔

(i) صوبہ کے تمام بڑے ہسپتالوں میں پہلے 24 گھنٹوں میں ایمرجنسی کے دوران فیس یا اخراجات وصول نہیں کئے جاتے اور ایمرجنسی علاج مکمل طور پر فری کر دیا گیا ہے۔

(ii) جن مریضوں کے گردے فیل ہو چکے ہیں ان کے لئے ڈائیلسز کی سہولیات پنجاب کے بیشتر ہسپتالوں میں فراہم کر دی گئی ہیں اور باقی ہسپتالوں میں بھی ایک ماہ کے اندر اندر یہ سہولت مہیا کر دی جائے گی جس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(iii) پنجاب کے تمام ہسپتالوں میں داخل مریضوں کی سہولیات کے لئے تمام وارڈ ائر کنڈیشنڈ کئے جا رہے ہیں۔ اگلے سال مارچ تک تمام ہسپتالوں کے indoor مکمل طور پر A.C ہو جائیں گے۔

(iv) محکمہ صحت حکومت پنجاب کے اداروں میں جلد ہی تمام ڈاکٹر پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ مستقل بنیادوں پر تعینات کئے جائیں گے اور پہلے سے کنٹریکٹ پر تعینات ڈاکٹرز ایک طے کردہ ضابطہ کار کے تحت مستقل کر دیئے جائے گئے۔ (ابھی اس ضابطہ کار کی تشکیل حتمی مراحل میں ہے اور معاملہ وزیراعلیٰ پنجاب کے پاس زیر غور ہے۔)

(v) حکومت پنجاب ہیلتھ سیکٹر ریفارم پروگرام کے تحت 2456 بنیادی مراکز صحت اور 291 دیہی مراکز صحت کو upgrade کر رہی ہے۔ ان میں تقریباً 100 دیہی مراکز صحت کی بلڈنگ کی renovation upgradation کا کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے اور باقی پر کام جاری ہے۔ نیز دیہی/بنیادی مراکز صحت میں آلات کی upgradation کے لئے بھی P.H.S.R.P کے تحت اب تک 1.08 ملین روپے کے فنڈز دیئے جا چکے ہیں۔ اگلے سال نئے آلات کی خریداری کے لئے بھی فنڈز دیئے جائیں گے۔ اسی طرح 650 سے زائد B.H.Us پر upgradation کا کام جاری ہے اور ان میں سے 100 مکمل ہو چکے ہیں۔

(vi) حکومت پنجاب نے تمام اداروں کو بہتر کارکردگی کے لئے موجودہ سال کی گرانٹ میں تین ارب روپے کا اضافہ کر دیا ہے۔

(vii) حکومت پنجاب نے عوام الناس کو سات مہلک بیماریوں سے بچاؤ کے لئے پانچ سال تک کے تمام بچوں کو حفاظتی ٹیکوں کو ہر وارڈ کی سطح پر فراہمی یقینی بنائی گئی ہے۔ E.P.I. پروگرام کے تحت پولیو سے بچاؤ کے لئے خصوصی مہم شروع کی جا چکی ہے۔ یہ ایک مسلسل مہم ہے اور حکومت اس کو کامیاب بنانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔

(viii) حکومت پنجاب نے تمام بلڈ بنکوں میں ہیپاٹائٹس B&C اور ایڈز سے محفوظ انتقال خون یقینی بنانے کے لئے مفت سکریننگ کی سہولت کی فراہمی کو یقینی بنایا ہے۔

(د) پسماندہ اور دیہی علاقوں سے بڑے شہروں کی طرف آبادی کی منتقلی میں صحت کی سہولیات کے علاوہ دیگر سماجی اور معاشی عوامل مثلاً روزگار اور تعلیم کے مواقع، رہائشی سہولیات، پینے کے صاف پانی کی فراہمی، ٹرانسپورٹ، و دیگر سماجی سہولیات کی دستیابی، امن وامان و تحفظ وغیرہ بھی کارفرما ہیں۔ تاہم ضلع کی سطح پر ہسپتالوں کا ایک مربوط نظام موجود ہے اس میں

(1) یونین کونسل کی سطح پر بنیادی مراکز صحت B.H.U

(2) تھانہ / مرکز کی سطح پر رورل ہیلتھ سنٹر R.H.C

(3) تحصیل کی سطح پر تحصیل ہیڈ کوارٹر T.H.Q

(4) ضلع کی سطح پر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر D.H.Q موجود ہیں اور ان تمام اداروں کی کارکردگی میں بہتری لانے کی بھرپور کوششیں کی جا رہی ہیں۔

(ہ) یہ درست ہے کہ پاک پتن شریف میں 60 بستروں کے ہسپتال کو اپ گریڈ کر کے 125 بستروں پر مشتمل ڈی ایچ کیو ہسپتال تعمیر کیا جا رہا ہے اس کی کل لاگت 81.514 ملین روپے ہے جس میں سے بلڈنگ کے لئے 54.774 ملین روپے اور مشینری کے لئے 26.740 ملین روپے منظور ہوئے تھے۔ بلڈنگ کی تعمیر جاری ہے اور منظور شدہ رقم میں سے 30-06-08 تک 30 ملین روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ رواں مالی سال کی A.D.P میں بلڈنگ کی تعمیر کے لئے 12.774 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں اور ان کے استعمال پر مزید فنڈز بھی مہیا کر دیئے جائیں گے۔ بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ کی رپورٹ کے مطابق 30-06-09 تک اس ہسپتال کی تعمیر کا کام مکمل ہونا متوقع ہے۔

(و) حکومت پنجاب کی مروجہ پالیسی کے مطابق تمام ضلعوں میں 125 بستروں پر مشتمل D.H.Q ہسپتال ہی قائم کئے جاتے ہیں۔ ضلع پاک پتن میں حکومت پہلے سے 125 بستروں پر مشتمل ہسپتال تعمیر کر رہی ہے پاکپتن سے بڑے اضلاع صوبے میں موجود ہیں اور محض ایک ضلع کے لئے طے کردہ Yardstick سے انحراف نہیں کیا جا سکتا۔

ایف آئی سی میں ڈاکٹرز و ملازمین کی تعداد و دیگر تفصیل

*895: خواجہ محمد اسلام: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

فیصل آباد انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی (ایف آئی سی) میں فرائض سرانجام دینے والے ڈاکٹرز، پیرامیڈیکل اسٹاف و دیگر ملازمین کی کل تعداد کیا ہے اور تنخواہ کی مد میں ماہانہ کتنی رقم انہیں ادا کی جاتی ہے، مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

فیصل آباد انسٹیٹوٹ آف کارڈیالوجی، فیصل آباد (ایف آئی سی) میں فرائض سرانجام دینے والے ڈاکٹرز، پیرا میڈیکل سٹاف و دیگر ملازمین کی کل تعداد 200 ہے جس کی تفصیل جز(الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے نیز تنخواہ کی مد میں ماہانہ 3135112 روپے رقم ادا کی جاتی ہے۔ جس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ضلع فیصل آباد میں آر ایچ سیز اور بی ایچ یوز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*925: محترمہ انجم صفدر: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع فیصل آباد میں محکمہ صحت کے زیر اہتمام چلنے والے بی ایچ یوز اور آر ایچ سیز کی تحصیل وار تعداد کتنی ہے؟

(ب) مذکورہ مراکز / سنٹرز میں تعینات عملہ اور عرصہ تعیناتی کی مکمل تفصیل بیان کی جائے؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) ضلع فیصل آباد میں محکمہ صحت کے زیر اہتمام چلنے والے بی۔ایچ۔یوز اور آر۔ایچ۔سیز کی تحصیل وار تعداد درج ذیل ہے۔

نام تحصیل	رورل ہیلتھ سنٹرز	بنیادی مرکز صحت
فیصل آباد	02	52
چک جھمرہ	01	15
جڑانوالہ	04	49
سمندری	01	29
تاندلیانوالہ	03	23
کل تعداد	11	168

(ب) مذکورہ مراکز / سنٹرز میں تعینات عملہ اور عرصہ تعیناتی کی مکمل تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال علی پور (مظفر گڑھ) کا رقبہ ودیگر تفصیلات

*930: جناب شہزادر سول خان: کیاوزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال علی پور (مظفر گڑھ) کتنے رقبہ پر محیط، کتنے بیڈز پر مشتمل ہے، ایمر جنسی کتنے بیڈز پر مشتمل ہے؟

(ب) کیا یہ ہسپتال اور ایمر جنسی میں بیڈز کی سہولیات اس تحصیل اور شہر کی ضروریات کے لئے کافی ہے، اگر ناکافی ہیں تو اس ہسپتال اور ایمر جنسی میں کب تک توسیع متوقع ہے؟

(ج) یہ ہسپتال کب اپ گریڈ ہوا تھا۔ 2005 سے اب تک سال وار کتنے فنڈز حکومت کی طرف سے فراہم کئے گئے ہیں، کتنے فنڈز ادویات کے لئے اور کتنے فنڈز اس ہسپتال کی عمارت کی توسیع وغیرہ کے لئے تھے؟

(د) مذکورہ عرصہ کے کس کس مالی سال میں مختص شدہ فنڈز اس ہسپتال کے lapse ہوئے، فنڈز lapse ہونے کی وجوہات کیا ہیں؟

(ہ) کیا اس ہسپتال کے لئے حکومت مزید رقبہ فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال علی پور ضلع مظفر گڑھ 34 کنال 1 مرلہ پر محیط ہے۔ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال علی پور 40 بستروں پر مشتمل ہے۔ ایمر جنسی 4 بستروں پر مشتمل ہے۔

(ب) تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال علی پور کے بستروں کی تعداد اس تحصیل اور شہر کے لئے ناکافی ہے۔ اس سلسلے میں متعلقہ ای ڈی او ہیلتھ نے ڈی سی او کو اپنی سفارشات سے بذریعہ چٹھی نمبری 21585 مورخہ 08-12-31 بھجوادی ہیں کہ متعلقہ ریسٹ ہاؤس کو ہسپتال کے رقبہ میں شامل کر دیا جائے تاکہ مزید کمرے اور بستر میسر آسکیں۔ معاملہ ضلع حکومت کے پاس زیر غور ہے۔

(ج) یہ ہسپتال 81۔1980 میں اپ گریڈ ہوا تھا اور 2005 سے اب تک صرف ادویات کی مد میں فنڈز دیئے گئے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

2005۔06	725000/۔روپے
2006۔07	2000000/۔روپے
2007۔08	6000000/۔روپے
2008۔09	6000000/۔روپے

تاہم عمارت کی توسیع کے لئے کوئی فنڈز نہیں دیئے گئے۔

(د) 06۔2005 تا 08۔2007 میں کوئی فنڈز لیپس نہیں ہوئے۔

(ہ) اس سال ڈسٹرکٹ گورنمنٹ نے تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال علی پور کی چار سکیمیں پاس کی ہیں۔ان کے شیڈز بھی لگ چکے ہیں۔

(1)	گائنی اوپی ڈی	ایک عدد	2572000/۔
(2)	مارجری	ایک عدد	1733000/۔
(3)	وومن میڈیکل آفیسر رہائش گاہ	ایک عدد	2000000/۔
(4)	میڈیکل آفیسر دفتر	پانچ عدد	2497000/۔

ان عمارتوں کے لئے جگہ ناکافی ہے۔تاہم ہسپتال ہذا کے ساتھ ریسٹ ہاؤس منسلک ہے اگر اس کو ہسپتال کے ساتھ منسلک کر دیا جائے تو مندرجہ بالا سکیموں کے لئے کافی سہولت میسر ہو سکتی ہے۔اس سلسلہ میں جناب ڈی سی او مظفر گڑھ کو لیٹر نمبر 21585 مورخہ 08۔12۔31 تحریر کر دیا ہے۔

تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال علی پور (مظفر گڑھ) میں ڈاکٹروں کی منظور شدہ اسامیوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*931: جناب شہزاد رسول خان: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال علی پور (مظفر گڑھ) میں ڈاکٹرز کی منظور شدہ اسامیاں کتنی ہیں کتنی اسامیاں خالی اور کتنے ڈاکٹر کام کر رہے ہیں خالی اسامیوں پر کب تک تعیناتی کی جائے گی؟

(ب) کیااس ہسپتال میں ڈاکٹرز کی رہائش کے لئے کوارٹرز ہیں؟

(ج) کیااس ہسپتال میں تعینات ڈاکٹرز کو سرکاری رہائش گاہیں الاٹ ہیں اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں نیز حکومت اس ہسپتال میں تعینات ڈاکٹرز کو کب تک سرکاری رہائش گاہیں فراہم کرے گی؟

(د) اس ہسپتال میں ڈاکٹرز کے لئے کتنے دفاتر ہیں، کیا ہسپتال میں تعینات تمام ڈاکٹرز کے لئے دفاتر ہیں، اگر کم ہیں تو کب تک مزید دفاتر بنائے جارہے ہیں؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) ڈاکٹرز کی منظور شدہ اسامیاں 24 ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ایک عدد A.P.M.O 2عدد A.P.W.M.O 1عدد سرجن 1عدد فزیشن 1عدد گائناکالوجسٹ 1عدد اسنتھیزیا سپیشلسٹ 1عدد چائلڈ سپیشلسٹ 1عدد آئی سرجن 1عدد پیتھالوجسٹ 1عدد میڈیکل آفیسر 8عدد وومن میڈیکل آفیسر 3عدد ڈینٹل سرجن 1عدد فارماسسٹ 1عدد خالی اسامیوں کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

A.P.W.M.O ایک عدد فزیشن 1عدد فارماسسٹ 1عدد

(ب) اس ہسپتال میں 24 ڈاکٹرز صاحبان کام کررہے ہیں اور ہسپتال میں صرف 5عدد ڈاکٹروں کی رہائش گاہیں ہیں۔ جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

M.S رہائش گاہ ایک عدد M.Os رہائش گاہ تین عدد W.M.O رہائش گاہ ایک عدد اس سلسلہ میں پہلے ہی 6عدد M.Os کی رہائش گاہوں کے لئے سکیمیں برائے اجازت E.D.O فنانس مظفر گڑھ کو بھیج دی ہیں جن کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال علی گڑھ نے کہا ہے کہ ان عمارتوں کے لئے ہسپتال ہذا کے ساتھ منسلک ریسٹ ہاؤس کو ہسپتال کے ساتھ منسلک کردیا جائے تو یہ عمارتیں آسانی سے بن سکتی ہیں۔ لہٰذا اس سلسلے میں متعلقہ ای ڈی او ہیلتھ نے D.C.O کو اپنی سفارشات بذریعہ چٹھی نمبر 21585 مورخہ 08-12-31

بھجوادی ہیں کہ متعلقہ ریسٹ ہاؤس کو ہسپتال کے رقبہ میں شامل کر دیا جائے تاکہ مزید کمرے آسانی سے میسر آ سکیں۔ معاملہ ضلع حکومت کے پاس زیر غور ہے۔

(ج) اس سال ڈسٹرکٹ گورنمنٹ نے تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال علی پور کی چار سکیمیں پاس کی ہیں۔ان کے ٹینڈر بھی لگ چکے ہیں۔ جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(i) گائنی O.P.D وارڈ، ایک عدد 2572000 روپے

(ii) مارچری ایک عدد۔/ 1733000 روپے

(iii) وومن میڈیکل آفیسر رہائش گاہ ایک عدد۔/2000000 روپے

(iv) میڈیکل آفیسر آفیسر 5 عدد۔/2497000 روپے

میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال علی گڑھ نے کہا ہے کہ ان عمارتوں کے لئے جگہ ناکافی ہے تاہم اگر ہسپتال ہذا کے ساتھ منسلک ریسٹ ہاؤس کو ہسپتال کے ساتھ منسلک کر دیا جائے تو یہ عمارتیں آسانی سے بن سکتی ہیں۔ لہذا اس سلسلے میں متعلقہ ای ڈی او ہیلتھ نے D.C.O کو اپنی سفارشات سے بذریعہ چٹھی نمبری 21585 مورخہ 08-12-31 بجھوادیں ہیں کہ متعلقہ ریسٹ ہاؤس کو ہسپتال کے رقبہ میں شامل کر دیا جائے تاکہ مزید کمرے آسانی سے میسر آ سکیں۔ معاملہ ضلع حکومت کے پاس زیر غور ہے۔

(د) اس ہسپتال میں دفاتر کی تعداد بہت کم ہے۔ تین تین ڈاکٹرز صاحبان ایک دفتر میں اپنی ڈیوٹی دے رہے ہیں۔ تاہم جلد ہی نئے دفاتر کی تعمیر کے ساتھ یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

سیالکوٹ کے علاقہ بجوات بی ایچ یو کی اپ گریڈیشن

*946: محترمہ محمودہ چیمہ: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سیالکوٹ کا علاقہ بجوات جو تقریباً 86 دیہات کی آبادی پر مشتمل ہے وہاں پر ایک ہسپتال / بی ایچ یو تو موجود ہے مگر اس ہسپتال میں مریضوں کے علاج و معالجہ کے لئے خاطر خواہ بندوبست نہ ہے؟

(ب) کیا حکومت اس ہسپتال کو اپ گریڈ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو اسکی وجوہات سے معزز ایوان کو آگاہ فرمائیں؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) علاقہ بجوات میں ایک رورل ہیلتھ سنٹر اور ایک بنیادی مرکز صحت موجود ہے۔رورل ہیلتھ سنٹر کاہلیان جو کہ 20 بستروں پر مشتمل ہے وہاں پر لیبارٹری، ایکسرے، ڈینٹل یونٹ اور آپریشن تھیٹر کی سہولیات میسر ہیں۔سنٹر ہذا کے انچارج ایک سینئر میڈیکل آفیسر ہیں۔ان کے علاوہ میڈیکل آفیسر اور ڈینٹل سرجن بھی موجود ہیں۔بنیادی مرکز صحت لونی میں پیرا میڈیکل عملہ اور ایک ڈسپنسر تعینات ہے۔ڈاکٹر کے دستیاب ہونے پر فوری طور پر اس کی تعیناتی کر دی جائے گی۔(دونوں سنٹروں پر سٹاف کی تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) دونوں سنٹروں پر ای پی آئی ویکیسن اور زچہ و بچہ کے علاج معالجہ کی سہولتیں بھی دستیاب ہیں۔

(ب) رورل ہیلتھ سنٹر کے لئے ڈسٹرکٹ گورنمنٹ نے 08-2007 کا ٹوٹل بجٹ -/726000 روپے جو کہ صرف ادویات کے لئے مختص تھا اس سے سو فیصد ادویات خریدی گئی تھیں جو کہ مریضوں کے علاج معالجہ پر صرف ہوئیں۔ رواں مالی سال 09-2008 کا بجٹ 825000 روپے تھا جو کہ ادویات خریدنے کے لئے مختص ہے۔رواں مالی سال کے لئے ادویات کی خرید (under process) ہے۔مزید براں گورنمنٹ پنجاب نے H.S.P.R کے تحت تمام R.H.Cs اور B.H.Us کو اپ گریڈ کیا۔ جس کے تحت ہر R.H.C میں چارج نرسز اور ایک کمپیوٹر آپریٹر، ہر بی ایچ یو میں ایک نیوٹریشن سپروائزر، کمپیوٹر آپریٹر اور سوشل موبلائزر کو تعینات کر دیا گیا ہے۔ان کی وجہ سے مریضوں کو بہتر علاج معالجہ کی سہولتیں میسر آ رہی ہیں۔مزید برآں گورنمنٹ آف پنجاب، ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ رورل ہیلتھ سنٹر کی موجودہ بلڈنگ کو مکمل طور پر renovate کرنے کے لئے خطیر رقم خرچ کر رہی ہے۔ سکیم مکمل ہونے پر R.H.C میں تمام سہولتیں بحال ہو جائیں گی اور مریضوں کو بہتر ماحول ملے گا۔ (renovation کی مکمل تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔)

پنجاب بھر میں ٹی بی کے علاج کے لئے Sanitarium کی تعداد و دیگر تفصیلات

*1013: چودھری عبداللہ یوسف: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پنجاب بھر میں حکومت پنجاب کے زیر اہتمام کس کس جگہ خصوصی طور پر ٹی بی کے علاج کے لئے کتنے Sanitarium قائم کئے گئے ہیں، انہیں سالانہ کتنے فنڈز فراہم کئے جاتے ہیں، ہر ایک سینی ٹوریم کو ملنے والی امداد الگ الگ بیان فرمائیں؟

(ب) کس سینی ٹوریم سے ٹی بی کے مریضوں کی باقاعدگی سے مفت ادویات کی فراہمی کا انتظام ہے۔سال 06-2005 میں کتنے مریضوں کو ٹی بی کی مفت ادویات فراہم کی گئی ہیں اس پر کتنا خرچہ آیا؟ پنجاب میں اندازاً ٹی بی کے مریضوں کی تعداد کیا ہے۔جیلوں میں موجود ٹی بی کے مریضوں کے علاج و ادویات کی فراہمی کا کیا انتظام ہے؟

(ج) مری کے قریب واقع ساملی سینی ٹوریم کو سال 06-2005 میں کتنی امداد دی گئی، کون کون سی نئی مشینری فراہم کی گئی اور جدید عالمی تحقیق کے حوالہ سے کون سے اقدامات اٹھائے گئے ہیں؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) صوبہ پنجاب میں اس وقت صرف ایک ہی ٹی بی سینی ٹوریم برائے علاج و معالجہ ٹی بی ضلع راولپنڈی حکومت پنجاب کے زیر انتظام کام کر رہا ہے اس سینی ٹوریم کا نام سید محمد حسین گورنمنٹ ٹی بی سینی ٹوریم ساملی ہے۔اس سینی ٹوریم کو 2005 سے 2008 تک ملنے والے سالانہ بجٹ کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

سال 2005-06	43.72/۔ ملین روپے
سال 2006-07	41.78/۔ ملین روپے
سال 2007-08	47.00/۔ ملین روپے
سال 2008-09	47.25/۔ ملین روپے

(ب) سید محمد حسین گورنمنٹ ٹی بی سینی ٹوریم ساملی میں مریضوں کے باقاعدگی سے علاج معالجہ کا انتظام ہے۔سال 2005 میں کل 61308/۔ اور سال 2006 میں کل 66179

مریضوں کو ٹی بی کی ادویات مہیا کی گئیں اور ایک تخمینہ کے مطابق اس وقت پنجاب میں ٹی بی کے مریضوں کی تعداد۔ /164508 سالانہ ہے۔ جیلوں میں موجود ٹی بی مریضوں کے لئے میڈیکل عملہ تعینات ہے۔ مریض کی ٹی بی کی تشخیص ہونے کی صورت میں کسی بھی قریبی ہسپتال میں بذریعہ ٹی بی dots پروگرام جو کہ اس وقت صوبہ میں محکمہ صحت کے زیر انتظام چل رہا ہے منجملہ عام مریضوں کے ساتھ قیدی مریضوں کو بھی مفت ادویات برائے علاج ٹی بی فراہم کی جاتی ہے۔

(ج) مری کے قریب واقع سید محمد حسین گورنمنٹ ٹی بی سینی ٹوریم ساملی کو 06۔2005 میں ۔ /43.72 ملین روپے بجٹ الاٹ کیا گیا اور 07۔2006 میں حکومت کی طرف سے ایک عدد 500MA ایکسرے پلانٹ مہیا کیا گیا۔ جدید عالمی تحقیق کے حوالہ سے W.H.O اور حکومت پاکستان کے تعاون سے ٹی بی dots پروگرام اس ہسپتال کے وارڈز اور شعبہ بیرونی مریضان شروع کیا گیا ہے۔ مزید برآں پنجاب کے تمام 35 اضلاع میں ٹی بی کنٹرول پروگرام diagnostic centers under dots کام کر رہے ہیں۔ جن کی تعداد 498 ہے اور اسی پروگرام کے ٹی بی treatment tenters کی تعداد 2850 ہے۔ جن میں مفت تشخیص علاج و معالجہ اور ادویات کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔

جنڈیالی بنگلہ اڈا چک 56/15-ایل پر مرکز صحت کا قیام

*1052: رانا بابر حسین: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چک 56/15-ایل جنڈیالی بنگلہ اڈا پر کوئی مرکز صحت نہ ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس علاقہ میں آر ایچ سی / بی ایچ یو نہ ہونے کی وجہ سے مریضوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

(ج) کیا حکومت جنڈیالی بنگلہ اڈا پر آر ایچ سی قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) کسی حد تک یہ بات درست ہو سکتی ہے مگر مکمل طور پر یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ جنڈیالی بنگلہ کے لوگ بنیادی مرکز صحت چک نمبر ایل۔ 15/50 جو کہ تقریباً سات کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے، طبی سہولیات حاصل کر رہے ہیں۔

(ج) حکومت پنجاب کی مروجہ پالیسی کے مطابق آر ایچ سیز مرکز کی سطح پر بنائے جاتے ہیں۔ چونکہ جنڈیالی بنگلہ مرکز نہ ہے اس لئے یہاں پر آر ایچ سی قائم کرنا مناسب نہیں ہے۔ تاہم حکومت پنجاب کی پالیسی کے مطابق یہاں پر بی ایچ یو قائم کیا جا سکتا ہے چونکہ تمام ضلعی سطح کے ادارے اور ان کے ترقیاتی کام ضلعی حکومتوں کی ذمہ داری ہے اس لئے جنڈیالی بنگلہ پر بی ایچ یو قائم کرنا بھی ضلعی حکومت خانیوال کی ذمہ داری ہے تاہم اس سلسلے میں ضلعی حکومت کو ضروری ہدایات جاری کر دی گئی ہیں ہدایت کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

تحصیل بھلوال میں سرکاری ہسپتالوں کی صورتحال

*1074: محترمہ زوبیہ رباب ملک: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) تحصیل بھلوال میں کتنے سرکاری ہسپتال، آر-ایچ-سی اور بی ایچ یوز ہیں-ان کے نام اور رقبہ کی تفصیل بیان کریں؟

(ب) ان کے سال 2006 سے آج تک کے بجٹ کی تفصیل بیان کریں؟

(ج) ان سالوں کے دوران ان کو کتنی مالیت کی ادویات فراہم کی گئی ہیں؟

(د) کتنے ہسپتالوں اور ہیلتھ سنٹرز میں ڈاکٹرز اور لیڈی ڈاکٹرز کی اسامیاں کب سے خالی ہیں؟

(ہ) کن کن ہسپتالوں اور ہیلتھ سنٹرز میں طبی آلات اور دیگر مشینری ناکافی ہے؟

(و) کیا حکومت اس تحصیل کے تمام ہسپتالوں اور ہیلتھ سنٹرز میں مسنگ فیسلٹی پوری کرنے کے لئے ہیلتھ سیکٹر ریفارم پروگرام کے تحت فنڈز فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) (i) تحصیل بھلوال میں ایک ٹی ایچ کیو ہسپتال ہے جس کا رقبہ 64 کنال ہے اس کے علاوہ تین آر ایچ سیز اور 19 بی ایچ یوز ہیں جن کے نام اور رقبہ کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نام آر ایچ سی	رقبہ
میانی RHC	32 کنال
بھیرہ RHC	21 کنال
پھلروان RHC	16 کنال

(ii) تحصیل بھلوال میں کل 19 بی ایچ یو ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں۔

1-	چک سعدیہ	2-	کلیاں پور
3-	حضور پور	4-	ہاتھی ونڈ
5-	علی پور سیداں	6-	نبی شاہ خورد،
7-	چک رام داس	8-	راتوکالا
9-	راکھ چراغ	10-	چک نمبر ایم ایل/10
11-	پرانا بھلوال	12-	چک نمبر این ایم/18
13-	چک نمبر این بی/10	14-	چبا پرانا
15-	چک نمبر ایم ایل/8	16-	چک نمبر این بی/2
17-	ڈھوری	18-	سالم
19-	دیوال اور ہر بی ایچ یو 1.5 ایکڑ پر مشتمل ہے۔		

(ب) سال 2006 سے آج تک ان ہسپتالوں کو دیئے گئے بجٹ کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نام ہسپتال	کل بجٹ	بجٹ برائے ادویات	مالی سال
ٹی ایچ کیو ہسپتال بھلوال	1351000/-	400000/-	2006-07
آر ایچ سی میانی	3963000/-	500000/-	2006-07
آر ایچ سی بھیرہ	4537000/-	500000/-	2006-07
آر ایچ سی پھلروان	4079000/-	500000/-	2006-07
19 عدد بی ایچ یو	26192000/-	1624000/-	2006-07

ٹی ایچ کیو ہسپتال بھلوال	-/18459000	-/4300000	2007-08
آر ایچ سی میانی	-/5956000	-/800000	2007-08
آر ایچ سی بھیرہ	-/8572000	-/950000	2007-08
آر ایچ سی پھلروان	-/6946000	-/600000	2007-08
19عدد بی ایچ یو	-/27177000	-/1940000	2007-08
ٹی ایچ کیو ہسپتال بھلوال	-/19774000	-/500000	2008-09
آر ایچ سی میانی	-/811000	-/800000	2008-09
آر ایچ سی بھیرہ	-/8337000	-/950000	2008-09
آر ایچ سی پھلروان	-/7730000	-/700000	2008-09
19عدد بی ایچ یو	-/32230000	-/2436000	2008-09

نوٹ:۔ تمام بی ایچ یوز کا بجٹ مساوی ہوتا ہے۔

(ج) اوپر بیان کردہ بجٹ برائے ادویات سب خرچ کیا جاتا رہا ہے اور ادویات فراہم کی جاتی رہیں۔

(د) وویمن میڈیکل آفیسر کی ایک سیٹ آر ایچ سی میانی خالی ہے۔
میڈیکل آفیسر کی پانچ سیٹیں خالی ہیں جو کہ ایم ایل بی ایچ یو/10، حضور پور، رتوکالا، چک رمداس اور ہاتھی ونڈ میں خالی ہیں جنہیں جلد ہی پورا کر لیا جائیگا۔

(ہ) آر ایچ سی میانی پر دو عدد اور باقی پھلروان اور بھیرہ پر ایک ایک ایمبولینس موجود ہے۔اس کے علاوہ ایک عدد ڈینٹل یونٹ ایک عدد ایکس رے پلانٹ۔ایک عدد آپریشن تھیٹر میں استعمال ہونے والے اوزار موجود ہیں۔اب ہیلتھ سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت رواں مالی سال میں مزید خرید کرنے کے لئے بجٹ مہیا کیا جارہا ہے اور آلات خریدے جائیں گے نیز اور بی ایچ یو لیول کے لئے درکار آلات کافی ہیں۔

(و) تعمیراتی کمی (missing facilities) کو پورا کرنے کے لئے B.H.Us پر N.L.C محکمہ کام کر رہا ہے جبکہ R.H.Cs پر بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ کام کر رہا ہے اور یہ تعمیراتی کام 30-06-2009 تک پورے ہو جائیں گے ۔ تین عدد R.H.Cs پر 8.023 ملین روپے خرچ ہوئے ہیں۔P.H.S.R. پروگرام کے تحت B.H.Us پر

کام یعنی مرمت وغیرہ ہوئی ہے۔ 19 عدد B.H.Us پر 18.246 ملین روپے کا کام مکمل ہو گیا ہے۔ باقی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ طبی آلات تقریباً ضرورت کے مطابق موجود ہیں اور فراہم کردہ لسٹ کے مطابق مزید کی خریداری جلد متوقع ہے۔

میانی شہر تحصیل بھلوال میں ادویات و گرانٹ کی فراہمی

*1075: **محترمہ زوبیہ رباب ملک:** کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) میانی شہر ہیلتھ سنٹر تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا کو سال 2006 سے آج تک کتنی رقم اور ادویات سال وار فراہم کی گئی ہیں؟

(ب) کیا یہ ادویات اور گرانٹ ہسپتال کی ضروریات کے لئے کافی تھیں اگر نہیں تو حکومت سال 09-2008 میں اس ہسپتال کو اضافی گرانٹ فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(ج) اس ہسپتال میں کتنے آپریشن تھیٹر ہیں، ان میں کیا کیا سہولیات موجود ہیں؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ ہسپتال ہذا میں طبی آلات ناکافی ہیں؟

(ہ) کیا حکومت ہسپتال ہذا میں ہیلتھ سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت تمام مسنگ فیسلٹی فراہم کرنے کو تیار ہے، اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) 2006۔07 مالی سال کے لئے 600000 روپے ادویات کے لئے مہیا کئے گئے اور تقریباً اسی رقم کی ادویات خریدی گئیں۔

2007۔08 مالی سال کے لئے 600000 روپے ادویات کے لئے دیئے گئے اور 598822 روپے کی ادویات خریدی گئیں۔

2008۔09 مالی سال کے لئے 800000 روپے دیئے گئے جس سے رواں مالی سال میں خریداری کی جارہی ہے۔

(ب) یہ رقم ضرورت کے مطابق ناکافی تھی۔ البتہ اس سال حکومت نے زائد رقم فراہم کر دی ہے۔

(ج) ایک آپریشن تھیٹر ہے۔مائنر سرجری کی سہولت موجود ہے۔

(د) طبی آلات آر ایچ سی کے مطابق کافی ہیں۔

(ہ) ہیلتھ سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت مسنگ فیسلٹی مہیا کی جارہی ہے بلڈنگ کی مرمت کا کام اس سال مکمل ہو جائیگا۔H.S.R.P کے تحت ضلعی حکومت کی طرف سے طبی آلات کی مرمت اور خریداری کے لئے فنڈز مہیا کئے جارہے ہیں اس سال یہ سکیم مکمل ہو جائے گی۔

ہسپتالوں میں استعمال شدہ آلات کو دوبارہ استعمال کرنے کا مسئلہ

*1106: سیدہ بشریٰ نواز گردیزی: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور کے تمام چھوٹے یا بڑے ہسپتالوں کے مریضوں کا استعمال شدہ کوڑا اور گندگی clinical waste جس میں 15 تا 20 فیصد انتہائی مضر صحت اور خطرناک بیماریوں کا باعث بنتا ہے ایک بار پھر مریضوں کے استعمال میں لانے کے لئے مارکیٹ میں لایا جاتا ہے؟

(ب) متذکرہ بالا حقائق کی روشنی میں کیا حکومت ایسے اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے جس سے ہسپتالوں کے استعمال شدہ آلات دوبارہ استعمال نہ ہوں، اگر ایسے اقدامات نہیں کئے جارہے تو اسکی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) یہ درست نہیں ہے کہ مضر صحت استعمال شدہ کوڑا دوبارہ استعمال میں لایا جاتا ہے۔ہسپتال کی waste management کی کمیٹیاں ہسپتال کے کوڑے کا مناسب تلفی کے لئے سخت اقدامات اور مانیٹرنگ کرتیں ہیں۔

(ب) حکومت پنجاب hospital waste کی مناسب طریقے سے تلفی کے بارے میں بڑے اہم اقدامات اٹھا رہی ہے۔ تمام ہسپتالوں میں اس سلسلہ میں ہسپتال کی سطح پر کمیٹیاں بنائی گئیں جو اس سلسلہ میں hospital waste کی مناسب طریقے سے تلفی کو یقینی بناتی ہے۔اس کے علاوہ حکومت نے وفاقی حکومت کے تعاون سے 19 ضلعی

ہسپتالوں میں hospital waste کے لئے Inclinator مہیا کئے ہیں۔ اس کے علاوہ waste کے اکٹھا کرنے اور اس سے متعلقہ سامان ہسپتالوں کو مہیا کیا گیا ہے۔ جس میں مختلف رنگ کی بالٹیاں سیفٹی بکس سرنج کٹر وغیرہ شامل ہیں ہسپتال کے waste کی تلفی اور آگاہی کے لئے ہیلتھ ایجوکیشن کا معلوماتی پمفلٹ اور پوسٹ بھی مہیا کئے گئے ہیں۔

سروسز ہسپتال لاہور میں خریدی گئی مشینری کی مالیت و دیگر تفصیلات

*1126: محترمہ سکینہ شاہین خان: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سروسز ہسپتال لاہور میں سال 2005 سے آج تک کتنی مشینری کتنی مالیت میں خرید کی گئی، سٹی سکین، الٹرا ساؤنڈ، ایکسرے مشین اور دوسری مشینری جو خرید کی گئیں اس کی تفصیل مہیا کی جائے؟

(ب) کتنی ایسی مشینیں ہیں جو اب تک ڈبہ پیک ہیں اور ان کو زیر استعمال نہیں لایا گیا؟

(ج) ان مشینوں کو نصب نہ کرنے کی کیا وجوہات ہیں اور ان کو زیر استعمال نہ لانے والوں کے خلاف حکومت کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر صحت (ملک ندیم کامران):

(الف) سروسز ہسپتال لاہور میں 2005 سے آج تک خریدی جانے والی مشینری کی کل مالیت 479.929 ملین روپے ہے تمام مشینری بشمول سی ٹی سکین، الٹرا ساؤنڈ، ایکسرے مشین کی تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) لیتھروتھراپی مشین کے علاوہ کوئی مشین ڈبہ پیک نہیں ہے۔ یہ مورخہ 08-07-18 کو وصول کی گئی۔

(ج) lithotripter مشین کی تنصب کے لئے خصوصی کمرہ کی تعمیر کا معاہدہ ایل ڈی اے سے ہو چکا ہے۔ اور از کی تعمیر جاری ہے۔ lithotripter مشین کمرہ کی تکمیل مکمل ہونے کے فوراً بعد نصب ہو جائے گی اور اس کام کی تکمیل میں تقریباً ایک مہینہ لگے گا۔

پوائنٹ آف آرڈر
ادویات جعلی، مہنگی کرنے اور ان کی قلت پیدا کرنے والوں کے خلاف کارروائی کا مطالبہ

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، میاں رفیق صاحب!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں آپ کا بے حد ممنون ہوں اور آپ کے توسط سے اس معزز ایوان کی توجہ نہایت اہم مسئلے کی طرف جو کہ ادویات سے متعلقہ ہے مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ ادویات کا نہ ملنا بھی ایک مسئلہ ہے، جعلی ادویات کا بنایا جانا بھی ایک مسئلہ ہے اور ادویات کا بے پناہ مہنگا ہونا بھی سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ جو multinational companies یہاں پر ادویات بناتی ہیں وہی multinational ادارے ہندوستان میں بھی وہی ادویات بناتے ہیں۔ وہاں پر ادویات چار گنا سستی ہیں، دس گنا سستی ہیں۔ پاکستان کے اندر ادویات کی بے پناہ مہنگائی بڑھانے میں کون سے ادارے، کون سے پالیسی ساز ذمہ داران کی اجازت دیتے ہیں؟ جبکہ ہندوستان میں ان multinational companies کو ادویات بنانے کے لئے جب تین سال کا لائسنس جاری کرتے ہیں تو وہ ان اداروں کو پابند کرتے ہیں کہ آپ کو تین سال تک ادویات کا raw material یہاں پر ہی پیدا کرنا ہوگا۔ وہ ان پر raw material باہر سے import کرنے کی پابندی لگا دیتے ہیں جبکہ پاکستان میں ان دوائی ساز اداروں کو مسلسل لائسنس جاری کیا جاتا اور ان کو پابند نہیں کیا جاتا کہ آپ ادویات کا raw material پاکستان میں بنا کر دوائی کو سستا بنائیں اور ادویات کے ریٹ ہندوستان کے برابر رکھیں۔ میں یہ جاننا چاہوں گا کہ وہ کون سے ادارے، وہ کون سے ذمہ دار لوگ اور وہ کون سے policy makers ہیں جو ان multinational companies کو بجائے پابند کرنے کے کہ آپ ادویات بنانے کا raw material پاکستان میں manufacture کریں ان کو باہر سے درآمد کرنے کے لئے لائسنس جاری کرتے رہتے ہیں۔ وہ ذمہ داران ادویات کی قیمتیں بڑھانے میں ان اداروں کی معاونت

اوران کی امداد کرتے رہتے ہیں۔ وہ کمیشن مافیا ہے اور ایک بہت بڑا کمیشن مافیا ہے۔ میں اس معزز ایوان کی توجہ اس اہم مسئلہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ اس پر ایسی انکوائری کی جائے، کسی ذمہ دار کو انکوائری دی جائے کہ انسانی ادویات، حیوانات کی ادویات اور زرعی ادویات اتنی مہنگی کیوں ہیں؟

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر ہے بزرگو! ایم پی اے صاحب! یہ پوائنٹ آف آرڈر ہے؟ آپ نے پوائنٹ آف آرڈر پر debate شروع کر دی ہے۔ شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! یہ میری توجہ دلاؤ در خواست تھی۔ آپ کا بے حد شکریہ۔ آپ نے مجھے موقع دیا میں اس پر توجہ دلانا چاہتا تھا۔

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر خوراک / صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جو انہوں نے price کی بات کی ہے یہ ایک federal subject ہے، یہ provincial subject نہیں ہے۔ اس پر Punjab level پر کام نہیں کیا جاتا۔ یہ میں clear کرنا چاہتا تھا کہ یہ federal subject ہے۔ دوسری بات اگر آپ اجازت دیں تو۔۔۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں ممبر صاحبان تو بات چھوٹی کرتے ہیں، آپ اس کو اور لمبا کر دیتے ہیں۔

وزیر خوراک / صحت (ملک ندیم کامران): نہیں، جناب! میں نے تو یہ clear کر دیا، میں نے صرف ان کی بات کو clear کرنا تھا۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔

محترمہ جوئس روفن جولیس: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ جوئس روفن جولیس: جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے floor دیا ہے۔ آج جبکہ محکمہ صحت پر بات ہو رہی ہے میں یہاں وزیر صحت سے یہ گزارش کروں گی کہ میاں محمد شہباز شریف نے

اقلیتوں کے لئے وعدہ کیا ہے کہ ان کو کوٹا دیا جائے گا۔ میں وزیر صحت سے درخواست کرتی ہوں کہ کیا میڈیکل کالج میں بھی اقلیتوں کے لئے کوٹا دینے کی کوئی پالیسی ہے؟ 1970 سے پہلے ہر میڈیکل کالج میں پانچ سیٹیں اقلیتیوں کے لئے تھیں وہاں پر اقلیتی بنیادوں پر admission لے سکتے تھے۔ میری یہ درخواست نہ صرف وزیر صحت سے ہے بلکہ اس پورے ہاؤس سے ہے کہ آپ مخلوط الیکشن کے تحت اقلیتوں سے ووٹ لے کر آتے ہیں تو کم از کم ایک آدھ ،آج جب ہم بات کرتے ہیں تو ہمیں support ہی کر دیں اور آپ جانتے ہیں کہ یہ community کتنی کمزور ہے۔ آپ کرسمس کے موقع پر وہاں جاتے ہیں اور کیک کاٹتے ہیں، ہم اس بھائی چارے کے لئے بھی شکر گزار ہیں لیکن ان بچوں کو اعلیٰ تعلیم دینے کے لئے آج میں آپ سے request کرتی ہوں کہ آپ اقلیتوں کے لئے میڈیکل کالج میں یہ کوٹا مختص کریں۔

جناب سپیکر: محترمہ!آپ کا شکریہ۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ Constitution کے مطابق ہر پاکستانی شہری برابر کے حقوق رکھتا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

اس میں کسی کو اقلیت کہنا میں تو مناسب نہیں سمجھتا لیکن آپ اس کو اقلیت خود ہی فرما رہی ہیں۔ جو جواب وزیر صاحب متعلقہ محکمہ کے متعلق دینا چاہتے ہیں وہ بھی دے دیں بہر حال میں نے Constitution کی بات کی ہے۔

وزیر خوراک / صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! محترمہ نے جو بات کی ہے، میرا خیال ہے کہ آپ نے جو بات کی ہے یہی سب سے مناسب بات ہے کہ یہاں پر ہم کسی میں فرق نہیں سمجھتے۔ اب جو بھی پاکستانی ہے اور وہ چاہے کسی بھی community سے تعلق رکھتا ہو وہ پاکستانی ہے اور اس کے equal rights ہیں جتنے دوسرے لوگوں کے ہیں۔ البتہ انہوں نے جو سوال کیا ہے کہ کچھ مخصوص کوٹا ان کے لئے مختص کیا جائے تو ابھی تک تو ایسا نہیں ہے کیونکہ یہ open competition ہوتا ہے اس میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جیسے 700 لوگ seat boys پر داخل ہوئے ہیں تو ممکن ہے کہ یہ سارے کرسچئن بھی ہو سکتے تھے یہ تو میرٹ کی بات ہے، جتنے بھی زیادہ ہوں گے ان کو welcome کریں گے اور یہ کام میرٹ سے چلے گا۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! یہ shaver hand piece سرجری میں استعمال ہوتے ہیں۔ سات ماہ پہلے میں میوہسپتال اپنے کزن کے آپریشن کے لئے گیا تھا تو سرجن صاحب نے کہا تھا کہ یہ FedEx instruments میں صرف clearance کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ یہ سات ماہ پہلے کی بات ہے۔ پھر ہم ایک ماہ بعد دوبارہ گئے تو انہوں نے کہا کہ ابھی تک clear نہیں ہوئے۔ میں ایم ایس میوہسپتال کو ملا، ان کو request کی کہ یہ clear کرواکر مہربانی فرمائیں، آپریشن کروانا ہے اور اس طرح کے کوئی بھی آپریشن نہیں ہو رہے۔ یہ آلات jaw joint کے لئے استعمال ہوتے ہیں تو سات ماہ کے بعد بھی دو، تین دفعہ پتا کرنے کے باوجود وہ FedEx سے ابھی تک clear ہو کر نہیں آئے۔ میری سیکرٹری صاحب سے یہ request ہے کہ یہ چھوٹا سا معاملہ تھا اور اس میں شاید تین، چار ہزار روپے clearance fees تھی وہ باقر صاحب خود بھی شاید pay کر دیتے لیکن جو procedure تھا اس میں وہ خود pay نہیں کر سکتے تھے۔ یہ ذرا ایم ایس صاحب سے خصوصی طور پر مہربانی کروائیں اور اسے note فرمالیں۔

وزیر خوراک / صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ کوئی بہت اہم بات نہیں ہے۔

محترمہ آمنہ بٹر: جناب سپیکر! میں بات کرنا چاہتی ہوں۔۔۔

جناب جوئیل عامر سہوترا: جناب سپیکر! ایک منٹ دے دیں۔۔۔

MR. SPEAKER: Order please, order in the House,

آپ تشریف رکھیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ میں منسٹر صاحب سے سوال کا جواب لے رہا ہوں۔

وزیر خوراک / صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے جو نشاندہی ابھی کی ہے۔ فوری طور پر اس کا انشاء اللہ رزلٹ بھی نکل سکتا ہے۔ یہ ابھی تھوڑی دیر کے بعد میرے پاس چیمبر میں آجائیں۔ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے۔ آج ہی اس کو resolve کروادیں گے۔

جناب سپیکر: جی، good

جناب جوئیل عامر سہوترا: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، مجھے بات کرنے دیں۔آپ مجھے ایجنڈے کے مطابق چلنے دیں۔اب اس سے متعلقہ سوال نہیں ہو سکے گا۔

محترمہ جوئیس روفن جولیس: جناب سپیکر! میری بات سن لیں۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ جوئیس روفن جولیس: جناب سپیکر! ہم مخصوص سیٹوں پر آئے ہوئے ہیں اور اس بارے میں ان سے کوٹا مانگتے ہیں۔اگر یہ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر میاں محمد شہباز شریف نے کس چیز کا اعلان کیا تھا؟ یہ کہہ دینا کہ کرسچئن لوگ میرٹ پر آئیں ، میرٹ کا مقابلہ ایک labourer یا ایک sweeper کا بچہ کس طرح سے کر سکتا ہے جبکہ entry test کے لئے اتنی فیسیں وصول کی جاتی ہیں، پروفیسر مافیا اتنی زیادہ فیسیں لے رہا ہے۔

جناب سپیکر: جو آپ نے بات کی ہے انہوں نے سن لی ہے۔

محترمہ جوئیس روفن جولیس: نہیں، نہیں۔یہ ہمیں اس بات کے لئے کوٹا دیں۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔آپ تشریف رکھیں اور یہ بات چھوڑیں۔ہم آگے بڑھتے ہیں۔

محترمہ آمنہ بٹر: جناب سپیکر! ایک منٹ دے دیں۔

جناب جوئیل عامر سہوترا: جناب سپیکر! ایک منٹ دے دیں۔

رپورٹیں (توسیع)

مسودہ قانون (ترمیم) استحقاقات صوبائی اسمبلی پنجاب نمبر 15 اور 17 بابت سال 2008 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب سپیکر: کوئی کام ہو سکے گا، ایک ایک منٹ کے لئے، 371 ممبران ہیں میں اتنے منٹ کہاں سے لاؤں؟ جی، راجہ حنیف عباسی (ایڈووکیٹ) مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان

میں پیش کرنے کی معیاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

راجہ حنیف عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! شکریہ۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

Provincial Assembly of the Punjab Privileges (Amendment) Bill, 2008 (Bill No 15 of 2008) is moved by Chaudhry Aamar Sultan Cheema MPA (PP-32) and No. 2 the Provincial Assembly of the Punjab Privileges (Amendment) Bill, 2008 (Bill No 17 of 2008) moved by Mrs Amna Ulfat MPA W-356."

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی معیاد میں مورخہ 15-مارچ2009 تک توسیع کر دی جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

Provincial Assembly of the Punjab Privileges (Amendment) Bill, 2008 (Bill No 15 of 2008) is moved by Chaudhry Aamar Sultan Cheema MPA (PP-32) and No. 2 the Provincial Assembly of the Punjab Privileges (Amendment) Bill, 2008 (Bill No 17 of 2008) moved by Mrs Amna Ulfat MPA W-356."

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی معیاد میں مورخہ 15-مارچ2009 تک توسیع کر دی جائے۔

یہ تحریک پیش کی گئی اور اب سوال یہ ہے کہ:

Provincial Assembly of the Punjab Privileges (Amendment) Bill, 2008 (Bill No 15 of 2008) is moved by Chaudhry Aamar Sultan Cheema MPA (PP-32) and No. 2 the Provincial Assembly of the Punjab Privileges

(Amendment) Bill, 2008 (Bill No 17 of 2008) moved by Mrs Amna Ulfat MPA W-356.”

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی معیاد میں مورخہ 15۔مارچ 2009 تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

مسودہ قانون پنجاب ایگزامینیشن کمیشن بابت سال 2008 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب سپیکر: چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ) مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی معیاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

The Punjab Examination Commission Bill, 2008 (Bill No 11 of 2008) کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 15۔مارچ 2009 تک توسیع کر دی جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

The Punjab Examination Commission Bill, 2008 (Bill No 11 of 2008) کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 15۔مارچ 2009 تک توسیع کر دی جائے۔

یہ تحریک پیش کی گئی اور اب سوال یہ ہے کہ:

The Punjab Examination Commission Bill, 2008 (Bill No 11 of 2008) کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی

رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 15۔مارچ 2009 تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: اب تحاریک استحقاق کی طرف آتے ہیں۔ چودھری شفیق احمد گجر صاحب!۔۔۔ تشریف فرما ہیں؟ چونکہ یہ پڑھی جا چکی ہے۔ اب لاء منسٹر صاحب اس کا جواب دے رہے ہیں۔

ایس پی مدینہ ٹاؤن فیصل آباد کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ تضحیک آمیز رویہ

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک پر کل محرک اور جو متعلقہ آفیسر تھے ان کے ساتھ بیٹھ کر میٹنگ ہوئی ہے تو اس کے بعد میری اس میں observation یہی ہے کہ اس تحریک میں کچھ معاملات ایسے ہیں جن میں probe کرنے کی ضرورت ہے تو اسے آپ استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیں۔

جناب سپیکر: جی، یہ تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جاتی ہے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: اس بارے میں تو اب بات نہیں ہو پائے گی۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ کافی ساری تحاریک استحقاق جمع ہو چکی ہیں لیکن Privilege Committee ابھی تک طے نہیں ہو سکی۔ یہ سپیشل کمیٹی کے پاس جاتی ہیں، اگر کمیٹیاں بن رہی ہیں تو میرا خیال ہے کہ ایک سال گزر گیا ہے تو Privilege Committee کو Privatize کر لیا جائے اور اس کو پہلے بنا دیا جائے، یہ میری تجویز ہے۔

جناب سپیکر: فی الحال یہ تحریک کمیٹی کے سپرد کی جاتی ہے۔ پھر Privilege Committee کے پاس بھیجی جائے گی۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! ایک سال ہو گیا ہے اور Privileges Committees نہیں بنی، میں اپنی بات نہیں کرتا۔ یہ treasury benches کی طرف سے زیادہ privileges restart ہو رہے ہیں۔ یہ کونسی کمیٹی کے سپرد کی جا رہی ہے؟

جناب سپیکر: جی، دیکھیں! کمیٹی بن چکی ہے۔ صرف چیئرمین کی جو بات ہے وہ ہونے والی ہے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! کیا کمیٹی اپنے چیئرمین کے بغیر چل سکتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وہ بنا رہے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تقریباً 27 سٹینڈنگ کمیٹیوں کے اجلاس ہو کر چیئرمینوں کا انتخاب ہو چکا ہے اور باقی۔۔۔

جناب سپیکر: یہ فوٹو سیشن بعد میں کیجئے۔ اللہ رکھا صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جو باقی کمیٹیاں ہیں اجلاس کے ختم ہونے کے فوراً بعد ان کو complete کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: اب یہ ایک تحریک استحقاق عبدالرحمٰن صاحب کی ہے انہوں نے مجھے خود کہا ہے کہ اس کو pending کر دیا جائے۔ اب محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ تشریف فرما ہیں؟

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! اس کو Monday تک pending کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، It is pending till Monday اب شیخ علاؤالدین صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔

روزنامہ "جنگ" کی غلط رپورٹنگ
سے معزز رکن اسمبلی کی شہرت کا نقصان

(۔۔۔جاری)

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں نے جو تحریک استحقاق ایوان میں پیش کی تھی۔اس کو آج کے لئے pending کیا گیا تھا۔

جناب سپیکر: جی، دیکھیں! بھائی کون سی ہے؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ بڑا اہم معاملہ ہے اور اس دن آپ ہی صدارت کر رہے تھے جس دن کا یہ معاملہ ہے۔Privilege Motion No.9 ہے۔

جناب سپیکر: یہ تو next week تک pending ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! next week تک نہیں بلکہ آج تک کے لئے pending تھی۔

جناب سپیکر: جی، میرے پاس next week لکھا ہے۔

شیخ علاؤالدین: نہیں، جناب سپیکر! ان کو یہی کہا گیا تھا اور لاء منسٹر صاحب نے ان کو بلایا تھا۔اس میں بڑا simple issue ہے اور next week تک بات نہیں ہوئی تھی۔اگر آپ اس کو مناسب سمجھتے ہیں تو اس کو کل تک کے لئے pending کر دیں لیکن لاء منسٹر صاحب سے کہیں کہ اس میں simple سی بات ہے اور آپ صدارت کر رہے تھے اور آپ ہی اس کے اوپر کہہ دیں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔یہاں پر بڑے بڑے سینئر اخبار نویس بیٹھے ہوئے ہیں، کسی نے وہ بات نہیں لکھی جو صرف روزنامہ "جنگ" نے میرے بارے میں لکھی ہے۔یہاں اتنے بڑے قابل لوگ بیٹھے ہیں کہ کسی نے نہیں لکھی جو خود اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ واقعہ سرے سے ہوا ہی نہیں ہے تو میں کوئی kid campus میں نہیں آیا ہوا۔یہ پنجاب اسمبلی کا ایوان ہے اور میرے بارے میں اتنی بڑی بات back page پر چھاپ دی گئی۔آج لاء منسٹر صاحب سے کہیں کہ آپ اس کو طے کریں ورنہ یا آپ خود

حکم دے دیں کہ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا تاکہ اخبارات میں آ جائے۔ اگر نہیں آتا تو میں خود through advertise اس کو کر دوں گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سلسلے میں ہماری پریس گیلری کے معزز صدر اور سیکرٹری صاحب ہیں اور ان میں سے جو سینئر ذمہ دار ساتھی ہیں ان سے میری بھی بات ہوئی ہے۔ کل غالباً پریس گیلری کے صدر شیخ صاحب سے بھی ملے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں یہ مناسب ہے کہ میں بھی request کرتا ہوں، پریس گیلری میں بیٹھے تمام دوستوں سے اور especially ان سے بھی جس اخبار کا شیخ صاحب نے حوالہ دیا ہے کہ وہ اس خبر کی تردید شائع کریں کیونکہ کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا اور آپ سے بھی گزارش کروں گا کہ آپ بھی تردید شائع کرنے سے متعلق پریس گیلری کے دوستوں کو کہیں۔

جناب سپیکر: جی، پریس والوں سے میں بھی گزارش کر رہا ہوں کہ جو ہمارے بھائی ادھر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایسا کوئی مسئلہ اس ہاؤس میں ہوا نہیں جس کی انہوں نے رپورٹنگ کی ہے تو آپ مہربانی کر کے تمام اس کی تردید شائع کر دیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اس وقت تک کے لئے اسے pending کر دیں۔

جناب سپیکر: کب تک؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اگر یہ کل تردید آ جاتی ہے تو پھر ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: چلیں! دیکھتے ہیں اور اس کو pending کرتے ہیں۔

پوائنٹ آف آرڈر
پاکستان کے علاقوں پر ڈرون حملوں سے عوام میں تشویش

چوہدری سرفراز افضل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! شکریہ۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ میں نے آپ کو floor نہیں دیا۔ جی، آپ فرمالیں، آپ صبح سے کھڑے ہیں اور آپ کو کافی دیر ہو گئی پوائنٹ آف آرڈر لیتے ہوئے لیکن relevant پوائنٹ آف آرڈر ہونا چاہئے۔

چوہدری سرفراز افضل: جناب سپیکر! relevant point ہے۔ جہاں پر ہماری اپنے استحقاق کی بات ہو رہی ہے۔ میں on the floor of the House تمام ممبران اور آپ کی بھی توجہ اس طرف دلانا چاہوں گا کہ جہاں پاکستان کی سرحدوں کا استحقاق مجروح ہو رہا ہے۔ بش اور مش کی دس سالہ آمرانہ حکومت بظاہر تو ختم ہوئی۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب! یہ بات ذرا غور سے سنیں۔

چوہدری سرفراز افضل: جناب سپیکر! کل امریکن گورنمنٹ نے یعنی صدر اوباما نے ایک رچرڈ ہالبروک نامی شخص کو especially پاکستان اور افغانستان کے لئے ایلچی مقرر کیا ہے۔ وہ یہاں پر آئے ہوئے ہیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ جب یہاں پر یہ بات کی جارہی ہے کہ اب پاکستان میں عوام کی حکومت ہے تو میرے خیال میں یہاں پر عوام اور پاکستان کی بات بھی کی جائے جبکہ رچرڈ ہالبروک بھی یہاں پر موجود ہے تو یہاں on floor of the House سے وفاقی حکومت سے یہ ہم گزارش کرنا چاہیں گے کہ رچرڈ ہالبروک سے سب سے پہلے اپنی ذات کی بات نہ کی جائے بلکہ یہاں ہمارے اوپر ڈرون حملے کئے جارہے ہیں جیسا کہ آپ اور پورے ملک نے دیکھا ہے کہ جہاں صوبہ سرحد اور قبائلی علاقوں کے حالات خراب ہوئے، اس کے ساتھ ساتھ آپ نے دیکھا کہ ۔۔۔

جناب سپیکر: جی، میں نے آپ کو پہلے بھی گزارش کی تھی کہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

چودھری سرفراز افضل: جناب سپیکر! ڈی جی خان اور میانوالی میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس کا تسلسل ہے۔

جناب سپیکر: جی، اب آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی بات سن لی گئی ہے اور یہاں کے جو متعلقہ سوال ہیں ان کی بات کریں۔ بھائی! آپ کیا کرتے ہیں۔ جی، لاء منسٹر و پارلیمانی امور آپ نے بات سنی ہے جو بات ادھر ہوئی ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے بالکل ان کی بات سنی ہے جو انہوں نے بات کی ہے۔ وہ بالکل اس ہاؤس کے ممبر کے نہیں بلکہ ایک پاکستانی ہونے کے حوالے سے یہ بہت بڑی relevant بات ہے اور بڑی تشویشناک بات ہے لیکن یہ اس ہاؤس اور نہ ہی پنجاب گورنمنٹ سے متعلقہ ہے۔ یہ وفاقی حکومت سے متعلقہ ہے اگر محترم اس بارے میں کوئی قرارداد لے آئیں تو میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ ان کی قرارداد یہ ہاؤس پاس کرے گا اور یہ سفارشات وفاقی حکومت کو بھیج دی جائیں گی۔

چوددھری سرفراز افضل: شکریہ۔ جناب سپیکر! مجھے پھر اجازت دی جائے کہ ہم اس سلسلے میں انشااللہ اس حوالے سے اسمبلی میں قرارداد لائیں گے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: جی، قرارداد لے کر آئیں پھر اس پر بات کریں گے۔ اب ہم تحاریک التوائے کار شروع کرتے ہیں جی، بلوچ صاحب!

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ میری ایک تحریک التوائے کار کے لئے out of turn آپ نے مہربانی فرمائی تھی، وہ rural area کے ایجوکیٹر کی بھرتی کے متعلق تھی اور وہ پیش بھی ہو گئی تھی لیکن افسوس یہ ہے کہ آٹھ دن ہو گئے ہیں out of turn کی باری نہیں آئی اور باقی تحریکیں آرہی ہیں۔ صرف لاء منسٹر صاحب نے اس پالیسی کے بارے میں بیان دینا تھا کہ دو

پالیسیاں پنجاب میں نہیں چلیں گی اور جو موجودہ پالیسی CM صاحب کی ہے اس کے تحت تمام بھرتی ہو گی لیکن آج آٹھ دن کے بعد بھی اس کی باری نہیں۔ مہربانی کریں وہ out of turn ہے۔

جناب سپیکر: آپ کو اس کا کوئی نمبر یاد ہے؟

جناب احمد خان بلوچ: نمبر تو یاد نہیں ہے لیکن کاپی تو ہے۔

ڈاکٹر آمنہ بٹر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بی بی!

ڈاکٹر آمنہ بٹر: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ ایک اہم مسئلہ کی طرف دلانا چاہتی ہوں جس کا ابھی ذکر کیا جا رہا تھا اور وزیر صحت نے اس کے جواب میں کہا تھا کہ اقلیتوں کا میڈیکل کالج میں آنا بہت اہم مسئلہ ہے اور اس کے لئے ہمیں اس قسم کے remarks نہیں دینے چاہئیں کہ سات سو بھی آ سکتے ہیں۔ ہمیں پتا ہے کہ نہیں آتے، جو under served areas کے لوگ ہیں جو pressed areas کے لوگ ہیں اور جو غریب لوگ ہیں اور جو اقلیتوں کے لوگ ہیں تو ایسے insensitive بات نہیں کرنی چاہئے کہ وہ سات سو بھی آ سکتے ہیں، نہیں آ سکتے۔ ہمیں اس کے لئے serious اقدامات کرنے چاہئیں، affirmative action لینا چاہئے تاکہ اقلیتوں کے وہ لوگ جو میڈیکل کالجوں میں ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ آپ کی بات سنی گئی۔

جناب جوئیل عامر سہوترا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، آپ فرمائیں کیا کہنا چاہتے ہیں، ماشاءاللہ آپ صبح سے تیسری جگہ پر پہنچ گئے ہیں۔ آپ relevant بات کریں کیونکہ پوائنٹ آرڈر آپ نے لیا ہے اور میں تقریر نہیں سنوں گا۔ This I tell you.

جناب جوئیل عامر سہوترا: جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں ان الفاظ کے لئے آپ کا شکریہ ادا کروں گا کہ جو آپ نے اقلیتوں کے حوالے سے فرمائے ہیں اور یہاں پر اس سلسلے میں سوالات وجوابات دیئے جا رہے تھے اور میں صرف آپ سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ اس floor اور اس

معزز ایوان میں محترم وزیر قانون صاحب نے بھی اس بات کی یقین دہانی کروائی تھی کہ آئندہ جب بھی نوکریوں کے لئے خاص طور پر محکمہ صحت کی طرف سے advertisement آئے گی تو سینٹری ورکر کے لئے specifically non Muslim کا لفظ نہیں لکھا جائے گا اور میں آپ سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ آپ اس پر خصوصی حکم جاری فرمائیں کہ یہ کسی بھی communities کو disgrace کرنے والی بات ہے۔

جناب سپیکر: جی، یہ لفظ نہ لکھا جائے۔ جو یہ کہہ رہے ہیں کہ درجہ چہارم کی نوکریوں یعنی سینٹری ورکر کے لئے لفظ non Muslim نہ لکھا جائے۔

جناب محمد نوید انجم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی!

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! تحریک التوائے کار کے لئے وقت ہے اور یہ آدھا گھنٹہ سارا ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: اس میں آپ کے پانچ منٹ گزر چکے ہیں۔

ہربنس پورہ لاہور میں واقع سرکاری اراضی قبضہ گروپ سے واگزار کروانے کا مطالبہ

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت اعامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ میرے حلقہ پی پی۔145 لاہور کی آبادی ہربنس پورہ میں راجہ صاحب کی سینکڑوں کنال اراضی تھی جو بحق سرکار حکومت پنجاب کی ملکیت تھی۔ اب یہ اراضی چند کنال باقی رہ گئی ہے۔ اکثر اراضی قبضہ گروپوں نے قبضہ کر کے جعلی کاغذات بنا کر اپنے نام کرائی اور پھر چند دنوں کے اندر یہ اراضی پلاٹ بنا کر فروخت کر دی گئی۔ عید سے چند روز قبل ایک قبضہ گروپ نے راجہ صاحب کی 200 سے 300 کنال اراضی پر قبضہ کیا اور یہ اراضی پلاٹوں کی صورت میں فروخت کی جا رہی ہے۔ اس زمین کو باقاعدہ ایک

ہاؤسنگ سکیم کی شکل میں بنا کر فروخت کیا جا رہا ہے۔ اس علاقے کے لوگوں نے محکمہ مال اور دیگر متعلقہ اداروں کو اس قبضہ کے بارے میں درخواستیں بھی دی ہیں۔میں نے خود جا کر متعلقہ افسران کو مطلع کیا مگر اس قبضہ گروپ کے خلاف کارروائی نہیں کی جا رہی کیونکہ اس قبضہ گروپ میں بااثر شخصیات علاقہ ملوث ہیں جو اس قبضہ کرنے والوں میں شامل ہیں۔حکومت کا کوئی بھی محکمہ اس اربوں روپے کی سرکاری اراضی کو واگزار کرانے میں خدمات انجام نہیں دے رہا جس کی وجہ سے عوام میں شدید اضطراب پایا جا رہا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک کی کاپی مجھے ابھی موصول ہوئی ہے۔ اس میں محترم نوید انجم صاحب نے جو فرمایا ہے کہ 200 سے 300 کنال اراضی پر قبضہ کر کے اور پھر آگے پلاٹ بنا کر فروخت کئے جا رہے ہیں۔ ابھی اجلاس کے بعد ڈی سی او لاہور سے بات کر کے ان پلاٹوں کی جو رجسٹریاں وغیرہ ہو رہی ہیں ان کو رکوا دیتے ہیں۔پھر اس کا مفصل جواب آ جائے تب میں عرض کروں گا۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! اس اراضی کے سارے documents میرے پاس موجود ہیں۔

جناب سپیکر: اس کا جواب کب تک متوقع ہے، اب اس پر کیا کیا جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں فوری طور پر تو یہ معاملہ ہے کہ موقع پر کوئی قبضہ نہ ہو اور جو رجسٹریاں ہو رہی ہیں وہ روک دی جائیں تو یہ آج ہی رکوا دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: اسے Monday تک pending کر دیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جس قسم کا معاملہ درپیش ہے اس کے جواب کے لئے ایک ہفتے کا ٹائم دے دیں تا کہ اس پر مفصل جواب آ سکے اور پھر ہاؤس کو آگاہ کیا جا سکے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک التوائے کار آئندہ بدھ تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔

جناب محمد نوید انجم: جی، درست ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! اب بلوچ صاحب کی تحریک التوائے کار کا جواب دے دیں۔

محکمہ تعلیم میں ایجوکیٹرز کی بھرتی کے بارے میں پالیسی پر مکمل طور پر عملدر آمد نہ کرنا

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! بلوچ صاحب نے جو تحریک پیش کی تھی میں نے اس سلسلے میں سیکرٹری سکولز ندیم اشرف صاحب اور بلوچ صاحب کی میٹنگ کروائی تھی جس میں وہ معاملہ at length discuss ہوا۔ اس میں جو طے پایا اس سے بلوچ صاحب بھی متفق ہیں۔ انھوں نے جس letter کا حوالہ دیا تھا، جس پر انھیں objection تھا وہ withdraw کر لیا گیا ہے۔ اس میٹنگ میں یہ طے ہوا تھا کہ جن اضلاع میں یہ process complete ہو چکا ہے اسے divert یا ختم نہ کیا جائے کیونکہ اگر ہم اس process کو fresh لیتے ہیں تو اس میں کم از کم چار سے چھ ماہ لگیں گے اور یہ بے روزگار لوگوں کے ساتھ اور زیادتی ہو گی چونکہ وہ پہلے بھی کافی عرصہ سے بے روزگار ہیں اور پھر اس process کے delay ہونے سے مزید چار یا چھ ماہ لگ جائیں گے لہذا یہ طے پایا کہ جن اضلاع میں یہ process complete ہو چکا ہے وہاں اسی طرح سے جانے دیا جائے اور بعد میں specific بنیاد پر اس بات کی exercise کر لی جائے کہ اگر دیہہ کے نمبر دیئے جاتے تو کون کون سے لوگ on merit آ جاتے اور ان میں سے کون لوگ رہ گئے ہیں؟ جو لوگ رہ گئے ہوں ہم بعد میں دوبارہ ان سیٹوں کو ایڈورٹائز کر کے انھیں بھی ملازمت کا موقع دیں گے اور جن اضلاع میں یہ process complete نہیں ہوا وہاں جس direction کی نشاندہی بلوچ صاحب نے کی تھی اس کے حساب سے process مکمل کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! پلیز آپ اس معاملے کو ذرا serious لیں۔ عوام ایم پی ایز صاحبان سے شکایت کرتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے اسی دن متعلقہ سیکرٹری سکولز کو ان کے ساتھ بٹھایا اور انھوں نے ساری pictureان کے سامنے رکھی اور ان دوستوں نے خود agreeکیا کہ جہاں جہاں یہ process completeہو چکا ہے اگر اسے restartکریں گے تو واقعی اس میں بہت زیادہ delayہو جائے گی اس لئے اس کو جانے دیا جائے اور اس بات کا حساب لگا لیا جائے کہ اس سے کون لوگ affectہوئے ہیں اور ان کو دوبارہ count forکر لیا جائے۔ جہاں جہاں پر یہ process completeنہیں ہوا وہاں پر یہ processاسی طرح مکمل ہو گا جس طرح بلوچ صاحب نے اپنی تحریک میں ذکر کیا ہے کہ مقامی دیہہ یا مقامی یونین کونسل کے نمبر دینے کے بعد selection process completeہو گا۔ لہذا اس سلسلے میں یہ بات طے ہو گئی تھی اور اس بارے میں directionsبھی جاری ہو چکی ہیں اور اب ریکروٹمنٹ کا عمل اس کے مطابق ہو رہا ہے۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! میں اس میں تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ بات تو وہی رہ گئی۔ 26اضلاع میں processہو رہا ہے اور چھ سات ایسے اضلاع ہیں جہاں درخواستیں نہیں آئیں، وہاں نئی پالیسی لاگو کر رہے ہیں لیکن یہ 26اضلاع پر پرانی پالیسی لاگو کر رہے ہیں۔ مجھے لاء منسٹر صاحب پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ جن اضلاع میں انٹرویو نہیں ہوئے، آرڈر نہیں ہوئے وہاں پر موجودہ پالیسی لاگو کر دیں اور جہاں انٹرویو ہو چکے ہیں اور ان کا processمکمل ہو چکا ہے تو بے شک وہاں نہ کریں۔

جناب سپیکر: یہ چھوٹی بات نہیں ہے۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! اب پنجاب میں دو پالیسیاں کیسے ہوں گی؟ لاء منسٹر صاحب فرماتے ہیں کہ تین ماہ لگ جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ دو ماہ لگیں، ایک ماہ لگے یا ایک دن لگے لیکن دیہاتوں کے سکول اس پالیسی سے نہیں کھل سکتے۔ رورل ایریا کے ہزاروں سکولوں کے لئے جو تحصیل ایریا یا ضلع سے آرڈر ہوتے ہیں وہ ٹیچر دیہاتوں میں نہیں جاتے اور سکول بند رہیں گے۔ رورل ایریا میں بے روزگاری ویسی کی ویسی رہے گی۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے ساری پالیسی سننے کے بعد یہ آرڈر جاری

کیا تھا کہ یہ بات ٹھیک ہے پہلے مقامی لوگوں کو دس نمبر دے کر وہاں لگائیں اگر وہاں نہ ہوں تو پھر یونین کونسل سے لے لیں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں جنھوں نے پالیسی کو violate کیا ہے Turn action should be taken against them.

جناب احمد خان بلوچ: جی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں کسی نے پالیسی کو violate نہیں کیا۔ جب آپ کوئی بھی نوکری offer کرتے ہیں تو اس کے لئے باقاعدہ اشتہار دیتے ہیں۔ اس اشتہار میں آپ کو یہ بتانا ہوتا ہے کہ اس کی یہ شرائط ہوں گی، یہ تعلیم ہو گی، یہ عمر ہو گی اور یہ تجربہ ہو گا۔ اب آپ نے جو qualifications نہیں دی اور اس اشتہار میں آپ نے جو criteria دیا ہے اس کے مطابق یہ process مکمل کرنا ہے۔ اب اگر آپ half the way اس criteria کو تبدیل کریں گے تو پھر اس سے complication پیدا ہوں گی، معاملات عدالتوں میں جائیں گے وہاں سے stay ہوں گے اور پھر وہ stay سالہا سال چلتے رہیں گے اور یہ ہزاروں لوگ جنھیں روزگار نصیب ہونا ہے وہ دھکے کھاتے رہیں گے۔ ان ساری چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس دن میٹنگ میں یہی فیصلہ کیا گیا کہ جہاں جہاں process complete ہو چکا ہے اسے نہ روکا جائے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں آپ ان کو علیحدہ ٹائم دیں اور انھیں مطمئن کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! باقاعدہ میٹنگ ہوئی ہے اور وہاں اس بات پر agree ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ ان کو چند منٹ دوبارہ دے دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): چلو جی دوبارہ دے دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ آپ کے ساتھ بیٹھ کر بات کر لیں گے۔ یہ آپ کو سمجھائیں گے۔ رانا صاحب! اس بارے میں ذرا مجھ سے بھی رابطہ کر لیجئے گا میں بھی آپ کو کچھ باتیں بتاؤں گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان): جی، جناب سپیکر! اگر آپ کہتے ہیں تو میں کل سیکرٹری سکولز کو بُلا لیتا ہوں۔آپ بھی ساتھ بیٹھ جائیں۔اس میں محکمے کو قطعی طور پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔یہ جو process complete ہوا ہے اس میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں لوگوں کو روزگار ملنے جا رہا ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ اسے چھ ماہ اور delay کر دیا جائے تو کر دیا جائے گا۔

جناب احمد خان بلوچ: یہ کب میٹنگ رکھ سکتے ہیں؟

جناب سپیکر: آپ کل کا ٹائم رکھ لیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں ان کی availability check کر لیتا ہوں تو کل آپ کے چیمبر میں ہی بیٹھ کر اسے discuss کر لیں گے۔

جناب سپیکر: میرے چیمبر میں نہ بلائیں بلکہ انھیں کمیٹی روم میں بلائیں۔میرے چیمبر میں مناسب نہیں ہے اس طرح پھر میں پوری بات نہیں کر پاؤں گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان): ٹھیک ہے۔کمیٹی روم میں بلا لیں۔

(اذان ظہر)

جناب سپیکر: ہاؤس آدھے گھنٹے کے لئے adjourn کیا جاتا ہے۔

(نماز ظہر کے لئے ہاؤس کی کارروائی آدھے گھنٹے کے لئے ملتوی کر دی گئی)

(نماز ظہر کے وقفہ کے بعد جناب سپیکر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔)

جناب سپیکر: جی، شیخ علاؤالدین صاحب! آپ اپنی تحریک التوائے کار پڑھیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میری ایک تحریک نمبر 1045 ہے اسے پہلے لے لیں۔

جناب سپیکر: تحریک التوائے کار نمبر 1045/08 شیخ علاؤالدین صاحب اور محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کی طرف سے ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! میں گزارش یہ کروں گا کہ آپ business شروع کر رہے ہیں لیکن افسوس کے ساتھ کہ کس کے سامنے یہ ساری کارروائی ہونی ہے؟ یہ تو بھینس کے آگے بین بجانے والی بات ہے۔ شکر ہے کہ اب رانا صاحب آ گئے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! medicines سے متعلق ممبران اس قسم کی جو reservations کا اظہار کر رہے تھے اس حوالے سے ہاؤس کا فیصلہ تھا کہ سیکرٹری صحت کے ساتھ بیٹھ کر اس معاملے کو resolve کیا جائے۔ ہاؤس کے فیصلے کے پیش نظر میں اس میٹنگ میں بیٹھا تھا جس وجہ سے دو چار منٹ کی دیر ہوئی ہے۔ جونہی وہ معاملہ resolve ہوا ہے تو میں آ گیا ہوں۔ میں آپ کے علم میں لانا چاہوں گا کہ ممبران کو medicines لینے میں جو دقّت پیش آ رہی تھی وہ finally سیکرٹری صحت کے روبرو بیٹھ کر resolve ہو گئی ہے۔

جناب سپیکر: بہت اچھی بات ہے۔ جی، محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ!

ایل ڈی اے کی چائنا سکیم لاہور میں پلاٹوں کی الاٹمنٹ میں جعل سازی

محترمہ نگہت ناصر شیخ: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جامعہ نعیمیہ للبنات کی انتظامیہ نے پراپرٹی ڈیلر (میاں نثار اور کمیشن ایجنٹ چودھری اصغر چیمہ) کی وساطت سے گجرپورہ میں L.D.A کی چائنا سکیم میں مدرسہ کے لئے جگہ خریدی۔ یہ جگہ مدرسہ انتظامیہ نے چند پلاٹوں کی شکل میں خریدی تھی جن کو بعد میں انتظامیہ نے یکجا کروالیا کیونکہ مدرسہ کے لئے کم از کم اتنی جگہ درکار تھی جس پر مدرسہ بن سکے اور خریدی گئی زمین کو انتظامیہ نے L.D.A سے confirm بھی کروالیا تھا۔ چند ایام قبل جب مدرسہ انتظامیہ نے اپنی خریدی ہوئی جگہ پر مدرسہ کے لئے construction شروع کروانا چاہی تو L.D.A نے construction رکوادی اور کہا کہ آپ کو جو کاغذات دیئے گئے ہیں وہ جعلی ہیں اور ان کا محکمہ کے پاس کوئی ریکارڈ نہ ہے۔ مدرسہ کی

انتظامیہ نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے پراپرٹی ڈیلر سے فوری رابطہ کیا تو معلوم ہوا کہ پراپرٹی ڈیلر پہلے ہی متعدد بار اس طرح کے فراڈ کر چکا ہے جس پر جامعہ نعیمیہ کی انتظامیہ نے پراپرٹی ڈیلر کے خلاف تھانہ گجرپورہ میں FIR-952/2008 درج کروائی۔ بعد ازاں چند باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ ڈیلر میاں نثار نے مقامی پولیس اور L.D.A کے عملہ جن میں منیر پٹواری، حنیف پٹواری اور دیگر عملہ شامل ہے سے ملی بھگت کر کے کئی پلاٹوں کو متعدد مرتبہ فروخت کر کے کروڑوں روپے کا گھپلا کر کے فرار ہو چکا ہے۔ مقامی پولیس متذکرہ پراپرٹی ڈیلر کے خلاف کسی بھی قسم کی کارروائی کرنے سے گریزاں ہے کیونکہ جو بھی متاثرہ شخص پولیس کو پراپرٹی ڈیلر کے خلاف کارروائی کا عمل تیز کرنے کا کہتا ہے تو متاثرہ شخص کو تعاون ملنے کی بجائے الٹا مدعی کو طرح طرح کے سوالات کے جوابات دینے کے ساتھ ساتھ بے عزت بھی ہونا پڑتا ہے۔ مقامی پولیس ہاتھوں پر ہاتھ دھرے بیٹھی ہے کہ ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی جبکہ مذکورہ پراپرٹی ڈیلر کے خلاف مختلف تھانوں میں درجنوں مقدمات درج ہیں۔ اس معاملہ کی سنگینی کا اندازہ اس بات سے بھی بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ صوبہ پنجاب میں مدرسہ کے لئے خریدی گئی زمین کو بھی ان لٹیروں نے چند روپوں کی خاطر بھی نہیں بخشا تو ایک عام شہری کو کیسے اور کس طرح LDA اور پولیس انتظامیہ ریلیف دے سکتی ہے؟ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محکمے کی طرف سے موصول ہونے والے جواب کے مطابق مدعی ڈاکٹر محمد عارف نعیمی نے درخواست دی کہ مورخہ 13-5-2008 کو الزام علیہ میاں نثار احمد سے پلاٹ نمبری D1-773 گجرپورہ سکیم کی خرید کا سودا رقم مبلغ ساڑھے پانچ لاکھ روپے میں طے کر کے چار لاکھ روپے ادا کر دیئے اور میاں نثار احمد نے کچھ عرصہ کے بعد قبضہ سائل کے حوالے کر دیا۔ جو الزام علیہ نے مذکورہ رقم وصول کر کے اقرار نامہ معاہدہ بیع بحق سائل تحریر کر کے اپنے دستخط کر کے مع دیگر کاغذات حوالے سائل کر دی گئی۔ سائل نے اس رقم کے علاوہ دو لاکھ روپے پلاٹ مذکورہ پر ملبہ کے لئے بھی ادا کر دی ہے اور الزام علیہ چودھری محمد اصغر چیمہ کو کمیشن کی رقم مبلغ پچیس ہزار روپے ادا کئے۔ پلاٹ کے قبضہ حاصل کرنے کے بعد سائل نے اس پر بھاری رقم خرچ

کر کے بلڈنگ تعمیر کی اور اپنے استعمال کے قابل بنایا۔ سائل نے متعدد مرتبہ الزام علیہ کو کہا کہ وہ پلاٹ سائل کے نام ٹرانسفر کروائیں مگر وہ ہمیشہ لیت ولعل سے کام لیتے رہے۔ مورخہ 2008-7-17 اور 2008-7-28 کو L.D.A کی طرف سے نوٹس برائے اظہار وجوہ جاری کیا گیا کہ پلاٹ مذکور پر تعمیر ناجائز اور غیر قانونی ہے اور وہ اسے گرانا چاہتے ہیں جو سائل نے فوری طور پر L.D.A حکام سے رابطہ کیا جنہوں نے ایک چٹھی مورخہ 2008-9-5 کو سائل کے نام جاری کی جس میں وضاحت کی گئی ہے کہ پلاٹ کی الاٹمنٹ جعلی ہے۔ الزام علیہان نے جعلی اور بوگس دستاویز بنا کر انہیں بطور اصلی استعمال کر کے سائل کے ساتھ فراڈ اور دھوکہ دہی کا ارتکاب کیا جس پر مقدمہ نمبر 952/08 مورخہ 18-10-2008 بجرم 471 ,468 ,420 ت۔پ تھانہ گجرپورہ لاہور درج رجسٹر ہوا۔ دوران تفتیش تفتیشی افسر نے محمد اصغر چیمہ اور مدعی فریق کی بالمشافہ گفتگو کروائی جو کہ میاں نثار احمد گرفتاری سے بچنے کے لئے دیدہ دانستہ طور پر روپوش ہے جس کے خلاف کارروائی زیر دفعہ 87 کا تحرک کیا جا رہا ہے اور ملزم کی گرفتاری کے لئے تمام تر وسائل بروئے کار لائے جا رہے ہیں تاکہ مقدمہ ہذا کو جلد از جلد حقائق کی روشنی میں یکسو کیا جا سکے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! اس میں، میں ایک بات کہنا چاہوں گی کہ میاں نثار ویسے بھی اشتہاری ہے اور اصغر چیمہ کو پکڑا گیا تھا جس کو بعد میں medical heart patient ہونے کے ناتے چھوڑ دیا گیا حالانکہ وہ heart patient نہیں ہے اور اب وہ روزانہ تھانے میں بیٹھا ہوتا ہے۔ کم از کم اس کو تو فوری طور پر گرفتار کیا جانا چاہئے جو کمیشن ایجنٹ ہے تاکہ میاں نثار تک رسائی کا راستہ بتا سکے۔

رانا محمد افضل خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! یہ معاملہ کافی سنگین ہے میں اس میں اضافہ کرنا چاہوں گا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ایک بلڈنگ جب تعمیر ہوتی ہے تو L.D.A کا بلڈنگ کا سٹاف progressively

تعمیر کو چیک کرتا ہے۔ بلڈنگ کو مکمل کیوں ہونے دیا گیا اور بعد میں اس کا نوٹس دیا گیا کہ اب اس کو گرا دیا جائے کیونکہ یہ غلط تعمیر کیا گیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مدرسہ بھی سکول ہوتا ہے اور جس کو ہم سکول کہتے ہیں وہ بھی سکول ہی ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسی activity ہے جو non residential ہے تو یہ مدرسے اور سکول residential areas میں کیسے بنا دیئے جاتے ہیں؟ ایک شخص اپنا رہائشی گھر کسی پُرسکون جگہ پر بناتا ہے اور بعد میں وہاں پر ایک سکول یا commercial activity شروع ہو جاتی ہے تو اس کا بھی میرے خیال میں نوٹس لیا جانا چاہئے۔ شکریہ

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! ابھی لاء منسٹر صاحب نے جو جواب دیا ہے میری اس میں گزارش ہے کہ جتنے لوگ اس فراڈ میں involve ہیں، فوری طور پر اگر یہ کر دیا جائے کہ انہی موضع جات میں ان کی جو دوسری properties ہیں ان پر یہ لازمی نوٹ دلوا دیا جائے کہ یہ 952/2008 مقدمے میں چونکہ مطلوب ہیں اس لئے ان کی یہ properties ٹرانسفر نہیں ہو سکتیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے ان پر کوئی تو خوف ہو گا کہ وہ اس issue کو settle کریں اور اس مدرسے کی present value کے حساب سے رقم دیں ورنہ جیسے ابھی فاضل رکن کہہ رہی تھیں، اگر وہ تھانے میں آ کر بیٹھے رہتے ہیں تو کچھ بھی نہیں ہو گا۔ حکومت کم از کم یہ کر لے کہ ان کی دوسری properties پر پابندی لگا دی جائے تاکہ ان کو تھوڑا پریشر پڑے اور وہ اس issue کو settle کریں کیونکہ ان کی دوسری پراپرٹی کا پتا لگانا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں ایک بات یہ بتانا چاہوں گی کہ یہ نوٹس صرف مدرسے کو نہیں ملا تھا بلکہ اس کالونی میں کوئی 100 کے قریب گھر ہیں جن کو یہ notices ملے ہیں اور وہاں پر کافی چھوٹے بڑے گھر ہیں جو کہ بنے ہوئے ہیں اور لوگ کافی عرصے سے وہاں رہ رہے ہیں۔ یہ F.I.R تو صرف مدرسے کی انتظامیہ نے درج کروائی ہے۔ اگر ایسا کوئی کام ہو جائے تو ان لوگوں کو بھی فائدہ ہو گا جو کہ وہاں کے رہائشی ہیں۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! شیخ علاؤالدین صاحب نے بات کی ہے تو جہاں تک مجھے علم ہے کہ جو کارروائی زیر دفعہ 87,88 ضابطہ فوجداری کی جاتی ہے اس میں یہ گنجائش موجود ہوتی ہے جو شیخ صاحب فرما رہے ہیں۔ اس کے جواب میں بھی کہا گیا کہ ان کے خلاف زیر دفعہ 87 ضابطہ فوجداری تحرک کیا جا رہا ہے۔ اس معاملے کو میں expedite کروا دیتا ہوں۔ جو پراپرٹی یہ بتا رہے ہیں کہ جس طرح سے اس کی attachment ساتھ ہو سکتی ہے تو یہ court نے کرنی ہوتی ہے executive authority نہیں کر سکتی تو اس کے تحت court کو تحرک کر دیا جائے گا اور اگر ایسا ہو جاتا ہے کہ court order مل جاتا ہے تو یقیناً یہ اس معاملے میں معاون ثابت ہو گا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں لاء منسٹر صاحب کی بات سے مطمئن ہوں لیکن میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ جس طرح آج یہ بات open ہو گئی ہے تو جو لوگ اس میں ملوث ہیں ان کو بھی پتا ہی ہو گا۔ اب یہ دیکھ لیجئے کہ اس پر جتنی جلدی عمل ہو جائے۔ ورنہ آپ خود سمجھتے ہیں کہ وہ اس کو زبانی انتقال کے ذریعے یا کسی طرح transfer کریں گے۔ ان کا رقبہ ضرور کوئی نہ کوئی ہو گا یا کوئی نہ کوئی پراپرٹی ہو گی۔ جو کارروائی حکومت کرنا چاہتی ہے، یہ ٹھیک ہے وہ court میں ہو گی لیکن اس پر اگر آپ حکم فرما دیں یا expedite کر دیں یا اتنے دن میں کر دیں تاکہ لوگوں کا بھلا ہو جائے چونکہ مدرسے کا مسئلہ ہے۔ شکریہ

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! وہ لوگ ابھی بھی وہاں پر موجود ہیں اور پولیس انہیں گرفتار نہیں کر رہی۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جواب میں تو یہی درج ہے کہ میاں نثار احمد گرفتاری سے بچنے کے لئے دیدہ و دانستہ طور پر روپوش ہے اور اس کے خلاف زیر دفعہ 87 ضابطہ فوجداری کارروائی کے لئے تحرک کیا جا رہا ہے۔ جس صاحب چودھری محمد اصغر چیمہ کا یہ ذکر کر رہی ہیں تو اس جواب سے یہ عیاں نہیں ہو رہا کہ آیا وہ بھی اس مقدمہ میں ملزم ہے یا نہیں؟ میں اس کے تفتیشی کو بُلا کر اس سے پوری طرح سے پتا کروا لیتا ہوں۔ اگر وہ ملزم ہے تو اسے گرفتار بھی کیا جائے گا اور پھر

جس طرح شیخ صاحب فرما رہے ہیں تو اس کے بارے میں آج ہی میں کہتا ہوں کہ اس کو expedite کیا جائے۔

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اس بارے میں یہی چاہتا ہوں کہ جتنی جلدی مسئلہ حل ہو جائے بہتر ہے۔

جناب سپیکر: لا منسٹر نے کہا ہے کہ وہ آج ہی اس بارے میں نوٹس لے رہے ہیں اور ان سے پوچھ رہے ہیں تو یہ تحریک التوائے کار اب dispose of ہوئی۔

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: جناب سپیکر! نماز کے وقفہ سے پہلے احمد خان بلوچ صاحب کی ایک تحریک التوائے کار کے متعلق بات ہو رہی ہے تو رانا صاحب نے فرمایا تھا کہ ہم کمیٹی میں بات کر لیں گے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ on the floor of the House رانا صاحب نے یہ commit کیا تھا کہ پورے پنجاب میں ایک ہی پالیسی چلے گی تو وزیر اعلیٰ صاحب نے order جاری کیا ہے اور اگر وہ order جاری ہو چکا ہے اور انہوں نے بھی یہاں یہ commitment دی ہے تو پھر یہ میٹنگ کرنے کی کیا بات ہے؟ اس کے علاوہ پالیسی گورنمنٹ نے دینی ہے تو سیکرٹری کو جو پالیسی یہاں سے چلی جائے گی اس نے اس پر عمل کرنا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: کاٹھیا صاحب! ایک issue جو decide ہو چکا ہے اور جس پر فیصلہ ہو چکا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اسے دوبارہ اٹھانا غیر ضروری ہے اور آپ مہربانی کر کے وقت اس طرح سے نہ لیں۔ مہربانی

I think which is heard and finally decided, should not be taken into question.

جناب محمد یار ہراج: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! میں مختلف issue پر گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ضلع خانیوال میں نہری کھالوں سے متعلق ایک تحریک التوائے کار جمع کروائی ہے تو میں نے یہ گزارش۔۔۔

جناب سپیکر: تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہو چکا ہے اور میں اعلان کر رہا ہوں کہ اس کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ میری اس تحریک کو کل یا پرسوں out of turn لے لیا جائے۔

جناب سپیکر: جب کل بات آئے گی تو دیکھ لیں گے۔ کل کی بات کل کے ساتھ ہو گی۔ آپ نے نوٹس دیا ہوا ہے ناں؟

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! میں نے جمع کروائی ہوئی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اسے جلدی لے لیا جائے کیونکہ فصلوں کے لئے یہ وقت بہت ضروری ہے۔

جناب سپیکر: جب تحریک التوائے کار کا وقت آئے گا تو اس وقت آپ اپنی تحریک پیش کریں۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! آپ commit کر رہے ہیں کہ کل میں پیش کر لوں؟

جناب سپیکر: نہیں، میں commit نہیں کر سکتا لیکن آپ لے آئیں اور ٹائم ہوا تو آپ کی بات ضرور سنی جائے گی۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ اس وقت پرائمری اور مڈل سکول کے امتحانات ہو رہے ہیں اور لاکھوں بچے اور بچیاں پورے پنجاب میں امتحان دے رہی ہیں۔ بنائے گئے سنٹروں میں کوئی ٹاٹ کا انتظام ہے نہ ہی بنچ وغیرہ ہیں۔ کل جیسے سردی اور بارش کا موسم تھا تو وہ بچے اور بچیاں جو آٹھویں کلاس کے ہوتے ہیں وہ 14/15 سال کے ہوتے ہیں تو میری گزارش یہ ہے کہ جو

پہلا نظام تھا اسی کے تحت امتحان کو ریگولر کیا جائے اور جو بچے اور بچیاں امتحان دے رہی ہیں، ان کے لئے ٹاٹ یا بنچ وغیرہ کا بندوبست کیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ ابھی pre-budget discussion ہو رہی ہے۔ اس میں آپ حصہ لے رہے ہیں تو اس کا ذکر کریں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! متعلقہ منسٹر تو اس ایوان میں موجود نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: لغاری صاحب! آپ کے تمام points note ہو رہے ہوں گے۔ سینئر منسٹر صاحب بھی تشریف فرما ہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔

پوائنٹ آف آرڈر
پی ٹی وی کی جانب سے پنجاب اسمبلی کے ایوان کی کارروائی کی مناسب کوریج نہ کرنا

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ آپ ماشاءاللہ custodian of the House ہیں تو جتنی coverage یہاں صرف پی ٹی وی اندر آ کر کرتا ہے تو میری آپ سے استدعا ہے اور آپ خود بھی اس بات پر غور فرمالیں کہ اگر فلم سٹار میرا کا چالان ہو جائے تو وہ آتا ہے اور اگر خوشبو کے گھر پر فائرنگ ہو جائے تو یقین کریں کہ۔۔۔

جناب سپیکر: آپ ان دونوں میں سے کوئی نہیں ہیں۔ (قہقہے)

شیخ علاؤالدین: نہیں، نہیں۔ جناب سپیکر! میری بات سن لیں کہ ان کے لئے بیس بیس منٹ coverage ہے اور ان سے سوال کئے جاتے ہیں اور ایک بڑی سینئر خاتون ثمینہ پیرزادہ کے بارے میں actress یہ کہتی ہے کہ ان کو اب ناچنا نہیں چاہئے کیونکہ یہ old ہو گئی ہیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں جو ہمارے معزز ممبران اس ایوان میں اپنے حلقے کے بارے میں محنت کرتے ہیں یا جو لوگ عوام کے مسائل یہاں لے کر آتے ہیں تو اس میں کیا حرج ہے کہ دوسرے چینلز کو بھی اندر آنے کی اجازت دیں کیونکہ سندھ اسمبلی میں یہ سب کچھ موجود ہے اور ہمارا صرف پی ٹی وی ہے اور یہاں وہ ہٹلر کے وقت کے کیمرے لے کر آتے ہیں وہ بھی اس طریقے سے coverage دیتا ہے کہ اول تو رات کو 10-1 پر آتی ہے جب لوگ سو رہے ہوتے ہیں یا کسی کو کوئی خاص تکلیف ہے یا کوئی مریض ہے اور وہ جاگ رہا ہے۔ لوگوں کو پتا نہیں لگے گا کہ ہم یہاں پر کیا کر رہے ہیں؟ جتنے لوگ یہاں پر محنت کرتے ہیں، پڑھ کر سارا دن آتے ہیں اور آ کر اپنے حلقے کی بات کرتے ہیں تو اس کے اوپر مہربانی کر کے پرائیویٹ چینلز کو بھی اجازت دیں تاکہ وہ یہاں آئیں اور اس میں سب کا فائدہ ہے۔

جناب سپیکر: اس بارے میں کافی بات ہو چکی ہے تو میں آپ کو بھی بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے پاس اتنی گنجائش نہیں ہے کہ انہیں براہ راست یہاں لائیں۔ ہم نے پی ٹی وی کو کہا ہے کہ آپ نے انہیں lead دینی ہے اور اس lead کے ذریعے سے تمام چینلز کو پاس ہو جاتی ہے۔ وہ اگر نہیں دیتے تو یہ ان کی مرضی ہے میں ان پرائیویٹ چینلز کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں سمجھتا ہوں کہ باقاعدہ ایک میٹنگ ہوئی تھی جس میں ہم نے چینلز کے نمائندوں کو بھی مدعو کیا تھا اور اس پر مکمل بحث ہوئی تھی۔ پی ٹی وی کو شروع سے ایک بڑی مہلک بیماری ہے اور وہ اب بھی ختم ہونے کو نہیں آ رہی کہ یہ دوسرے کو lead دے کر راضی ہوتے ہیں اور نہ یہ کوئی صحیح خبر دے سکتے ہیں بلکہ ان کا mind set ہی ایسا بن گیا ہے۔ اب جمہوری دور ہے اور اب ان پر اتنی سختی بھی نہیں ہے لیکن ان کا mind

setup بنا ہوا ہے کہ انہوں نے اس سے آگے نہیں بڑھنا۔ جہاں تک دوسرے channels کو lead دینے کا معاملہ ہے انہوں نے آج تک اس معاملے کو صحیح طور پر کیا ہے اور نہ کریں گے۔ یہ میٹنگ ہوئی تھی اور اس میٹنگ میں ہم نے باقاعدہ اصولی طور پر یہ فیصلہ کیا تھا کہ باقی channels کو بھی allow کیا جائے۔(نعرہ ہائے تحسین)

اس سلسلے میں باقاعدہ طور پر ان سے متعلقہ آپریٹر جس کا نام مجھے اس وقت یاد نہیں ہے، وہ یہ تھا کہ وہ operator یہاں لگ جائے گا اور اس کی lead باہر جو جگہ بھی طے ہو جہاں پر اس وقت میڈیا کے لوگ بیٹھتے ہیں دے دی جائے گی۔ اس میں پھر یہ بھی ہوا تھا کہ ایک کی قیمت غالباً کوئی چھ سات لاکھ کے قریب تھی اور اس میں کوئی 24 کے قریب channels استفادہ کر سکتے تھے اور ایک کی قیمت کوئی تین چار لاکھ کے قریب تھی اس سے بارہ channels استفادہ کر سکتے تھے۔ یہ بھی طے ہوا تھا کہ فی الحال وہ operator لے لیا جائے جس سے بارہ channels کو بیک وقت یہاں کی کارروائی کی ریکارڈنگ کے لئے باقاعدہ lead لے سکیں۔ اس کا باقاعدہ فیصلہ ہو گیا تھا اس پر پھر exercise ہوئی، اس پر کام کر کے انہوں نے ہمیں دس گیارہ لاکھ روپے کے قریب کا estimate بھی دیا تھا۔ وہ estimate سپیکر سیکرٹریٹ نے آگے حکومت کو approval کے لئے بھیجنا تھا۔ میں اس کے انتظار میں ہوں، میں حاضر ہوں، آپ بھیجیں ہم اس کی approval دیتے ہیں تاکہ تمام channels کو اس ہاؤس کی کارروائی coverage کرنے کا موقع ملے۔

جناب سپیکر: اس سلسلے میں ایک کمیٹی بنی ہوئی ہے وہ کمیٹی ابھی تک میرا خیال ہے کہ میٹنگ نہیں کر پائی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! وہ کس لئے کمیٹی بنی؟ اس کی ہم نے اصولی طور پر approval دے دی تھی اور اس کے بعد وہ باقاعدہ خرچہ لے کر آئے۔ میرا خیال ہے کہ پہلے وہ خرچہ پندرہ بیس لاکھ کے قریب بنا رہے تھے جو round about 1 million تھا اس کا بھی ہم نے کہہ دیا تھا کہ آپ اس کو final کریں۔ اب تو انہوں نے صرف بازار سے یہ دیکھنا تھا کہ کون سی چیز کہاں سے ملتی ہے؟ پھر آپ نے اس کی approval دے کر بھیجنا تھا۔ مجھے تو حیرت

ہوئی ہے کہ آپ اس سارے procedure کو بھول گئے ہیں اور آپ نے کہا کہ نہیں، وہ P.T.V والے lead سے ہی کام لیں گے۔

جناب سپیکر: P.T.V والے تو ان کو lead دے رہے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): نہیں جی، وہ کہاں دے رہے ہیں؟ وہ بالکل نہیں دے رہے۔ اگر اس کی lead پر جائیں بھی تو وہاں بہت discussion ہوئی تھی اور discussion کے بعد یہ بات final ہو گئی تھی اور میرا خیال ہے کہ اب یہ اسمبلی سیکرٹریٹ کی سستی ہے اسے چاہئے کہ وہ اس معاملے کو آگے بڑھائے۔ میں on the floor of the House آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ requisite funds حکومت فوری طور پر available کر دے گی۔

جناب سپیکر: ٹھہریں، پہلے مجھے اسمبلی سیکرٹریٹ سے پتا کرنے دیں۔ مجھے کل 10 بجے تک کا ٹائم دیں۔ میں کل 10 بجے میٹنگ کر کے announce کروں گا۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! رانا صاحب نے بہت اچھی بات کی ہے اس میں قباحت کیا ہے، جب ہم صحافت کی آزادی پر یقین رکھتے ہیں تو ایسا کون سا issue ہے جو آپ resolve نہیں کرنا چاہتے؟ کمیٹی کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ ---

جناب سپیکر: یہ آپ کی کمیٹی نہیں ہے، یہ ہاؤس کی کمیٹی ہے۔ جو فارمولا میرے سامنے آیا ہے میں اس کی بات کر رہا ہوں۔ یہ technical افراد کی کمیٹی بنائی تھی کیونکہ ہم نے یہ instrument لگانا ہے اور اس کمیٹی میں صحافی بھی شامل ہیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! آپ اس کی ensurance کروا دیں کہ ---

جناب سپیکر: یہ میٹنگ میں کل اسی لئے بلا رہا ہوں۔ میں نے کل D.G.P.R کو بلایا ہے وہ کل دس بجے یہاں آئیں گے پھر میں آپ کو ہاؤس میں بتاؤں گا کہ یہ معاملہ کتنے دن میں حل ہو سکے گا۔

رانا محمد افضل خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! ہماری اسمبلی کے جس کمرے میں چلے جائیں وہاں ٹیلی ویژن پر 100 فیصد ہاؤس کی coverage بڑی خوبصورت دکھائی جا رہی ہوتی ہے، ویڈیو سگنل جگہ جگہ پر موجود ہے وہاں پر ریکارڈ کرنے کے لئے صرف ایک instrument چاہئے اور اس کی جتنی مرضی disks بنا لیں۔ ہماری پوری اسمبلی کے ہر کمرے میں ٹیلی ویژن لگا ہوا ہے اور آپ 100 فیصد ریکارڈنگ کہیں سے بھی دیکھ سکتے ہیں آپ کے دفتر میں بھی چل رہی ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ صرف ایک V.C.R لگانا ہے اور وہاں سے disk بنائیں اور پریس کو جاری کر دیں۔ آپ کیوں پیسے خرچ کرنا چاہ رہے ہیں؟

جناب سپیکر: آپ کل تک صبر نہیں کر سکتے؟

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! میں نے اپنا point بتا دیا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جو رانا صاحب فرما رہے ہیں جب کمیٹی کی میٹنگ ہوئی تھی تو یہ ساری discuss options ہوئی تھیں، یہ practicable نہیں ہیں۔ اس پر فیصلہ ہو چکا ہے صرف آپ نے technical لوگوں کے حوالے کیا تھا انہوں نے دیر کی ہے۔ آپ ان سے کہیں کہ اس کی رپورٹ دیں، آپ proposal بھیجیں حکومت اس سلسلے میں جو requirement ہو گی وہ پوری کرے گی اور انشاء اللہ next session تک یہ ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: یہ انشاء اللہ کل ہی مکمل ہو جائے گا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ آپ نے اس پر ٹائم دیا اور توجہ دی ہے۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے اس پر کل تک کا ٹائم دیا ہے اور اس معاملے کی seriousness کو سمجھا ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اتنے بڑے بڑے چینل ہیں اور P.T.V کی تو اب ویسے بھی coverage اور اس کا cliental ختم ہو چکا ہے۔ کم از کم یہ بات دیکھیں آپ خود اتنی محنت کرتے ہیں اگر یہ Dawn, Geo, Waqt, Express چینلز کو آنے کی اجازت دیں یا پھر ان سے ہمیں بات کرنے دیں، دس گیارہ لاکھ روپے کی تو کوئی بات نہیں ہے اگر فرض کیجئے اس میں ٹائم

لگ رہا ہے تو میں اپنے سب بھائیوں کی طرف سے کہتا ہوں کہ یہ پیسا آپ ہمارے accounts سے لے لیں۔

جناب سپیکر: جی نہیں۔کیوں؟

شیخ علاؤالدین: ہم بھی دیتے ہیں۔

سرکاری کارروائی

جناب سپیکر: نہیں نہیں، آپ کی مہربانی، بہت شکریہ۔اب سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں اس میں علی انسٹیٹیوٹ بل۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! نہیں، اس میں جو بقایا pre-budget discussion ہے اس کو continue کر لیں جب وہ مکمل ہو جائے گی پھر ہم legislation لے لیں گے۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! تشریف فرما ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): منسٹر صاحب ابھی آ جاتے ہیں۔جو ممبر صاحبان بیٹھے ہیں ان سے کہیں کہ وہ اپنی بات کریں، یہاں پارلیمانی سیکرٹری صاحب بھی موجود ہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! جو آپ کو شبہ تھا میں وہ بات نہیں کرنے جا رہی۔(قہقہہ) میں تو اس وقت شیخ علاؤالدین صاحب کے حوالے سے بات کرنا چاہ رہی تھی۔آپ نے تو دِل پر لے لیا۔میں تو یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ اگر اتنے انتظامات کے باوجود بھی شیخ صاحب کو 'میرا اور ریما' کے برابر coverage نہ ملی تو پھر کیا ہو گا؟

MR SPEAKER: No, point of order. This is not valid.

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! اصل بات تو رہ گئی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں محترمہ کے سوال کا جواب دینا چاہتا ہوں۔
جناب سپیکر: جی، نہیں۔ اب جواب الجواب تو نہیں ہو گا۔ محترمہ! اب آپ تشریف رکھیں۔
شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! مجھے معلوم ہے جواب الجواب نہیں ہوتا ہے لیکن میری ان سے کوئی برادری بھی نہیں ہے۔ پورے ایوان میں اگر فلمی معاملے کے اندر میری بہن کو ہی صرف problem ہونا تھی، میں نے تو صرف ایک ریفرنس دیا تھا کہ ان کو چھ، چھ کالمی سُرخی میں جگہ ملتی ہے یا ان کے لئے آدھا آدھا گھنٹہ coverage دی جاتی ہے تو اس معزز ایوان کو بھی coverage دی جائے۔ بہر حال انہوں نے جو برادری ازم کا مظاہرہ کیا ہے اس کے لئے میں شکر گزار ہوں۔ شکریہ
محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! اصل بات تو رہ گئی ہے۔
جناب سپیکر: جی، محترمہ! آپ نے بہت باتیں کر لی ہیں۔ اب اس طرف بھی floor آنے دیں۔ جی، محترمہ طیبہ ضمیر!
محترمہ طیبہ ضمیر: جناب سپیکر! میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اجازت دی ہے میں ایک بہت اہم مسئلے کی طرف توجہ دلوانا چاہتی ہوں ہم honourable members ہیں، اس اسمبلی کے باہر police constables کھلے عام ہمارے پرسوں کے تلاشیاں لیتی ہیں۔ سکیورٹی point of view سے اس measurement کے لئے بھی اگر ایک اور scanning machine لگا دی جائے، مشین پر چیک کیا جائے تو وہ اتنا odd نہیں لگتا ہے تو بجائے اس کے police constables سر عام ہمارے پرسوں کی تلاشی لیں اس کے اوپر کچھ غور کیجئے گا۔ ایک اور عوامی نوعیت کا اہم مسئلہ کشف فاؤنڈیشن کے سلسلے میں ہے، اس میں یہ دیکھا جائے کہ کس طریقے سے illegal grounds پر یا اس کا انہوں نے کیا آئین بنایا ہے، کن بنیادوں پر عوام کو loaning کی ہے؟ غریب عوام کو 10 ہزار، 15 ہزار دے کر اس میں بے بہا interest وصول کر چکے ہیں اور یہ آج کل کا بہت burning issue بنا ہوا ہے، اس میں عوام بہت پریشان ہے۔
جناب سپیکر: اس بارے میں آپ کوئی باضابطہ تحریر لائیں، پھر بات کریں۔

محترمہ طیبہ ضمیر: جناب سپیکر! اس میں آپ سے یہ request کروں گی کہ آپ کمیٹی بنا دیجئے۔

جناب سپیکر: جی، کمیٹی کس بات کی بناؤں؟

محترمہ طیبہ ضمیر: جناب سپیکر! آپ کسی بھی مسئلہ پر بنا سکتے ہیں کہ وہ اس کو چیک کریں کہ اس کی Liability کیا ہے، اس میں کیا violations ہو رہی ہیں اور عوام کا کیا involve interest ہے؟ یہ مفاد عامہ کا فوری نوعیت کا مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ in writing لے کر آئیں پلیز!

محترمہ نسیم لودھی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، مجھے ان کی بات سُننے دیں۔ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟

محترمہ نسیم لودھی: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ لاہور میں پارکنگ کا جو مسئلہ ہے اس سے لوگ بہت پریشان ہیں۔ عید بھی گزر چکی، رمضان بھی گزر چکا لیکن ہر جگہ پارکنگ کی دُگنا فیس لی جا رہی ہے اس کے لئے لڑائی جھگڑے بھی ہوتے ہیں، ڈرائیوروں کے کپڑے بھی پھٹ جاتے ہیں لیکن وہ لوگ اس بات پر قائم ہیں کہ ہمیں دُگنا فیس چاہئے۔ ایک دُکان پر جاؤ اس نے الگ چٹیں رکھی ہوئی ہیں، دوسری پر جاؤ اس نے الگ رکھی ہوئی ہیں اور اگر کوئی جھگڑا کرتا ہے تو سٹینڈ کے مالکان نے اپنے پالتو غنڈے پال رکھے ہیں جو لوگوں کے کپڑے پھاڑتے پھرتے ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ جو پہلے فیس تھی اس کو بحال کیا جائے اور جو دُگنا فیس لی جا رہی ہے اس کو ختم کروایا جائے۔

جناب سپیکر: کونسی فیس؟

محترمہ نسیم لودھی: جی، پارکنگ کی۔

جناب سپیکر: کدھر؟

محترمہ نسیم لودھی: کہیں بھی، کسی دُکان کے باہر ہے یا کسی بہت بڑے Mall کے باہر ہے، کسی بہت بڑے باغ کے باہر ہے، ہر جگہ دُگنی فیس لی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ ان کی بات سن رہے ہیں؟

محترمہ نسیم لودھی: جی، مہربانی فرمائیں تو یہ روز کے جھگڑے ختم ہو جائیں گے اور لاہور میں specially بڑا اُودھم مچا ہوا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترمہ! اجلاس کے بعد تشریف لے آئیں تو اس بارے میں نوٹس لے کر جو بھی معاملہ ہے اس پر بات کر لیں گے۔

سالانہ بجٹ برائے سال 10-2009 پر معزز اراکین اسمبلی سے پیشگی تجاویز کی غرض سے عام بحث

(---جاری)

جناب سپیکر: جو complaint ہے آپ ادھر مکمل کروائیں۔ اس کے بعد رانا صاحب اس کا نوٹس لیتے ہیں۔ شکریہ۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ سالانہ بجٹ 10-2009 کے لئے اراکین سے پیشگی بجٹ تجاویز لینے کی غرض سے عام بحث کا آغاز مورخہ 4- فروری 2009، کو ہوا تھا۔ بحث کا آغاز وزیر خزانہ کی تقریر سے ہوا تھا۔ آج بھی بحث جاری رہے گی اس میں میرے پاس کچھ نام آ چکے ہیں جو اراکین اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے ناموں کی چٹیں میرے پاس بھجوا دیں۔ جی، محترمہ طیبہ ضمیر صاحبہ! آپ نے اس بحث میں حصہ لینا ہے۔ وہ آپ بات کریں۔ pre-budget پر کوئی بحث کرنا چاہتی ہیں تو بات کریں یا کسی اور کو ٹائم دے دوں؟

محترمہ آمنہ الفت: جی، مجھے دے دیں۔

جناب سپیکر: جی، بتائیں!

محترمہ طیبہ ضمیر: جناب سپیکر! میں چاہتی ہوں کہ کسی اور کو ٹائم دے دیں اس کے بعد میں لے لوں گی۔

جناب سپیکر: اچھا جی، جناب خرم اعجاز چٹھہ صاحب!

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! نہیں، عورت کے بدلے عورت۔ (قہقہے)

جناب سپیکر: تشریف نہیں رکھتے ؟ جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل !---اپنی جگہ پر پہنچیں اور pre-budgetبحث میں حصہ لیں۔ جناب فنانس منسٹر! جن صاحبان کے نام نہیں پکارے جائیں گے یہ سارے دوست تو بحث میں حصہ نہیں لے پائیں گے اتنا ٹائم بھی ہمارے پاس نہیں ہو گا تو میں آپ سے یہ پوچھوں گا کہ جو بحث میں حصہ لے لیں وہ well and good جو نہ لے سکیں وہ تحریری طور پر اپنی بات آپ تک پہنچا دیں تو اس پر عمل ہو سکے گا؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! آپ کی جو advice ہے وہ بالکل قابل احترام ہے اس میں جو ممبران بحث میں حصہ لیں گے ان کا نام بھی ہم note down کر رہے ہیں اور جو نہیں لے سکیں گے وہ بھی اپنی تجاویز لکھ کر دے دیں۔

جناب سپیکر: جی،.Carry on please

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علیہ خاتم النبیین اما بعد۔ جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بہت important issue پر بات کرنے کی اجازت دی ہے۔ میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں وزیر خزانہ کو اور پنجاب کی گورنمنٹ کو کہ انہوں نے ایک ایسی روایت شروع کی ہے جو پاکستان کی تاریخ میں پہلے کبھی شروع نہیں کی گئی تھی۔ آپ کو یاد ہو گا کہ جب میں نے اپنی پچھلی بجٹ speech میں یہ عرض کی تھی کہ پوری دنیا کے اندر جو بھی civilized, democratic countries ہیں ان کا بجٹ 6ماہ پہلے شروع ہوتا ہے اور کیا خوبصورت انداز ہے کہ ایک ایسا بجٹ ہو گا جس میں پنجاب کی عوام کے منتخب نمائندوں کی consent شامل ہو گی۔ ان کی آراء شامل ہوں گی، ان کی recommendations شامل ہوں گی تو میں اس پر وزیر خزانہ صاحب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ہماری اس بات کو وزن دیا اور یہ موقع دیا۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس ملک کو بنے ہوئے 62 سال گزر گئے ہیں لیکن افسوس صد افسوس ہے کہ 62 سال کے اندر ہم کوئی direction نہیں بنا سکے، ہم کوئی سمت طے نہیں کر سکے۔ ہم ان 62 سالوں کے اندر کوئی institution built نہیں کر سکے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ جو

بھی سسٹم آ تا رہے، چاہے وہ سسٹم Presidential ہو، چاہے Parliamentary ہو، چاہے سسٹم کو derail hidden forces کرتی رہیں لیکن ایک ایسا institution ہونا چاہئے جس سے ہمارا ملک، ہماری قوم، ہمارا صوبہ جو ہے اس پر عمل اور continuity جاری رہے۔ میں چونکہ mentally prepared نہیں تھا۔ آپ نے کہا لیکن اس پر میں یہ گزارش کروں گا۔۔۔

جناب سپیکر: آپ میرے خیال میں ابھی مستی میں نہیں آئے؟ (قہقہے)

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں گزارش کروں گا کہ ہم جو بلڈنگز کا huge infrastructure بناتے ہیں۔۔۔ جناب وزیر خزانہ صاحب! اگر آپ attentive ہوں تو میں کچھ عرض کروں۔

جناب سپیکر: جی، آرڈر پلیز۔ منڈا صاحب! آپ ذرا اپنی سیٹ پر تشریف لے جائیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: ہم جو huge infrastructure بناتے ہیں اس کی بجائے میں ایک تجویز دوں گا کہ ڈبل شفٹ سسٹم شروع کیا جائے۔

جناب سپیکر: ڈبل۔۔۔؟

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: ڈبل شفٹ سسٹم نہ، sorry شفٹ سسٹم شروع کیا جائے، suppose ایک جگہ شاہدرہ کے اندر لاہور میں ایک ڈگری کالج ہے اس کی morning کی classes لگتی ہیں اگر اسی کالج کے اندر، اسی بلڈنگ کے اندر شام کو اگر ایگریکلچر کالج شروع کر دیا جائے، کمپیوٹر کالج شروع کر دیا جائے تو اس سے پنجاب کا خرچہ بھی بچے گا، پنجاب کی بچت بھی ہو گی اور اس طرح ہم زیادہ سے زیادہ facilitate ہو سکتے ہیں۔

جناب والا! دوسرا وزیر خزانہ صاحب نے جو اپنی تقریر میں کہا تھا کہ ہم ہیلتھ انشورنس کریں گے، میں سمجھتا ہوں کہ جب پنجاب کے اندر ہیلتھ انشورنس ہو گی، ہم جنگ لڑ رہے ہیں، آزادی جمہوریت کی ہم جنگ لڑ رہے ہیں، ہم supremacy of Constitution کی جنگ لڑ رہے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اس کی صحیح آبیاری اس وقت ہو گی جب ہم دیانتداری کے ساتھ ایسی پالیسیاں اختیار کریں جیسا کہ میرے بھائی احمد خان بلوچ صاحب کہہ رہے تھے کہ یہ کیسا طریق کار ہے

کہ پنجاب کے اندر جو ریکروٹمنٹ ہو رہی تھی اس میں چیف منسٹر صاحب نے پہلی دفعہ discretionary funds، ان کے ڈی سی اوز اور ریکروٹمنٹ کمیٹیز کے جو discretionary اختیارات تھے وہ ختم کر دیئے ہیں، آئندہ جو بھی ریکروٹمنٹ ہو گی وہ ان کی academic qualification کی بنیاد پر ہو گی لیکن یہ کیسا orthodox ہے کہ ایک ضلع کے اندر تو وہی پالیسی جو چیف منسٹر صاحب نے کہی ہے کہ نہیں free and fair ہو گا جس نے محنت کی ہو گی اس کو نمبر ملیں گے اور دوسرے ضلع میں pick and chose, liking and disliking ہو گی تو میری وزیر تعلیم اور لاء منسٹر صاحب سے بھی گزارش ہو گی کہ اگر اخبار میں اشتہار آ گیا ہے تو وہ قرآن مجید کا لفظ نہیں ہے۔ اس اشتہار کو دوبارہ ایڈورٹائز کروائیں، سات دن میں وہ process complete ہو سکتا ہے۔ اس میں اتنا لمبا issue نہیں تھا، میرے خیال میں پورے پنجاب کے اندر ایک message جانا چاہئے کہ چیف منسٹر پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی جو visionary policy ہے اس پر عملدرآمد ہو اور ہر غریب شخص کو چاہے وہ بھکر سے لے کر رحیم یار خان تک ہو یا سیالکوٹ سے لے کر اٹک تک ہو اس کو انصاف مل رہا ہے اور cross the board ان کی ترقی ہو رہی ہے at par اس کو اس کی facilities مل رہی ہیں۔

جناب سپیکر! میری اگلی تجویز یہ ہو گی کہ آپ ہیلتھ پر مہربانی کریں اور طبقاتی نظام تعلیم ختم کریں۔ یہ کیا ہے کہ ہمارے گاؤں کے جو سکول ہیں وہاں ٹاٹ میسر نہیں ہیں، وہاں چھت میسر نہیں ہے، میں اپنے ڈسٹرکٹ بھکر کی بات کر رہا ہوں جہاں سے ہمارا چیف منسٹر پنجاب منتخب ہوا ہے وہاں پر باسٹھ سالوں میں ابھی تک basic facilities نہیں ہیں، چلو! شاہ صاحب ہمارے سینئر ہیں، معزز ہیں، میں ان کی بات کو بڑھاتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ پورے دیہات کی جو لائف ہے، آپ بھی دیہات سے ہیں، جو دیہات کی لائف ہے اس میں کیا discrimination ہے؟ شہری بھی ہمارے بھائی ہیں، لاہور ہمارا دارالخلافہ ہے، ہمیں لاہور پر فخر ہے، ہمیں پنڈی پر فخر ہے، ہمیں بڑے شہروں پر فخر ہے لیکن خدارا! جو بھی حکمران آتا ہے وہ ایچی سن کالج جاتا ہے، پنجاب یونیورسٹی جاتا ہے، تیس کروڑ روپیہ دے 2، 3۔ ارب روپیہ دے دو لیکن تھل کی وہ بچیاں، تھل کے وہ بچے بنیادی سہولیات کے لئے سسک رہے ہیں۔ ان کے لئے مسیحا کون آئے گا؟ آج مسیحا میاں محمد شہباز شریف پہنچ چکا ہے۔ میاں

محمد شہباز شریف سے عوام یہ توقعات رکھتی ہیں کہ وہ ایسی پالیسیاں دے گا جو بلاامتیاز ہوں گی، جو ہر غریب کے لئے ہوں گی جس میں کوئی طبقاتی جھلک نہیں ہوگی تو میں گزارش کروں گا کہ طبقاتی نظام تعلیم ختم ہونا چاہئے۔ یہ بہت بڑی اس ملک اور اس پاکستان کی خدمت ہوگی کہ ایک طرف تو انگلش پڑھا رہے ہیں اور دوسری طرف اردو پڑھا رہے ہیں اور ہمارا جو نظام تعلیم ہے وہ بد قسمتی سے ٹھیک نہیں ہے، اب کلرک بھی ہمارے بھائی ہیں، میرا بات کرنے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ ہم کلرک پیدا کر رہے ہیں اور ہماری تعلیم کے حالات یہ ہیں کہ اتنا بھاری بستہ ہوتا ہے، بچہ اٹھا نہیں سکتا، ساتھ نوکر بھیجنا پڑتا ہے یہ کیا طریق کار ہے؟ میں یہ کہوں گا کہ آپ چھٹی جماعت سے پروفیشنل تعلیم کو لازمی قرار دیں، جس نے میڈیکل پڑھنا ہے، جس نے کیمسٹری پڑھنی ہے، جس نے math پڑھنا ہے، جس نے کمپیوٹر پڑھنا ہے چھٹی جماعت سے انہیں سپیشلائزیشن کروائی جائے اور میری یہ بھی گزارش ہوگی کہ جو ٹیکنیکل ادارے ہیں ان کو آپ بجٹ میں زیادہ سے زیادہ متعارف کروائیں تاکہ جو بے روزگاری ہے، جو پسماندگی ہے وہ ختم ہو اور غریب لوگوں کو روزگار مل سکے۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں نے ابھی کچھ بھی نہیں کیا۔

جناب سپیکر: ابھی شروع نہیں کیا؟

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: میں نے تو ابھی کھنگ بھی نہیں ماری۔۔۔(قہقہے)

جناب سپیکر: چلیں! جی۔ بولتے جائیں، میں اب کسی اور کو دعوت نہیں دے رہا ہوں، آپ بولتے جائیں۔ یہ دیکھیں! اگر اتنا ٹائم آپ لیں گے تو پھر دوسروں کا حق ماریں گے۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں یہ گزارش کروں گا کہ۔۔۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ جب آپ suggestions لے رہے ہوتے ہیں تو پھر اس طریقے سے قدغن نہ لگائیں کہ اگر صرف یہی کہ دو منٹ میں تو انسان اپنا تعارف ہی کروا سکتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، ان کو تو اب بارہ منٹ ہو گئے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! یہ بارہ منٹ ہیں یا دس منٹ ہیں، دیکھیں ناں! اگر یہ منسٹروں کا استحقاق ہے، فنانس منسٹر صاحب نے suggestions مانگی ہیں، اگر آپ seriously suggestions لینا چاہتے ہیں تو پھر یہ قدغن نہ لگائیں۔۔۔

جناب سپیکر: کیا دوسروں کا حق نہیں ہے؟

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ آپ اس ہاؤس کی تاریخ دیکھیں کہ جب اس ہاؤس میں 80 ممبر ہوتے تھے تو بجٹ ڈسکشن کے اوپر چار دن ملتے تھے یعنی ایک دن 20 آدمیوں کے لئے مختص ہوتا تھا، اب یہاں 371 ممبر ہیں اور بجٹ ڈسکشن کے لئے تین دن ہیں یعنی اس کو اب بڑھانا چاہئے یعنی آپ اس ratio کو دیکھیں کہ جو آپ کی tradition ہے، جو آپ کی precedent ہے، وہ اس ہاؤس کی کیا precedent ہے؟ اس لئے گزارش یہ ہے کہ اگر آپ نے suggestions لینی ہیں تو پھر suggestions میں چاہے فنانس منسٹر صاحب، یہاں ٹائم نہیں ہے تو پھر open debate کر لیں، پارلیمانی پارٹی کی میٹنگ میں بلا لیں، وہاں بات کر لیں، وہاں پابندی نہیں ہونی چاہئے۔ یہ کم سے کم پورا دن لگنا چاہئے۔ ابھی ہمارے چیف منسٹر صاحب ملتان میں گئے تھے، انھوں نے پورا دن وہاں لگایا ہے، یہاں سے ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ وہاں پر انھوں نے صبح سے لے کر شام تک meetings کیں اور یہی میں نے اس وقت ان کو بھی کہا تھا کہ مجھے اب ذوالفقار علی بھٹو صاحب یاد آ رہے ہیں کہ وہ بھی بحیثیت پرائم منسٹر صبح سے لے کر شام تک meetings کرتے تھے اور اس میں discussion ہوتی تھی اور positive results نکلتے تھے تو اگر ہم نے صرف یہ اخبارات کی زینت نہیں بننا کہ اخبار میں ہمارا نام آ جائے کہ ہم نے تقریر کی ہے تو اس لئے آپ یہ فیصلہ کریں کہ اگر suggestions لینی ہیں تو seriously ہر ممبر کی

پوری بات سنی جائے اور پھر پارلیمنٹ کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے۔ دیکھیں! آپ کے علاقے کے جو مسائل ہیں وہ آپ بہتر جانتے ہیں، میرے علاقے کے جو مسائل ہیں وہ میں جانتا ہوں یا مستی خیل صاحب اپنے علاقے کے مسائل کو جانتے ہیں۔

جناب سپیکر: تو وہ کریں ناں۔

سید ناظم حسین شاہ: مختلف ممبران کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ یہاں آ کر وہ مختلف تجاویز دیتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: میں کوئی اپنے لئے ٹائم نہیں لے رہا، میں دوسرے ممبر صاحبان کے لئے ٹائم لے رہا ہوں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! آپ چیئرمین ہیں، You're on that Chair کہ جہاں آپ نے ہمیں کچھ دینا ہے اور آپ سے ہم نے لینا ہے تو یہی میری گزارش ہے، فنانس منسٹر صاحب اس بات پر فیصلہ کر لیں، seriously suggestions لینی ہیں تو پھر ہمیں ٹائم دینا چاہئے اور اگر صرف اخبارات کی حد تک محدود رہنا ہے تو پھر آپ ایک منٹ بھی مختص کر دیں تو ہم اپنا تعارف کروا کر بیٹھ جائیں گے۔ شکریہ

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! بزنس ایڈوائزری کمیٹی میں اجلاس شروع ہونے سے پہلے ایک فیصلہ یہ ہوا تھا کہ تین دن بجٹ پر ڈسکشن ہو گی، ہر ممبر کو بتایا گیا اور ایجنڈا کے مطابق سب کو پتا تھا۔ سوموار کے دن چالیس لوگوں نے اپنے نام لکھوائے لیکن صرف چھ لوگ تھے جنھوں نے ڈسکشن کی، صرف ایک گھنٹہ بحث ہوئی تو اس لئے seriousness ممبران کو بھی لینی چاہئے انھوں نے سوموار کا دن کیوں ضائع کیا، اس دن رانا صاحب preside کر رہے تھے، لسٹ دیکھی جائے کہ اس دن ممبر کیوں نہیں تھے؟ ہم یہاں پر ہیں، پورا محکمہ یہاں پر ہے۔ اس دن بھی تھے اور آج بھی موجود ہیں لہذا میں دوبارہ گزارش کرتا ہوں کہ معزز مبران کو بھی serious ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! میں آپ کو ایک بات بتا دوں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میری گزارش سن لیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! میری بات سن لیں- Please listen to me میرے خیال میں آپ اس وقت تشریف فرما نہیں تھے- میں نے وزیر خزانہ صاحب سے یہ بات کہی ہے کہ جو صاحبان تقریر میں حصہ نہیں لے پائے یا ان کو ٹائم نہیں ملا وہ اپنی تجاویز لکھ کر آپ کو بھجوا دیں---

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں اس وقت بیٹھا ہوا تھا-

جناب سپیکر: میں نے اس بارے میں ان سے request کر دی ہے کہ جو صاحبان تقریر کرنے سے رہ گئے ہیں وہ اپنی تجاویز لکھ کر بھجوا سکتے ہیں لیکن ٹائم کی پابندی ضرور ہونی چاہئے- ہم نے کہا تھا کہ جو صاحب بولنا چاہیں وہ دس منٹ لیں- شاہ صاحب! آپ بھی اس میٹنگ میں شامل تھے، اپوزیشن کی طرف سے بھی دوست تھے- میرے خیال میں دس منٹ میں تجاویز دی جا سکتی ہیں-

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں ایک فقرے میں اپنی بات ختم کرتا ہوں-

جناب سپیکر: جی-

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! 1970 میں جب آپ کے والد مرحوم اور ہم منتخب ہو کر آئے تھے اس وقت تقریباً 130 working days ہوتے تھے لیکن وہ کم ہوتے ہوتے اب 70 دن رہ گئے ہیں- یہ بڑھ بھی سکتے ہیں یعنی یہ 70 سے کم نہیں ہو سکتے لیکن آپ زیادہ کر سکتے ہیں، چاہے سو کر لیں یا ڈیڑھ سو کر لیں ہمارے اوپر کوئی پابندی نہیں ہے- لہذا میری استدعا ہے کہ ان دنوں کو بڑھا دیں- ممبر منتخب ہونے کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ یہاں بیٹھ کر discussion ہو- جب House on ہو تو ساری ایڈمنسٹریشن alert ہوتی ہے اور خود بخود کام ہوتے رہتے ہیں کیونکہ ایڈمنسٹریشن کو بھی پتا ہے کہ وہاں ہمارے خلاف بات ہو جائے گی- ہم آپ کی بات مانتے ہیں اور لکھ کر دے دیں گے مگر ہم یہاں پر اس لئے اکٹھے ہیں کہ یہاں پر اس صوبے اور صوبے کی عوام کے مسائل کا حل ڈھونڈ سکیں- ہم صرف لکیر کے فقیر نہ ہوں- زندہ لوگ ہی قوانین بناتے ہیں، مردہ لوگ کبھی قوانین نہیں بنایا کرتے- اگر آج یہ ہاؤس 371 کا ہو گیا ہے تو پھر آپ یہ بھی مہربانی کریں اور 130 working days یا 150 کر دیں-

جناب سپیکر: آپ ترمیم لے آئیں- مجھے کیا اعتراض ہے؟ آپ کی کمیٹی ہے، آپ اس میں amend کر دیں-

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میں نے مستی خیل صاحب کو floor دے دیا ہوا ہے اور بار بار interruption اچھی نہیں لگے گی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: مستی خیل صاحب نے کوئی کام کی بات تو کی نہیں ہے۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں شاہ صاحب کی بات کی سو فی صد تائید کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ اپنی بات جاری رکھیں۔ان کی تائید کو چھوڑیں، وہ بات ہو گئی ہے۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! جب interruption ہوتی ہے تو آخر، میں بھی انسان ہوں۔

جناب سپیکر: پلیز آپ جلدی کریں کسی اور کو بھی وقت دینا ہے۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا۔

بے وجہ تو نہیں چمن کی تباہیاں
کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے
مٹ جائے گی مخلوق تو انصاف کرو گے
کیسے منصف ہو کہ اب حشر اٹھا کیوں نہیں دیتے

جناب سپیکر! پاکستان کی عوام، پنجاب کی عوام نے 18۔فروری کو جو mandate دیا تھا اب وہ ہمیں ایکسرے سے دیکھ رہے ہیں۔ میں کیا لفظ استعمال کروں؟

جناب سپیکر: کسی سے پوچھ لیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: وہ ہمیں دوربین اور خوردبین سے دیکھ رہے ہیں کہ پاکستانی عوام کے منتخب نمائندے ہماری بہتری کے لئے کیا کر رہے ہیں؟ میں گزارش کرتا ہوں کہ ہمیں کوئی

ڈویلپمنٹ نہیں چاہئے-ہم کچھ نہیں مانگتے۔دو تین چیزیں کر دیں- تعلیم، صحت اور زراعت پر ایمر جنسی نافذ کر دیں-

جناب سپیکر: کیا کر دیں؟

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: ایمر جنسی نافذ کر دیں-آپ سارا بجٹ ہیلتھ، تعلیم اور زراعت کو دے دیں-ہم کہتے ہیں کہ ہم زرعی ملک ہیں-ہماری 75 فیصد آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے لیکن اس 75 فیصد آبادی کو گندم نہیں مل رہی-پھر بات ہوئی کہ ہم نے کھاد کے لئے یہ کر دیا ہے-چونکہ وفاقی حکومت پیپلز پارٹی کی ہے اس لئے میں منسٹر صاحب کو گواہ بنا کر کہہ رہا ہوں کہ انھوں نے کراچی کی بجائے گوادر بندرگاہ پر کھاد کیوں منگوائی؟ جہاں ابھی دو سو کلو میٹر روڈ بھی نہیں بنی وہاں کھاد منگوانے کی کیا وجہ تھی؟ میں دوسری یہ بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے جو یوٹیلٹی سٹورز کو involve کیا---

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اس بات کا بجٹ پالیسی سے کیا تعلق ہے؟

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: لغاری صاحب! میں آپ کی اطلاع کے لئے عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ پنجاب کے اندر کھاد نہیں مل رہی-

جناب محمد محسن خان لغاری: آپ بجٹ کے بارے میں بات کریں-جس دن زراعت پر بحث ہوگی اس دن یہ بات کر لینا-

جناب سپیکر: آپ ان سے نہیں بلکہ مجھ سے بات کریں-

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! جب کھانے کے لئے کچھ ہوگا تو پھر ہی بجٹ بنے گا- جب پنجاب میں کھاد ہی نہیں مل رہی تو گندم کیا ہوگی؟

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب! تشریف رکھیں-

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! مستی خیل صاحب کی تقریر میں اپوزیشن مداخلت کر رہی ہے-

جناب سپیکر: میں نے مستی خیل صاحب کو floor دیا ہے۔ Please carry on

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں گزارش کروں گا کہ زراعت کی بہتری کے لئے ایسا سسٹم involve کریں کہ جو ریسرچ سنٹر کام کر رہے ہیں وہ ہر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر پر ایسا بیج introduce کروائیں، کاشتکاروں کو educate کریں تا کہ کاشتکار ایسا بیج کاشت کریں جس سے ہماری بہتری ہو لیکن ہم کیا کر رہے ہیں؟ میں نے جو شعر پڑھا ہے۔

"چالیس سال قیامت کا انتظار کیا، روتے رہے"

یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے، کیا ہم اس لئے منتخب ہو کر آئے ہیں کہ ہم ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھیں گے، ہم 1600 CC گاڑیوں پر بیٹھیں گے، ہمارا جھنڈا لگ رہا ہو گا لیکن ہماری پالیسی کچھ نہیں ہو گی؟ پنجاب کی عوام یہ دیکھ رہی ہے، پنجاب کی عوام یہ محسوس کر رہی ہے، پنجاب کی عوام relief مانگتی ہے، پنجاب کی عوام انصاف مانگتی ہے، پنجاب کی عوام ایسی باتیں نہیں سننا چاہتی۔

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب نے جو فوڈ سٹیمپ پروگرام شروع کیا ہے میں اس پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں، جو سستی روٹی شروع کی ہے اس پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں لیکن۔۔۔

محترمہ عارفہ خالد پرویز: پوائنٹ آف آرڈر۔ میں ایک بہت ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔

جناب علی حیدر نور خان نیازی: انھیں تقریر کرنے دیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: بی بی! مجھ میں ایک بڑی علت ہے کہ میں خوشامد نہیں کر سکتا۔

جناب سپیکر: آپ مجھے مخاطب کریں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: میں اس مزاج کا آدمی ہوں کہ مجھ سے خوشامد ہوتی نہیں۔ اس دن مجھے موت آ جائے جب میں خوشامد کروں۔ میں دعا مانگتا ہوں کہ یا اللہ میں خوشامد کروں تو مجھے موت آ جائے۔

جناب سپیکر: اللہ خیر کرے۔ اللہ خیر کرے۔ اللہ آپ کی عمر دراز کرے۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں یہ اس لئے کہہ رہا ہوں چونکہ میں غریب عوام کا درد رکھتا ہوں۔اگر عوام نے ہمیں منتخب کر کے بھیجا ہے۔اگر رانا اقبال صاحب سپیکر کی سیٹ پر بیٹھے ہیں تو قصور کی عوام رانا اقبال صاحب سے توقع رکھتی ہے۔اگر قصور کی عوام نے آپ کو سپیکر بنایا ہے تو وہ توقع رکھتی ہے کہ آپ نے قصور کی عوام کے لئے کیا کیا ہے؟

آوازیں: اسمبلی نے سپیکر بنایا ہے۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: پہلے قصور کی عوام نے ممبر منتخب کیا ہے۔میں کہہ رہا تھا کہ آپ زراعت کے لئے پالیسیاں دیں، آبپاشی کے سسٹم کو بہتر بنائیں اور جو neglect کیا جا رہا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ اریگیشن کو بہتر بنانے کے لئے کیا تجاویز دے رہے ہیں؟

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! نہروں کو پختہ کریں، حکومت پنجاب ہر موگے پر دو ٹیوب ویل لگائے تاکہ جب وارابندی ہوتی ہے تو اسے fulfill کرے تاکہ پیداوار بہتر ہو۔اگر کھاد منگوانی ہے تو ٹائم پر منگوائیں۔

جناب سپیکر: پلیز! اب wind up کریں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: اس میں صوبوں کو involve کریں۔گوادر بندر گارہ پر جہاں ابھی تک دو سو کلو میٹر سڑک نہیں بنی آپ نے کھاد وہاں منگوالی ہے، یہ کیا ہے، یہ ملک کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟

جناب سپیکر: میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں wind up کر رہا ہوں۔میں چاہتا ہوں کہ ہمارا پنجاب ترقی کرے۔یہاں غریب لوگ سینہ اٹھا کر چلیں [***************]

جناب سپیکر: No personal attack. اس کو کارروائی سے حذف کر دیا جائے۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب محمد ثناءاللہ خان مستی خیل:جناب سپیکر!میں چاہتا ہوں کہ تعلیمی ادارے عام ہوں، ٹیکنیکل تعلیم کے ادارے عام ہوں۔[*****************]

جناب سپیکر:اس کو کارروائی کا حصہ نہ بنایا جائے، اس کو حذف کر دیا جائے۔ بہت شکریہ۔آپ تشریف رکھیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری:جناب سپیکر!پوائنٹ آف آرڈر۔یہ کیامذاق ہورہاہے؟

جناب سپیکر:لغاری صاحب!وہ تو میں نے کارروائی سے حذف کروا دیا ہے۔میاں محمد رفیق صاحب!آپ کودس منٹ تقریر کرنے کاوقت دیاجاتاہے۔

میاں محمد رفیق:جناب سپیکر!بے حد شکریہ۔مستی خیل صاحب کے نہایت قیمتی خیالات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے میری کچھ عرضداشت ہیں۔سب سے پہلے شعر عرض ہے کہ:

اب نظام زر بدلنا ہوگا
سوچ کا محور بھی بدلنا ہوگا
گر نہ ہو ممکن بدلنا جسم کا بھی
بادشاہ کا سر بدلنا ہوگا

جناب سپیکر!ملک کے اندر قومی وسائل 98 فیصد لوگوں کے تصرف میں نہیں ہیں۔ 98فیصد لوگ قومی وسائل،اقتدار اوراختیارات سے محروم ہیں۔حالانکہ آئین پاکستان guaranteeکرتاہے کہ روزگار کے مواقع، پینے کا صاف پانی، صحت کی سہولتیں تمام شہریوں کو مہیا کی جائیں۔آئین پاکستانdiscrimination and disparityکے خلاف ہے لیکن ہمارے ملک میں جو عملی شکل ہے وہ آپ سب حضرات کے سامنے ہے کہ ملک کے اندرdisparityبھی ہے اور discriminationبھی ہے۔یہاں ہاؤس میں لاہور اوراسلام آباد کاذکر آیاہے مجھے یہ کہنے میں کوئی

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

باک نہیں ہے کہ ملک کے تمام وسائل لاہور اور اسلام آباد کے پوش areas کو دیئے جارہے ہیں۔ آپ ان پوش areas کو دیکھیں اور پھر ان محروم اور پسماندہ علاقوں کو دیکھیں کہ ان علاقوں میں آج نہ سکول ہیں، نہ تعلیمی سہولتیں ہیں، نہ صحت کی سہولیات میسر ہیں، نہ ہسپتال اور نہ ہی ڈسپنسریاں ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں دو دو، چار چار کلومیٹر دور پرائمری تعلیم حاصل کرنے جاتے ہیں۔ دیہاتوں میں قبرستان تک جانے کے لئے راستے نہیں ہیں۔ وہاں پر سڑکیں، سکول، بجلی اور پینے کے صاف پانی کی سہولتیں نہیں ہیں۔ ایسے پسماندہ اور محروم علاقوں میں تعمیر و ترقی کی کوئی سہولت بھی موجود نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں تھوڑا سا یہ ذکر کرنا چاہوں گا کہ بجٹ اور بجٹ کی تیاری socialist economy کی ماں ہے۔ باقی دنیا میں جو free economy والے لوگ ہیں انھوں نے بجٹ کو بعد میں اختیار کیا ہے۔ اسی حوالے سے میں یہ عرض کروں گا کہ ترقی پذیر ملکوں میں جب تک پبلک اور پرائیویٹ سیکٹر دونوں ساتھ ساتھ نہیں چلیں گے تو یہاں پر ترقی ممکن نہیں ہو سکتی۔ اُس وقت تک لوگوں کو یکساں سہولتیں اور مواقع نہیں دیئے جا سکتے۔ ہم نے نج کاری اور nationalization کو بھی دیکھ لیا ہے۔ سارے ملک کی معیشت monopolistic لوگوں کے ہاتھوں میں دے دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں پر ہمیں کھاد نہیں ملتی، ادویات نہیں ملتی، زرعی ادویات مہنگی ہیں اور حیوانات کی ادویات میسر نہیں ہیں۔ اسی طرح ہمارے ہاں تعلیمی اور صحت کی سہولتوں کے حوالے سے مکمل طور پر پسماندگی موجود ہے۔

جناب سپیکر! اس حوالے سے میں یہ عرض کروں گا کہ میرا حلقہ پی پی۔90 جو کہ این اے۔93 اور این اے۔94 دو ایم این اے صاحبان کے نیچے پڑتا ہے جس میں سے این اے۔94 کا حلقہ، خاص طور پر اس میں جو راوی بیلٹ کا علاقہ ہے، درکھانہ قانونگوئی کی جو تین یونین کونسلیں 73,74,75 ہیں وہاں پر مکمل پسماندگی ہے۔ وہاں پر نہ تعلیمی سہولتیں ہیں، نہ صحت کی سہولتیں ہیں، نہ وہاں پر ہسپتال ہیں، نہ سڑکیں ہیں، نہ بجلی ہے اور نہ ہی مریضوں کو ہسپتال لے جانے کے لئے کوئی راستہ ہے اور نہ ہی قبرستان تک میت کو لے جانے کے لئے کوئی راستہ ہے۔ میں یہ

گزارش کروں گا کہ ایسے ہی دیگر تمام علاقے خواہ وہ تھل کے علاقے ہوں، خواہ وہ جنوبی پنجاب کے علاقے ہوں، خواہ وہ میرا حلقہ درکھانہ قانگوئی کی تین یونین کونسلیں ہوں جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! ذرا اپنے پی پی نمبر کو دہرا دیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میرا پی پی۔90 ہے۔

جناب سپیکر: ماشاء اللہ زبردست ہے۔ میرے خیال میں باقی تمام حلقوں میں ایک ایم این اے کے نیچے دو ایم پی اے ہیں اور آپ ماشاء اللہ الٹ چل پڑے ہیں۔ آپ دو ایم این اے کے نیچے آ رہے ہیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! یہی تو المیہ ہے کہ پھر بھی میرا حلقہ پسماندہ اور تمام تعمیر و ترقی سے محروم ہے۔ میں خاص طور پر اپنے حلقے اور باقی تمام ایسے علاقے جو کہ تعمیر و ترقی سے محروم ہیں کا بھی ذکر کرتا ہوں خواہ وہ تھل کے علاقے ہوں، خواہ وہ جنوبی پنجاب کے علاقے ہوں یا وسطی پنجاب کے علاقے ہوں جہاں جہاں بھی محرومی ہے اسے دور کیا جائے۔ میں اس معزز ایوان سے گزارش کروں گا کہ اگر اتفاق کریں تو میں اپنے فنڈز withdraw کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس بارے میں کوئی ایسی کمیٹی بٹھائی جائے جو اس بات کا جائزہ لے کہ جن پسماندہ اور محروم علاقوں میں ابھی تک ترقی نہیں ہو سکی، سکول نہیں بن سکے، ہسپتال نہیں بن سکے ان علاقوں کو ترجیح دی جائے۔ وہاں سکول، ہسپتال اور سڑکیں بنائیں۔ وہاں سولنگ، نالیاں، پینے کا صاف پانی مہیا کیا جائے۔ وہ علاقے جو 50 فیصد تک ترقی کر چکے ہیں ان پسماندہ علاقوں کو ان کے at par لایا جائے۔ جن علاقوں میں zero percent، 10 فیصد یا 20 فیصد ترقی بھی نہیں ہو سکی ان کو ترجیح دے کر ان علاقوں کے at par لایا جائے جہاں پر 50 فیصد ترقی ہو چکی ہے۔ ان علاقوں میں پائی جانے والی discrimination and disparity ختم کی جائے۔ خصوصی طور پر خصوصی علاقوں میں خصوصی لوگوں کے ذریعے سے یہ جو تعمیر و ترقی ہو رہی ہے اس کو ختم کیا جائے۔

جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ صاحب کی خصوصی توجہ کے لئے کہوں گا کہ آپ ہمارے ایک سابق مرحوم دوست کے پسماندگان میں سے ہیں۔ یہ مرحوم دوست اصغر کائرہ صاحب بوٹوں اور وردی کی تمام تر طاقت کے سامنے ڈٹے رہے اور ان سے کوئی تحصیل ناظمی

نہیں چھین سکا۔یہ ان کے کارنامے اور خدمات تھیں۔ میں آپ سے بھی اسی کی توقع رکھوں گا۔روایات بنانا بہت مشکل ہے اور روایات کو قائم رکھنا اس سے بھی مشکل ہے۔ڈاکٹر محبوب الحق کا نام میں یہاں پر لینا چاہوں گا جو کہ ضیاءالحق کے دور میں ماہر معاشیات تھا، وزیر خزانہ تھا۔ وہ ڈاکٹر محبوب الحق ہی ہماری بربادی کا باعث بنا ہے۔خاص طور پر بجٹ کی کرپشن کے بارے میں اس کو میں quote کرنا چاہتا ہوں۔ڈاکٹر محبوب الحق نے یہ کہا تھا کہ "اعداد و شمار میں جو کرپشن ہوتی ہے وہ نادیدنی ہے"اس کے بعد اس نے یہ بھی کہا تھا کہ جو سکیمیں بنتی ہیں اس کی estimation میں جو over invoicing ہوتی ہے، جو leakage ہوتی ہے یعنی بجٹ کے اعداد و شمار میں جو leakage ہوتی ہے اگر یہ روک لی جاتی تو بقول ڈاکٹر محبوب الحق پاکستان پیرس بن چکا ہوتا اور یہ میرا firm belief ہے کہ اعداد و شمار میں بھی کرپشن ہوتی ہے اور بجٹ میں سکیموں کی جو estimation ہوتی ہے اس میں بھی over invoicing ہوتی ہے۔اس کے بعد بجٹ سکیموں پر جو عملدرآمد ہوتا ہے وہ تو 50 فیصد بھی نہیں رہ جاتا۔یہ 50 فیصد بھی ٹھیکے داری نظام کے زمرے میں آکر ایک مزید کرپشن کا باعث بن جاتا ہے۔میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارے وزیر خزانہ کو کم از کم اعداد و شمار میں یہ جو leakage ہے اس پر ان کو خاص نظر رکھنی ہوگی۔اس کے علاوہ سکیموں پر جو estimation ہوتی ہے اس کی over invoicing پر بھی نظر رکھنی ہوگی اور جو commission mafia ہے اس پر بھی نظر رکھنی ہوگی تاکہ مخصوص علاقوں کے لئے، مخصوص سکیموں کے لئے ہم لوگوں کے ذریعے بھی جو فنڈز مہیا ہوتے ہیں اس میں کم از کم corruption کو تو روک دیا جائے۔اس طرح ترقی کی رفتار ڈیڑھ گنا، دوگنا تک بڑھائی جا سکتی ہے۔اس کے بعد میں یہ گزارش بھی کرنا چاہوں گا کہ پانی کی بات ہوئی ہے، مستی خیل صاحب نے نہروں کا ذکر تو کر لیا، میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہمارا سارا پنجاب جو ہے اس کی زندگی ہی پانی پر ہے۔یہ ان کے جسم کا خون ہے اور اگر جسم کو خون نہیں ملتا تو 75 فیصد لوگ جو زراعت سے وابستہ ہیں، کھیت مزدور ہیں ان تمام لوگوں کو اگر پانی ہی میسر نہیں ہوگا تو ہمارے صوبے میں قحط آجائے گا اور زمینیں بنجر ہو جائیں گی۔آپ سب لوگ یہ جانتے ہیں کہ پانی ہندوستان نے روکا ہوا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: وقت کا خیال رکھیں۔

میاں محمد رفیق: جناب والا! میں نہایت اہم pointآپ کے توسط سے ایوان کے سامنے پیش کر رہا ہوں کہ دریائے جہلم اور دریائے چناب پر ہندوستان نے جو قبضہ کیا ہوا ہے، مختلف ڈیم بنا کر مختلف بیراج بنا کر 8ہزار کیوسک روزانہ پنجاب کو پانی کی کمی کا سامنا ہے۔ یہ ورلڈ بنک کی رپورٹ ہے میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔ جو پانی ہمیں میسر ہوتا ہے اس کی بھی منصفانہ تقسیم نہیں ہے۔ مختلف علاقوں میں اس کے مختلف واٹر الاؤنسسز مقرر ہیں۔ کہیں پر 14 فیصد فی ہزار ایکڑ ہے، کہیں پر 9 فیصد فی ہزار ایکڑ ہے۔ ہمارے علاقے میں ڈیڑھ کیوسک فی ہزار ایکڑ ہے، 2.62 کیوسک فی ہزار ایکڑ ہے۔ یہ پانی کی غیر منصفانہ تقسیم کی disparityاور discriminationبھی ختم کی جائے اور جو پانی میسر ہے اس کی منصفانہ اور یکساں طور پر تقسیم ہونی چاہئے۔

اس کے بعد جو حالیہ کھاد کا بحران ہے۔ یہ دیوار پر لکھا نظر آ رہا ہے کہ ہم لوگ تو قحط کا شکار ہونے والے ہیں۔ کھاد کی پیداوار تقسیم یا درآمد جو بھی وجہ ہے اس کی انکوائری ہونی چاہئے۔ میں نے تو پہلے ہی یہ گزارش کر دی تھی کہ ہم نے نجکاری میں "اپنے بھانڈے تے ویچ دتے" باقی جو ملکی پیداوار ہے وہ پوری نہیں ہو رہی۔ درآمد کرنا ہوتی ہے تو وہ in time importکیوں نہیں کرتے؟ ان کا visionیہ کیوں نہیں ہے کہ in timeاس کو درآمد کیا جائے تاکہ اس قسم کا بحران پیدا نہ ہو۔ اب commission mafiaیا ذخیرہ اندوزوں black marketکی وجہ سے کاشتکار مشکلات کا شکار ہیں اور گیارہ بارہ سو روپے میں کھاد کی بوری خرید رہے ہیں۔

جناب سپیکر: بس وقت ختم ہو گیا ہے۔ شکریہ۔ میرے خیال میں آپ آخری suggestionیہ دینا چاہتے ہیں کہ agriculture sectorمیں جو تحقیق کا شعبہ ہے اس کو مؤثر کیا جائے۔ بہت مہربانی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

آپ تشریف رکھیں۔ محترم میاں شفیع محمد صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، جناب سعید اکبر نوانی صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، راجہ شوکت عزیز بھٹی صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، جناب جوئیل عامر سہوترا صاحب!

راؤ کاشف رحیم خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! جو لوگ گیلری میں بیٹھے ہیں وہ موبائل فون سے اس ایوان کی فلمیں بنا رہے ہیں۔

جناب سپیکر: گیلری میں بیٹھے مہمان ایسا کام نہ کریں۔ اس کو ابھی موبائل سے delete کر کے دکھائیں۔ جائیں اور ابھی چیک کریں۔

راؤ کاشف رحیم خان: جناب والا! وہ تو ایک گھنٹے سے یہ کام کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: ان کے موبائل لے لیں۔

کرنل (ریٹائرڈ) شجاع خانزادہ: جناب والا! یہ تو اسمبلی کے decorum کے بھی خلاف ہے۔

جناب سپیکر: میں اس بات کا سختی سے نوٹس لیتا ہوں۔ میں نے اس پر action لے لیا ہے، آپ فکر نہ کریں۔

راؤ کاشف رحیم خان: جناب والا! یہ جو سامنے لوگ بیٹھے ہیں ان کے پاس موبائل ہیں۔

جناب سپیکر: آپ کی بات سن لی گئی ہے۔

جناب جوئیل عامر سہوترا: جناب سپیکر! میں آپ کا بے حد شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ آپ نے مجھے وقت دیا کہ میں آج floor پر آنے والے بجٹ پر اپنی کچھ گزارشات آپ کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ کو پیش کر سکوں۔ یہ ایک خوش آئند بات ہے اور میرا خیال ہے کہ پنجاب کی تاریخ میں یہ پہلی دفعہ ہے کہ آنے والے بجٹ کے لئے پیشگی تقریباً تین چار ماہ پہلے اراکین اسمبلی سے تجاویز مانگ لی گئی ہیں۔

جناب سپیکر: آپ اپنی بات کریں۔ آپ اپنی تجاویز دیں۔ یہ باتیں سب نے کر لی ہیں۔ تکلف چھوڑ دیں۔

جناب جوئیل عامر سہوترا: جناب میں ادھر ہی آ رہا ہوں۔

جناب سپیکر: جلدی ادھر آ جائیں۔

جناب جوئیل عامر سہوترا: آپ کو دیکھ کر تکلف کرنے کو دل کرتا ہے۔

جناب سپیکر: آپ کی مہربانی ہے مگر وقت کم ہے۔آپ وقت کا خیال کریں مہربانی کریں۔

جناب جوئیل عامر سہوترا: جناب والا! پچھلی دفعہ جب وزیر خزانہ نے اس ایوان میں تقریر کی تھی تو انہوں نے اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے 20 کروڑ روپے کی رقم کا اعلان کیا تھا۔ میں ان سے صرف یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ اس سے پہلے جو بھی حکومتیں آئیں انہوں نے اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے اس سے زیادہ رقم مختص کی تھی۔ ان سے میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ اس 20 کروڑ روپے کی رقم کو بڑھا کر ڈبل کر دیا جائے اور یہ بھی بتائیں کہ اس 40 کروڑ روپے کی رقم کو کس طرح اور کس مد میں استعمال کرنا ہے۔ میں آپ کی توجہ چاہوں گا کہ اس رقم کو کس طریقے سے اور کس مد میں استعمال کیا جانا ضروری ہے۔ وزیر خزانہ صاحب بھی توجہ فرمائیں کہ اس کے طریق کار کو وضع کیا جانا نہایت ہی ضروری ہے کیونکہ ابھی جو آپ نے پچھلے پیسے announce کئے تھے اس کا طریق کار بھی ابھی تک وضع نہیں کیا جا سکا۔ اقلیتوں کے وہ علاقے جو بنیادی ضرورتوں سے یا سہولتوں سے محروم ہیں یہ فنڈز ابھی تک ان علاقوں میں استعمال ہو سکے ہیں اور نہ ہی اقلیت سے تعلق رکھنے والے اراکین اسمبلی کو اس بات سے آگاہ کیا گیا ہے کہ اس پیسے کا مصرف کیسے کیا گیا یا وہ پیسے ڈیپارٹمنٹ میں کس stage پر پڑے ہیں؟

جناب سپیکر! میں اس حوالے سے حکومت کو خراج تحسین پیش کرنا چاہوں گا کہ تعلیم کی مد میں انہوں نے خصوصی اقدامات کئے ہیں اور اس حوالے سے انہوں نے جو bright students کے لئے scholarship کا انعقاد کیا ہے جس کے لئے مسلسل پنجاب بھر میں مقابلے بھی جاری ہیں۔ اس کے لئے حکومت پنجاب نے ایک خطیر رقم مختص کی ہے اور پنجاب کی تاریخ میں یہ بھی پہلی دفعہ ہوا ہے کہ اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے طالب علموں کے لئے بھی وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف صاحب نے ایک علیحدہ فنڈ کے قیام کا اعلان کیا ہے اس بات کے لئے میں خصوصاً میاں محمد شہباز شریف کا، ان کی حکومت کا اور وزیر خزانہ صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا۔ اس طرح اقلیت سے تعلق رکھنے والے طالب علموں کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔ یہاں پر بارہا اس بات کا بھی ذکر کیا گیا کہ پنجاب بھر میں جتنے بھی ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ چلتے ہیں وہ سب زکوٰۃ کی بنیاد پر ہیں اور زکوٰۃ

based ہونے کی وجہ سے ان اداروں میں اقلیت سے تعلق رکھنے والے طالب علموں کو داخلہ نہیں دیا جاتا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ زکوٰۃ غیر مسلموں پر لاگو نہیں ہوتی لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے ان طالب علموں کے ساتھ یا ان افراد کے ساتھ جو Vocational Training Institute میں داخلہ لینا چاہتے ہیں لیکن parallel system نہ ہونے کی وجہ سے ان کو اس system سے محروم رکھا جاتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کے ساتھ ایک بہت بڑی زیادتی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے یہ گزارش کروں گا کہ اس سال کا بجٹ جس میں 20 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں اور جس کا ابھی استعمال نہیں ہوا اور آنے والا بجٹ جو خصوصاً V.T.I ہیں ان میں اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے طالب علموں کے لئے پورے صوبہ میں تمام اداروں میں پیسے بھجوائے جائیں تاکہ اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے طالب علم بھی ان اداروں میں فنی تعلیم حاصل کر سکیں۔

جناب سپیکر! سستی روٹی کے حوالے سے گورنمنٹ نے جو سکیم شروع کی ہے اس کے لئے بھی میں ان کو خصوصی خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ اس بات سے مکمل آگاہی رکھتی ہے کہ غریب عوام کے مسائل کیا ہیں اور گورنمنٹ محدود وسائل میں رہتے ہوئے ان مسائل کا حل تلاش کر رہی ہے۔ میں minorities کے حوالے سے ہی یہ گزارشات آپ کے ذریعے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ آج میری ایک بہن نے بھی اس حوالے سے بات کی کہ ہم ان اسمبلیوں میں مخصوص سیٹوں پر بیٹھے ہیں جب کہ فنڈز کی تقسیم حلقہ سے ووٹ لے کر آنے والے معزز ممبر کے حوالے سے کی جاتی ہے، یقیناً یہ ان کا حق ہے میں آپ کی وساطت سے وفاقی حکومت سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں ایسا طرزِ انتخاب نہیں چاہئے کہ مسیحی کمیونٹی کے پاس یہ حق ہی نہیں ہے کہ وہ direct election کے ذریعے اپنے نمائندوں کا انتخاب کر کے اسمبلیوں میں انہیں بھیج سکے لہذا اس طرزِ انتخاب کو ختم کیا جائے اور ہمارا وہی طریقہ انتخاب جس کے ذریعے ہماری مسیحی قوم اپنے ووٹ کے ذریعے اپنے نمائندوں کو اسمبلیوں میں بھیجتے تھے اس کو بحال کیا جائے تاکہ فنڈز یا تبادلوں کے مسائل کو ختم کیا جا سکے اور تمام اقوام کو حقیقی نمائندگی مل سکے جیسے کہ میرے مسلمان بھائی اپنے حلقوں سے انتخاب جیت کر یہاں آتے ہیں اسی طرح مسیحی قوم کی بھی حقیقی نمائندگی یہاں پر ہونی چاہئے۔ میں آخر میں ایک دفعہ پھر آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ آپ نے مجھے یہ موقع دیا۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ اجلاس کا ٹائم آدھا گھنٹہ اور بڑھایا جاتا ہے۔ جی، میاں غلام سرور صاحب!۔۔۔ تشریف فرما ہیں؟ محترمہ شمسہ کنول صاحبہ!۔۔۔ تشریف فرما نہیں ہیں، محترمہ انیلا چودھری صاحبہ!۔۔۔ نہیں ہیں، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میری شدید خواہش تھی کہ میں pre-budget کے اوپر اپنے خیالات کا کچھ اظہار کر سکوں۔ گو کہ میں کوئی economist نہیں ہوں لیکن ایک بجٹ کی شروعات کسی بھی گھر سے ہو جاتی ہیں۔ بجٹ کا اچھا یا برا ہونے کا سارا انحصار آمدن اور خرچ پر ہے اگر ایک گھر کی آمدن تھوڑی ہے تو اس گھر کی زندگی اسی آمدنی کے مطابق ویسی ہی ہو گی اور اگر آمدن زیادہ ہے تو اسی حساب سے گھر کا ماحول اور اچھا ہو جائے گا۔ اگر مزید خوشحال گھرانہ ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کی آمدن بہت زیادہ ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا ملک کیوں غریب ہے، یہاں کا بجٹ کیوں اس قابل نہیں کہ اس میں ہم لوگوں کو ایک بہتر زندگی دے سکیں اور super powers جنہیں ہم خوشحال ممالک میں گنتے ہیں ان کے پاس ایسی کیا چیز ہے کہ ان کی آمدن زیادہ ہے اور وہ اپنے لوگوں کو بہتر زندگیاں دے رہے ہیں۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاں کسی چیز کی کوئی کمی نہیں رکھی اگر ہم زمین کے حوالے سے دیکھیں تو ہمارے پاس جتنی زرخیز زمین ہے اس سے ہم بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ ہم اتنی زرخیز زمین سے دنیا جہان کا پیسا پاکستان میں لا سکتے ہیں یعنی بہت پیداوار لے سکتے ہیں۔ ہم اگر معدنیات کے حوالے سے دیکھیں تو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے کسی بھی ذخیرے کی ہمارے ہاں کمی نہیں ہے۔ بہترین پہاڑ ہیں جن کے نیچے چھپے ہوئے خزانے ہیں، سونا، چاندی اور ہر طرح کے قیمتی پتھر ہیں، ہمارے پاس کیا چیز نہیں ہے؟ پھر آپ ادھر بندرگاہ کی طرف چلے جائیں تو گوادر جیسی بندرگاہ ہمارے پاس موجود ہے اور ہمارے پاس وسطی ایشیا کا راستہ موجود ہے پھر ہم کشکول لئے پھرتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ہمارے پاس ایسی کون سی کمی ہے کہ ہم ان چیزوں سے کما نہیں سکتے؟ میں یہ سمجھتی ہوں کہ ہمیں ان تجاویز کی طرف غور کرنا ہے، ہمیں آج وہ suggestions دینی ہیں کہ جن سے ہم اپنی آمدنی کو بہتر کر سکیں۔ میں اس کے لئے اپنے ہمسایہ ملک کی مثال دوں گی۔ میرا انڈیا بہت دفعہ جانا ہوا، وہاں کی آبادی کا آپ کو بھی پتا ہے کہ بے تحاشا آبادی ہے، غربت ہم سے

بھی زیادہ ہے لیکن وہاں کی معیشت بہت strong ہے ان کے خزانے بھرے ہوئے ہیں، ان کے پاس foreign reserves بہت زیادہ ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے وہاں پر ایک سلسلہ دیکھا کہ وہ کیسے income generate کر رہے ہیں اور اپنی اتنی بڑی آبادی کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ وہاں پر مجھے پہاڑوں پر travel کرنے کا موقع ملا تو انہوں نے اپنے پہاڑی مقامات شملے سے لے کر روہتاس تک، ہر نالے اور دریا کے ہر 10 کلومیٹر پر ایک چھوٹا بند تعمیر کیا ہوا ہے۔ اس بند کے بالکل برابر میں ایک فیکٹری جہاں پر ہاتھی تک بندھے ہوئے ہیں اور اس کے ارد گرد ایک آبادی ہے جو اس بند کی رکھوالی بھی کر رہی ہے، وہاں سے بجلی بھی generate ہو رہی ہے، وہاں سے پانی بھی اکٹھا ہو رہا ہے اور اس آبادی کے ساتھ سکول بھی ہے، اس کے ساتھ ایک ہیلتھ سنٹر بھی ہے اور اس پہاڑی علاقے سے معدنیات بھی نکل رہی ہیں، سیمنٹ بھی بن رہا ہے اور وہاں پر فصل بھی پیدا کی جا رہی ہے۔ یعنی وہیں کے لوگوں کو وہیں روزگار مہیا کر کے وہاں سے بہترین پیداوار بھی حاصل کی جا رہی ہے جو پوری دنیا میں جا رہی ہے۔ ہم ایسا کیوں نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے پاس اس سے زیادہ خوبصورت پہاڑ اور اس سے زیادہ خوبصورت سرزمین ہے جس سے ہم ان سے زیادہ پیداوار حاصل کر سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں کسی طور talent کی کمی نہیں ہے۔

جناب والا! آپ یورپ میں چلے جائیں وہاں سردی اتنی زیادہ ہے کہ وہاں ہر طرح کی فصل نہیں مل سکتی۔ میں نے یہ دیکھا ہے کہ جن اقوام نے ترقی حاصل کی ہے انہوں نے پوری منصوبہ بندی کر کے محنت کی ہے۔ جو چیزیں یہاں پر پیدا ہو رہی ہیں ہم وہی چیزیں پوری دنیا سے درآمد کر رہے ہیں۔ ایسی چیزیں جن کی یہاں پر ضرورت نہیں ہے اور وہ یہاں پر بن رہی ہیں تو ہم ان کے اوپر ban لگا دیں۔ مشینری، مثال کے طور پر spare parts ہمارے ہاں نہیں بن رہے وہ ہم باہر سے منگوا کر یہاں ان کی assembling کر سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں کپاس ہے جس سے کپڑا بن سکتا ہے لیکن باہر سے اتنا کپڑا آ رہا ہے جس کی وجہ سے ہماری cotton industry بند ہو رہی ہے، یہ کہاں کی عقل مندی ہے؟ کسی بھی ملک کی انڈسٹری اس ملک کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے، اس کو فروغ دینا ہے جس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم جو چیزیں یہاں خود پیدا کر سکتے ہیں ان کی درآمد پر پابندی ہو اور ہم پرائیویٹ سیکٹر کو support کریں یعنی اس قسم کی پالیسیاں بنائی جائیں کہ صنعتکاروں اور سرمایہ

کاروں کو ٹیکسوں میں چھوٹ دی جائے۔ ہمارے پنجاب کے اندر مالٹا اور کنو بہت زیادہ پیدا ہو رہا ہے وہاں پر اگر جوس بنانے اور پیک کرنے والی ایک مل لگتی ہے تو اس سے وہاں کے لوگوں کو روزگار بھی ملے گا اور وہ جوس ہم پوری دنیا میں export بھی کر سکتے ہیں۔ ہم یہاں سے اتنا مالٹا حاصل کرتے ہیں۔ اس کی بے شمار مثالیں ہیں جو میں دے سکتی ہوں لیکن وقت کم ہے میں کس کس چیز کی بات کروں۔ اس کے لئے پہلے investment کی ضرورت ہے اور حکومت ان ضروری چیزوں پر اس طرح investment کرے کہ ہم ایک روپیہ خرچ کر کے 10 روپے حاصل کر سکیں نہ کہ ہم لوگوں کو بھکاری بنانا شروع کر دیں۔ ان میں بلا وجہ ہزار ہزار روپے تقسیم کرنا شروع کر دیں۔ اس سے کچھ حاصل نہیں ہو گا، اس سے ہم اپنی قوم کو بھکاری بنائیں گے۔

جناب سپیکر! میں اس چیز کی شدید مخالفت کرتی ہوں کہ اگر ہمارے ہاں کوئی مل مالک یا industrialist ایک مل کے بعد دو ملیں لگاتا ہے، تین لگاتا ہے یا چار لگاتا ہے تو ہمارا میڈیا بھی ان کے خلاف ہو جاتا ہے اور ہم اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ ہم سرمایہ دار کے خلاف ہو جاتے ہیں اور اس کو مجبوراً اپنا سرمایہ ملک سے لے جانا پڑتا ہے۔ انڈیا میں T.A.T.A اور B.I.R.L.A کروڑ پتی، ارب پتی اور کھرب پتی ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ وہ ایک مل لگاتے ہیں تو حکومت support کرتی ہے تو وہ دس ملیں اور لگا لیتے ہیں۔ وہ سوئی دھاگے سے لے کر ٹرک اور ہوائی جہاز بنا رہے ہیں۔ ان کی حکومت ان کو support کر رہی ہے کہ ملک میں investment ہو رہی ہے۔ اگر یہاں پر کوئی industrialist کچھ کرتا ہے تو اس کے لئے مشکلات کھڑی کر دی جاتی ہیں اس لئے میری یہ تجویز ہے کہ یہاں پر رویے تبدیل ہونے چاہئیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں مختصر بات کروں گا اور to the point رہنے کی کوشش کروں گا۔

جناب والا! وزیر خزانہ سے گزارش ہے کہ budget formation میں اسمبلی کی participation ان تقاریر کی بجائے اسمبلی کی کمیٹیوں یعنی جس محکمے کی ہاؤس کمیٹی ہے وہ محکمے کے

budget formation میں شامل ہو جائے تو اس سے اسمبلی کی empowerment ہو گی۔ اس کے بعد بجٹ میں جو set targets کئے جائیں ان کی monitoring بھی کمیٹی کرے۔ میری information شاید غلط ہوں لیکن میں نے اس حد تک سنا ہے کہ پچھلے سال ہمارے جو spending and development targets تھے ان میں سے بھی ہم نے 1/4 بھی achieve نہیں کئے۔ اگر کمیٹیوں کی participation ہو گی تو پھر سپلیمنٹری بجٹ بھی شاید نہ آئیں کیونکہ ہم ساری چیزیں دیکھ کر کریں گے۔ سپلیمنٹری بجٹ ایک bad planning کی نشانی ہے کہ ہماری پہلے منصوبہ بندی خراب تھی جس کی وجہ سے ہم نے یہ مزید خرچہ کیا ہے۔ میری ایک اور گزارش ہے کہ اسمبلی سے پاس ہوئے بغیر ایک پیسا بھی نہ خرچ کیا جائے۔ سپلیمنٹری بجٹ بالکل نامنظور کئے جائیں اور اسمبلی سے پہلے پاس کروایا جائے۔ ہم اس اسمبلی کو طاقت دیں گے تو ہم لوگوں کو empower کریں گے۔ اس طرح ہم اسمبلی کی sovereignty کو قائم کریں گے۔ اس کے علاوہ حکومت کا بنیادی مقصد لوگوں کو سہولیات دینا ہے، دیہاتی علاقوں کے اندر یونین کونسل کی حد تک میری ایک گزارش اور تجویز ہے کہ ایک یونین کمپلیکس کی طرح کچھ بنایا جائے جس میں پٹوار خانہ، تھانہ، B.H.U یا R.H.C، بچیوں کا ہائی سکول ہو، veterinary hospital ہو اور یہ ساری چیزیں ایک جگہ پر اکٹھی ہو کر ایک یونین کونسل میں مل جائیں گی۔ پنجاب کے کچھ علاقوں میں جہاں چکوک ہیں وہاں تو شاید اس قسم کی سہولیات میسر ہوں لیکن ہمارے علاقوں میں آبادی دور دراز علاقوں میں پھیلی ہوئی ہے وہاں لوگوں کو یہ سہولیات میسر نہیں ہیں۔ اس وقت ہمارے ملک کا اور پوری دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ energy crises کا ہے۔ اس وقت پنجاب حکومت کی irrigation and power کی وزارت ہے لیکن یہاں پر irrigation والوں کا کام تو نظر آتا ہے لیکن power والوں کا کوئی کام نظر نہیں آتا۔ ہمیں alternate energy source کو تلاش کرنے کے لئے کام کرنا چاہئے۔ ہمارے اوپر اللہ کا فضل ہے کہ یہاں پر سارا سال دھوپ رہتی ہے۔ solar energy اور wind energy کو tap کرنے کے لئے جہاں بلوچستان کے بعد پنجاب شروع ہوتا ہے تو ان پہاڑوں سے لمبی وادیاں ہیں وہاں سے ہر وقت ہوا کا ایک سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مہربانی کر کے وہاں پر اگر wind energy کو tap کرنے کے لئے سروے کر کے کچھ پیسے رکھ دیئے جائیں تو یہ

بہت بہتر ہو گا کیونکہ wind energy ایک fficient energy ہے جس کا recurring expense کوئی نہیں ہے۔ اس پر ایک دفعہ خرچ کرنے کے بعد جس طرح ہائیڈل میں ایک دفعہ ٹربائین لگا دیئے تو اسی طرح wind سے بھی energy حاصل ہوتی رہے گی۔ میری ایک اور گزارش تھی کہ ڈی جی خان کی نہر میں بھی falls ہیں جن کو استعمال کر کے ہم energy حاصل کر سکتے ہیں۔ میرا مشاہدہ محدود ہے میں نے تو ڈیرہ غازی خان کی نہر میں دیکھا ہے۔

جناب سپیکر! میری مودبانہ گزارش یہ ہے کہ تعلیم کے بغیر کوئی بھی قوم کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتی۔ ہمیں جگہ جگہ سکول بنانے کی بجائے بہتر سکول بنانے چاہئیں۔ ہم more schools کی بجائے better schools بنائیں اور centre of excellence بنائیں جو ایک انجن کی طرح سارے process کو drive کرے جیسا کہ L.U.M.S ہے، N.U.S.T، غلام اسحاق خان انسٹیٹیوٹ ہیں۔ ہمیں اس قسم کے ادارے بنانے چاہئیں۔

جناب سپیکر! آپ بھی دیکھتے ہوں گے کہ بچے جنھوں نے پنجابی فزیکل ایجوکیشن میں بی۔اے کیا ہوا ہے۔ They are graduates but of no use اگر ہم ٹیکنیکل اور ووکیشنل ٹریننگ پر توجہ دیں تو بہتر ہے اور کسی کو ویلڈنگ، کسی کو ریفریجریشن اور کسی کو آٹو مکینک کی ٹریننگ دیں کیونکہ یہ وہ ہنر ہیں جن کی دنیا میں مانگ ہے۔ ان کے پاس جب کوئی سرٹیفکیٹس ہوں گے تو انھیں روزگار ملے گا۔ اس وقت middle east میں ان کی بہت مانگ ہے۔ امریکہ، کینیڈا اور آسٹریلیا جہاں ساری دنیا امیگریشن کے لئے جانے کی کوشش کر رہی ہے، وہ ممالک بھی ہنر مند لوگوں کو فوقیت دیتے ہیں اس لئے ہم اپنے صوبے میں بھی کوشش کریں کہ ہم ہنر مند لوگ پیدا کریں جو کہ ملک کے لئے اپنا کردار ادا کر سکیں۔

جناب سپیکر! میری ایک اور گزارش اپنے علاقے کے حوالے سے ہے کہ ڈیرہ غازی خان کے میڈیکل کالج کا جنرل مشرف نے بھی اعلان کیا تھا۔ دوست محمد خان کھوسہ بھی جس وقت وزیراعلیٰ بنے تھے تو انھوں نے بھی اعلان کیا تھا اور میاں محمد شہباز شریف صاحب تو وہاں جا کر اس کا سنگ بنیاد بھی رکھ کر آئے ہیں، اب ایک سال ہونے والا ہے لیکن اس سلسلے میں کچھ نہیں ہوا۔ مہربانی کر کے اس کو expedite کروا دیا جائے کیونکہ ہمارا ڈیرہ غازی خان ڈویژن واحد ڈویژن ہے جس کے پاس کوئی

میڈیکل کالج ہے اور نہ کوئی یونیورسٹی ہے۔ہمارے ڈویژن میں میڈیکل کالج آنے سے پورے علاقے میں health facilities کا معیار بہتر ہو جائے گا۔ڈیرہ غازی خان کا ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال تقریباً 50لاکھ لوگوں کو cater کرتا ہے۔ اس میں ڈیرہ غازی خان ہے، راجن پور ہے، لیہ ہے اور آدھے سے زیادہ بلوچستان وہاں پر آتا ہے۔ یہ سارا دباؤ نشتر ہسپتال پر پڑتا ہے، ڈیرہ غازی خان میں میڈیکل کالج سے یہ دباؤ بھی کم ہو جائے گا۔اس کے علاوہ نشتر ہسپتال میں ہر کوئی اس لئے جاتا ہے کیونکہ میڈیکل کالج ہونے کی وجہ سے سینئر ڈاکٹر صاحبان وہاں پر میسر ہوتے ہیں۔اگر مہربانی فرما کر ایک میڈیکل کالج جس کا بارہا اعلان ہو چکا ہے اس کے لئے بجٹ کی allocation ہو جائے تو آپ کی بہت عنائیت ہو گی۔ ہمارے ڈیرہ غازی خان میں تحصیل ہیڈکوارٹر، ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر اور ڈویژنل ہیڈکوارٹر ہسپتال ایک ہی ہسپتال ہے جس کی upgradation دو سال پہلے بجٹ میں رکھی گئی تھی لیکن شاید فنڈز کے اجراء کی وجہ سے کام بہت آہستگی سے ہو رہا ہے۔آپ سے گزارش ہے کہ اس کے لئے فنڈز کی allocation کروادیں اور ان فنڈز کو release بھی کروادیں۔ابھی پچھلے دنوں جو ڈیرہ غازی خان میں بدقسمتی سے واقعہ ہوا ہے اس کے بعد ہمارے ہسپتال کی deficiencies بڑی واضح طور پر سامنے آئی ہیں کہ ہمارا ہسپتال اتنے بڑے سانحے کو handle کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ یہ ایک ڈویژنل ہیڈکوارٹر ہسپتال ہے جو تقریباً 50لاکھ کی آبادی کو cater کرتا ہے۔

جناب والا! ڈیرہ غازی خان کی ایک اور انفرادی حیثیت ہے کہ یہ صوبہ سرحد اور صوبہ بلوچستان کے ساتھ ملتا ہے۔ ہمارے وزیر اعلیٰ نے قابل تحسین اعلانات کئے ہیں کہ وہ بلوچستان کے ساتھ اچھے تعلقات بنانا چاہتے ہیں۔جب وہاں پر زلزلہ آیا تو ہم نے وہاں پر اعلانات بھی کئے ہیں اور پیسے بھی بھیجے ہیں۔ میری ایک گزارش ہے کہ ڈیرہ غازی خان کا جو tribal area بلوچستان کے ساتھ لگتا ہے اس علاقے میں اگر ہم ایک کیڈٹ کالج قائم کر دیں تو اس سے یہ ہو گا کہ پنجاب اور بلوچستان کے لوگوں میں ہم آہنگی، ایک camaraderie آئے گی۔ ہم سب جو boarding schools میں پڑھے ہیں ہم خود اس چیز کے گواہ ہیں کہ جو دوستیاں سکولوں میں ہوتی ہیں، میں جس سکول میں پڑھا کرتا تھا اس میں چاروں صوبوں سے لوگ آیا کرتے تھے۔ ہمارے class fellows سندھ، سرحد اور بلوچستان سے بھی ہوتے تھے۔ ہم آج ایک بھائی چارے اور ہم آہنگی کی feeling

اپنےclass fellowsمیںfeelکرتے ہیں۔اسی طرح اگر ہم ایک کیڈٹ کالج قائم کر دیں گے جو بلوچستان اور پنجاب کی حدود کے اندر ہو گا تو دونوں علاقوں کے لوگوں کو دور جانا نہیں پڑے گا اور یہ ایکmelting potکی طرح کام کرے گا جس کی وجہ سے ہمارا صوبہ پنجاب صوبہ بلوچستان کے زیادہ قریب ہو سکے گا۔

جناب والا!ایک اور میری گزارش آپ سے یہ ہو گی کہ کافی دنوں سے میں کوشش کر رہا ہوں کہ پنجاب میں ہمارا ایک صحت افزامقام فورٹ منرو ہے جوcolonial daysکی وجہ سے ملتان کے کمشنر گرمیوں میں وہاں پر آ جایا کرتے تھے کیونکہ وہاں پر موسم اچھا ہوتا ہے۔اگر آپ مری وغیرہ میں بھی جائیں تو ہمارے اکثر لوگ بہاولپور، ملتان اور رحیم یار خان وغیرہ گرم علاقوں سے آتے ہیں۔ ان لوگوں کو ہم دو تین گھنٹے کیdriveپر فورٹ منرو کے اندر وہ سہولیات مہیا کر سکتے ہیں، مری کا جو حسن ہے وہgreeneryہے،اب ہم درخت کاٹ رہے ہیں کیونکہ وہاں پر ہوٹل اور فلیٹس مزید بن رہے ہیں۔ مری کا حسن بھی ہم محفوظ کر سکیں گے اور alternate ایک hill station بھی developکر سکیں گے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ اس کے اوپر بھی غور کیجئے گا اور اپنی بجٹ کی prioritiesمیں شامل کر لیجئے گا۔ میری یہ تھوڑی سی تجاویز تھیں اور مجھے امید ہے کہ منسٹر صاحب میری ان تجاویز پر ضرور غور فرمائیں گے۔ شکریہ

رائے محمد اسلم خان:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی،فرمائیں!

رائے محمد اسلم خان:جناب سپیکر!بعض لوگ تین دن سے اسpre-budgetپر بحث کرنے کے لئے بیٹھے ہیں۔اصل میں، میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ملک اور صوبہ میں یہی بات غیر منصفانہ ہے۔ آج لسٹ کے مطابق اگر آپ پانچ پانچ، دو دو منٹ بھی دے دیں تو ہر بندہ اپنے حلقہ کی نمائندگی کر لے۔ جن لوگوں کے نام فہرست میں آج شامل ہو رہے ہیں ان کے نام پہلے آ جائیں اور پیر والے دن جن لوگوں کے نام لسٹ میں تھے وہ اس دن آئے نہیں تھے اور پیر کو بھی جن کے نام شامل نہیں تھے انہیں اگر آج وقت دے دیا جائے تو جو لائن میں بیٹھے ہیں ان کی میرے خیال میں پورے پانچ سال میں

باری نہیں آئے گی۔ میری یہی گزارش ہے کہ آپ ہاؤس کا وقت بڑھالیں اور تھوڑا تھوڑا وقت ہر مقرر کو دیں لیکن kindly لسٹ کے حساب سے باری دیں۔

جناب سپیکر: اب انہوں نے پانچ منٹ کی بات کر دی ہے، میں کیا کروں؟ آپ ٹائم کا خود بھی خیال رکھیں۔

رائے محمد اسلم خان: آپ ہاؤس کا ٹائم بڑھادیں اور لسٹ کے مطابق چلیں۔

جناب سپیکر: اب پابندی پانچ منٹ کی ہو گی اور پانچ سے سوا پانچ منٹ نہیں ہوں گے۔ رائے شاہجہاں صاحب! تشریف فرما نہیں ہیں؟

رائے محمد شاہجہاں خان: جناب سپیکر! میں موجود ہوں۔

جناب سپیکر: ایک اور بھی تو رائے شاہجہاں صاحب ہیں۔

رائے محمد شاہجہاں خان: وہ بھٹی صاحب ہیں اور میں کھرل ہوں۔ اب بولنے کی اجازت ہے؟

جناب سپیکر: جی، آپ کے پاس پانچ منٹ ہیں، بے شک گپ لگالیں یا کوئی تجویز دے دیں۔

رائے محمد شاہجہاں خان: جناب سپیکر! ہم وزیر خزانہ صاحب اور حکومت پنجاب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہماری گزارشات کو سننا قبول کیا ہے۔ میں صرف دو points پر بات کروں گا۔ پنجاب کے بجٹ کو اگر ہم دیکھیں تو یہ بجٹ ایسی چیز ہوتا ہے جس میں اخراجات کا، آمدن کا اور خرچ کا تعین کیا جاتا ہے کہ اس کی سمت کیا ہو گی۔ صحیح سمت کے اندر خرچ کرنا کامیابی دلاتا ہے اور اگر حکومت وقت اپنے اخراجات کی direction صحیح سمت میں متعین نہ کر سکے تو خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں ہوتے۔ ہمارے پنجاب میں ساری نوکریاں میرٹ پر دی گئی ہیں جو بڑی اچھی بات ہے لیکن جب ہم urban and rural development کے اندر تفریق کرتے ہیں اور اگر فنڈز شہروں کو زیادہ اور دیہاتوں کو کم دیتے ہیں تو اس وقت دیہات کا بچہ شہر کے پڑھے لکھے بچے سے کیسے compete کر سکتا ہے؟ حکومت وقت کچھ انصاف کرے کہ تعلیم اور development کے اندر جو اخراجات ہیں اس حوالے سے فنڈز زیادہ دیہات کو دیئے جائیں تاکہ وہاں پر development آئے، وہاں پر ترقی ہو اور وہاں پر

اچھے تعلیمی ادارے grow کریں تاکہ ہمارے بچے بھی شہروں کے بچوں کے ساتھ آکر compete کر سکیں لیکن یہاں الٹی گنگا ہے کہ 20 فیصد آبادی کو زیادہ فنڈز دیئے جاتے ہیں اور 80 فیصد آبادی کو development and planning کا کم حصہ ملتا ہے جس کی وجہ سے ہمارے بچے شہروں کے بچوں سے compete نہیں کر سکتے۔ یہ میرٹ کی خلاف ورزی ہوتی ہے کیونکہ ہر حلقہ ایک آبادی کے اوپر بنا ہوا ہے جب اس کی آبادی یکساں ہے تو پھر یہ discrimination کیوں ہے؟ میں وزیر خزانہ صاحب سے آپ کے توسط سے التجا کرتا ہوں کہ شہری اور دیہاتی ترقی میں تفریق نہ پیدا کی جائے۔

جناب سپیکر: آپ اپنی تجویزیں جو آپ بتانا چاہتے ہیں۔ شہری دیہاتی کی بات نہ کریں۔

رائے محمد شاہجہاں خان: جناب سپیکر! ہمارے سکول اس معیار کے نہیں ہیں کہ ہمارے بچے یہاں آ کر compete کر سکیں۔ شہروں کو جو سہولیات دستیاب ہیں اس وجہ سے آبادی کا flow شہروں کی طرف بڑھتا جا رہا ہے۔ شہروں کا سائز اور حجم بڑھتا جا رہا ہے جس سے ٹریفک کے مسائل بڑھتے جائیں گے اور لاء اینڈ آرڈر کے مسائل پیدا ہوتے جائیں گے۔ لہذا میری ایک تجویز یہ ہے کہ شہروں اور دیہاتوں میں فنڈز کی تفریق کو ختم کیا جائے تاکہ ہمارے اندر بھی وہی ترقی آئے اور ہمارے لوگ اپنے ہی علاقوں میں بسنا پسند کریں۔ ہاؤسنگ کے اندر بہت ساری نئی کالونیاں بنتی ہیں اور L.D.A کے حوالے کر دی جاتی ہیں۔ میرے شہر جڑانوالہ کا یہ حال ہے کہ ساری سڑکیں ٹوٹی پھوٹی ہیں، کھنڈر کا منظر پیش ہو رہا ہے جس کے لئے T.M.A اور ضلع کونسل نے کچھ کام نہیں کیا لہذا میری تجویز ہے کہ rural and urban کو ایک جیسے فنڈز دیئے جائیں تاکہ مساوات قائم ہو۔ دوسرا سب سے بڑا مسئلہ جو ہمیں پیش آ رہا ہے وہ یہ کہ business monopolies قائم ہو چکی ہیں۔ حکومت وقت کو چاہئے کہ وہ competitor کے طور پر اپنے فنڈز میں سے کچھ حصہ ایسا مخصوص کرے کہ مارکیٹ forces کو کنٹرول کیا جا سکے۔ جو تاجر اپنی ساری چیزوں کو دبا کر بیٹھ جاتے ہیں اور ان کو مہنگے داموں بیچتے ہیں تو حکومت وقت کوئی کارپوریشن ایسی بنائے اور اس کے لئے فنڈز ایسے رکھے کہ ہمیں ان سے نجات حاصل ہو سکے۔ جن اداروں اور business میں competition موجود نہیں ہے تو حکومت کو

چاہئے کہ وہ اس شعبے میں اپنی financing زیادہ کرے، شعبے کے لوگوں کو آگے لایا جائے، ان کو قرضہ جات دیئے جائیں تاکہ اس میں مکمل competition کا رواج قائم ہو سکے۔

جناب سپیکر! ہمارے علاقے کے جو نالے ہیں وہ بڑے سیم ہیں۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ irrigation کا فنڈ ان کو پختہ کرنے کے لئے مختص کیا گیا ہے حالانکہ ان کو پختہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے وہی فنڈ ہمیں divert کر کے water courses کو پکا کرنے کے لئے دیا جائے تاکہ زمینداروں کو آسانی ہو کہ وہ پانی لگا کر irrigation کر سکیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی direction کو تبدیل کیا جائے بجائے اس کے کہ آپ سیم نالوں کو پکا کرتے پھریں۔ میں آپ کے توسط سے حکومت وقت سے استدعا کرتا ہوں کہ میرے حلقے میں جو تحصیل ہے وہ 57 یونین کونسل پر مشتمل ہے اور نہ صرف پنجاب کی بلکہ پاکستان کی سب سے بڑی تحصیل ہے۔ چھوٹی چھوٹی تحصیلوں کو ضلع بنا دیا گیا ہے۔ میری گزارش ہے کہ جڑانوالہ کو بھی ضلع بنایا جائے اور اس کے لئے فنڈز مختص کئے جائیں۔ ہماری research اتنی فرسودہ ہو چکی ہے کہ ڈیری اور لائیو سٹاک کے اندر بلڈنگ اور کمرے بنانے کے لئے فنڈز مختص کئے گئے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ اب آپ تشریف رکھیں۔ اگلے مقرر انجینئر بلال احمد کھر صاحب ہیں۔ تشریف نہیں رکھتے، جناب اعجاز اچلانہ صاحب بھی تشریف نہیں رکھتے اور محترمہ شگفتہ شیخ صاحبہ بھی نہیں ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! رفعت سلطانہ ڈار صاحبہ کو تقریر کر لینے دیں۔

جناب سپیکر: باری کے حساب سے آئیں گے کیونکہ دوسرے بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جو نہیں بیٹھے ان کی جگہ پر بولنے دیں۔

جناب سپیکر: فکر نہ کریں سب کی باری آئے گی۔

محترمہ عائشہ جاوید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

MRS AYESHA JAVED: Mr. Speaker! Is it irrelevant you can just tell me so? I just want to point out what is the point of holding all the exercise when the concerned Minister is not present.

جناب سپیکر: میں آپ کو اجازت نہیں دے رہا اور آپ پھر انگلش میں بات کر رہی ہیں۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! منسٹر صاحب یہاں تشریف ہی نہیں رکھتے تو پھر اس ساری proceedings کا کیا فائدہ؟

جناب سپیکر: وہ آ رہے ہیں اور ساری باتیں سن رہے ہیں، فکر نہ کریں۔ البتہ آپ کی تمام باتیں نوٹ ہو رہی ہیں۔ جی، محترمہ رفعت سلطان ڈار صاحبہ! ہاؤس کا وقت مزید آدھا گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے جلدی floor دے دیا۔ میں صرف دس منٹ ہی لوں گی اور صرف کام کی بات کروں گی۔

جناب سپیکر: دس منٹ نہیں ہیں۔ صرف پانچ منٹ ہیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: ٹھیک ہے جناب سپیکر! میں پانچ منٹ ہی میں اپنی بات کروں گی، کام کی بات کروں گی اور اپنا کام بھی کرواؤں گی۔ میں اپنے وزیر خزانہ صاحب کی توجہ صرف ایک چیز پر دلانا چاہتی ہوں کہ معاشرے کو اگر ہم نے صحت مند رکھنا ہے تو اسے نشہ سے بچانا چاہئے۔ میرے شہر فیصل آباد میں ہر تیسرے گھر اور ہر تیسری گلی میں نشہ ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ میرے فیصل آباد شہر میں نشہ کرنے والے لوگوں کے علاج کے لئے ایک ہسپتال بنانے کی غرض سے فنڈز رکھے جائیں۔ اگر حکومت کے پاس زیادہ فنڈز نہیں ہیں تو وہ bed کی جگہ پر mattress استعمال کر سکتے ہیں کیونکہ نشئی فٹ پاتھوں اور باغوں میں پڑے رہتے ہیں تو اگر وہاں پر لیٹ جائیں گے اور ان کا علاج معالجہ ہو جائے گا تو یہ اچھی بات ہو گی۔

جناب سپیکر! اس کے لئے بے شک ایک چھوٹا سا ہسپتال بنا دیا جائے جہاں پر خاص ادویات ہونی چاہئیں۔ اگر ہم نشہ کے عادی لوگوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو ہسپتال سے اچھی جگہ اور کوئی نہیں ہو

سکتی کیونکہ جگہ جگہ نشہ پھیلا ہوا ہے اور ان کے پیچھے بڑے بڑے اژدھے اور مگرمچھ ہیں جو سر عام نشہ کی چیزیں بیچتے ہیں۔ وہ ایک نشہ کی پڑی دیتے ہیں اور اس کے ساتھ دو ٹیکے فری کر دیتے ہیں۔ اس حوالے سے جب بھی کسی سے بات کی جاتی ہے تو میری بات کو مسکرا کر ٹال دیتے ہیں اور میری باتوں پر عمل نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر! ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے ہسپتالوں کی طرف بڑی توجہ دی ہے اور ہمیں باقاعدہ خط بھیجے ہیں کہ ہسپتالوں میں جا کر معائنہ کریں۔ میں ہسپتال گئی اور وہاں جا کر مطمئن بھی ہوئی ہوں لیکن میں نشئیوں کے علاج کے حوالے سے مطمئن نہیں ہوں اس لئے نشئیوں کے لئے ایک الگ ہسپتال ہونا چاہئے جہاں پر ان کا علاج اچھی ادویات سے کیا جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو بڑے بڑے گھرانے ٹھیک ہو سکتے ہیں کیونکہ اگر ایک نشئی کو صحت مند بنا دیا جائے تو سارا گھرانہ تندرست نظر آئے گا کیونکہ گھر کا ایک چراغ اگر نشہ پر لگ جائے تو اس سے ماں بھی بے کار ہو جاتی ہے اور باپ بھی پریشان ہو کر روتا پھرتا ہے اور وہ پھر ادھر ادھر بھٹکتے پھرتے ہیں کہ کیا کیا جائے کہ بچہ نشہ کرنے لگ گیا ہے اس لئے میں چاہتی ہوں کہ میرے شہر فیصل آباد میں نشئیوں کے علاج کے لئے مجوزہ ہسپتال قائم کرنے کے لئے خصوصی فنڈز رکھے جائیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، محترم محمد الیاس چنیوٹی صاحب!

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! شکریہ۔ الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی ملا نبی بعدہ قال اللہ تبارک و تعالیٰ قال تزرعون سبعاثنین دعواً فما حصدتم فذروہ فی سنبلہ الا قلیلا مما تعقلون۔ صدق اللہ العظیم۔۔۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! انہوں نے عربی میں تقریر کرنے کی اجازت نہیں لی اور عربی میں تقریر شروع کر دی ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ وہ عربی میں تقریر نہیں کر رہے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ جی، چنیوٹی صاحب!

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! میں نے قرآن پاک کی آیت اس لئے پڑھی ہے کہ میں اپنی حکومت پنجاب اور وزیر خزانہ کی تعریف کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے وقت آنے سے پہلے pre-budget پر بحث کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس حوالے سے میں شکر گزار ہوں اور حوالہ کے لئے یہ آیت پڑھی ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو جب مصر کا وزیر خزانہ بنایا گیا تو انہوں نے بھی اس وقت ایک مشورہ دیا تھا کہ قحط سالی آنے والی ہے لہذا اس کا بندوبست کرنے کے لئے پہلے ہی انہوں نے فرمایا کہ سات سال غلہ وغیرہ کا ذخیرہ کر دیا جائے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اگر حکومت سمجھتی ہو کہ فلاں جنس کی ہمیں کمی پیش آنے والی ہے تو قبل از وقت اس کا تدارک کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! میں میاں شہباز شریف صاحب کو اس پر مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے تمام محکمہ جات کو چیک کرنے کا پروگرام بنایا اور اس کے بعد pre-budget تجاویز کے لئے سپیکر کی رولنگ دینے کا بھی بہت بہت شکریہ۔ بلا تمہید یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بد قسمتی سے ہمارے محکمے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرتے مثلاً محکمہ زراعت اور پیداوار کے مشیر جن کی عدم توجہی کی وجہ سے آئے روز آٹا، گندم، چینی اور کھاد وغیرہ کے بحران پیدا ہو رہے ہیں۔ اگر یہ محکمے ملکی ضروریات کے مطابق اعداد و شمار حکومت کو پیش کر کے ملک کو گندم، دال، چاول وغیرہ اور چینی کے لئے کماد کی اتنی ضرورت ہے، کاشت کاروں کو ترغیب دی جائے کہ اتنی گندم اور اتنا کماد کاشت کیا جائے تو مختلف فصلوں کی گرانی یا ارزانی کا مسئلہ کنٹرول ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ پنجاب نے فوڈ سٹیمپ سکیم کا جو سلسلہ شروع کیا ہے، میں اس پر انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اسی طرح سستی روٹی کے پروگرام میں کئی ایک نقائص ہیں لیکن اس کی جتنی تعریف کی جائے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کا ٹائم بھی تھوڑا ہے۔ آپ جو تجاویز دینا چاہتے ہیں، وہ دیں۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: میں یہ تجویز دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے محکمہ زراعت کو چاہئے کہ آئندہ سال ہمیں جتنی گندم چاہئے ہوتی ہے یا کماد اور کوئی دوسری چیز تو اس گندم کی فصل کو کاشت کرنے سے پہلے تمام اضلاع کو بتایا جائے کہ اتنی اتنی چیز کاشت کی جائے اس سے ہمارے حالات بہتر ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ پنجاب نے 09-2-2 کو چنیوٹ کے دورہ کے موقع پر جب چنیوٹ کو ضلع کا درجہ دینے کا اعلان کیا تو چار نئے ہائی سکول جن میں سیم نالہ پل ہر سہ شیخ پر پل کی تعمیر، لاہور ریلوے کراسنگ کے لئے انڈر پاس اور چنیوٹ ضلع و تحصیل لالیاں و بھوانہ کے علاوہ سٹیل مل کے قیام کا جلسہ عام میں اعلان کیا۔ اس کے لئے بجٹ 10-2009 میں فنڈز مختص کئے جائیں۔ ساڑ مراد والا کی بچیاں جو تیرہ، چودہ کلو میٹر کا سفر طے کر کے چنیوٹ کالج جاتی ہیں، گورنمنٹ گرلز ہائی سکول کے لئے میری گزارش ہے کہ وہاں کے عوام نے پانچ ایکڑ زمین بھی وقف کر دی ہے تو گورنمنٹ گرلز ہائی سکول ساڑ مراد والا کو انٹر میڈیٹ کالج کا درجہ دیا جائے۔ اسی طریقے سے گورنمنٹ گرلز ہائی سکول رجوعہ کو بھی انٹر میڈیٹ کالج کا درجہ دے کر عوام کا دیرینہ مطالبہ پورا کیا جائے۔

جناب سپیکر! گورنمنٹ اسلامیہ کالج بوائز و خواتین کو اگرچہ پوسٹ گریجوایٹ کا درجہ دے دیا گیا مگر تاحال سٹاف مہیا نہیں کیا گیا تو میری گزارش ہے کہ ہر دو کالجوں میں متعلقہ سٹاف بھی مہیا کیا جائے اور اس کا نوٹیفکیشن بھی جاری کیا جائے۔ گورنمنٹ بوائز مڈل سکول سلارا کی بلڈنگ 1994 میں مکمل ہوئی مگر ابھی تک سٹاف اور دیگر ضروری سامان مہیا نہیں کیا گیا اور اب یہ عمارت شکست و ریخت کا شکار ہوتی جا رہی ہے لہٰذا اس سکول میں سٹاف اور دیگر ضروری سامان مہیا کیا جائے۔ اسی طرح گورنمنٹ گرلز مڈل سکول محلہ شاہ بہرام کو ہائی سکول کا درجہ دیا گیا اور اس کی بلڈنگ کو مکمل ہوئے بھی تقریباً دو سال ہو چکے ہیں مگر تاحال سٹاف مہیا نہیں کیا گیا۔ اس تعلیمی سال سے سکول ہذا میں نئی ہائی کلاسوں کا اجرا یقینی بنایا جائے۔

جناب سپیکر! چنیوٹ شہر میں کوئی قابل ذکر پارک نہ ہے، سوا لاکھ آبادی کے لئے واحد پارک لائبریری پارک ہے لہٰذا میرے شہر کے لئے تین پارک بالمقابل علی ہسپتال، فیملی پارک محلہ عالم پہاڑی کے ساتھ خالی جگہ پر پبلک پارک اور بہار کالونی سیٹلائٹ ٹاؤن۔۔۔

جناب سپیکر: چنیوٹی صاحب! آپ کا وقت پورا ہو گیا لہذا تشریف رکھیں۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی:: جناب سپیکر! دوسرے صاحبان کو دس دس منٹ بھی دیئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: چنیوٹی صاحب! ایک اصول پر آپ چلیں ناں۔ جب آپ نے طے کیا کہ پانچ منٹ سے زائد بات نہیں کرنی تو اس سے ہر ایک کو موقع ملے گا۔ اب اس پر مزید بحث کرنے سے فائدہ کوئی نہیں ہو گا۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! مجھے پھر اس بات کی اجازت دی جائے کہ میں لکھ کر دے دیتا ہوں اور اسے ریکارڈ کا حصہ بنایا جائے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ محترمہ نسیم لودھی صاحبہ!۔۔۔ تشریف نہیں رکھیتں۔ جناب سندھو صاحب!

جناب خلیل طاہر سندھو: شکریہ۔ جناب سپیکر! آج بھی مشکل ہی سے وقت ملا ہے۔ معزز اراکین نے بہت خوبصورت باتیں کیں اور بالخصوص محسن لغاری صاحب نے تو میرے دل کی باتیں کیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا بنیادی المیہ یہ ہے کہ چونکہ ٹائم بہت کم ہے اور سپیکر صاحب بھی بہت سخت ہیں تو میں کوشش کروں گا کہ بہت جلد اپنی تجاویز عرض کر دوں۔

جناب سپیکر! ہمارے بنیادی infrastructure کی کمی تو اپنی جگہ پر بجا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہمارا سکول ہے تو وہ سکول نہیں ہے اور اگر ہسپتال ہے تو وہ ہسپتال نہ ہونے کے برابر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ existing infrastructure کو پہلے improve کریں تاکہ جو ہمارا سکول ہے ہم سمجھیں کہ اگر واقعی اس میں بچے پڑھ رہے ہیں تو وہ یقینی طور پر ان کی growing ہو رہی ہے، ان کی schooling ہو رہی ہے اور وہ کل کو useful citizen بنیں گے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ہماری یونیورسٹیوں میں، میں خود بھی یونیورسٹی میں پڑھاتا ہوں میں نے دیکھا ہے کہ لیکچر دیتے وقت محسوس ایسے ہی ہوتا ہے جیسے ہم دیواروں کو ہی پڑھا رہے ہیں۔ کم از کم ہمارا graduate اس level پر ہو کہ ہم کہہ سکیں اور بین الاقوامی تعلیمی status کے مطابق ہمارے بھی students ہوں۔ education کے بارے میں ہمارے C.M صاحب بھی اس میں بہت in ہیں۔ میں یہ کہوں

گا کہ emergency basis پر ٹیکس لگا کر ہمارے education system کو elevate کیا جائے اور اس میں، میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہماری قوم کو survival کی ضرورت ہے تو ہمیں تعلیم کو elevate کرنا ہو گا، جیسے لغاری صاحب نے کہا کہ ہم صرف مزدور پیدا کرتے جائیں اور ہم useful citizen پیدا نہ کر سکیں تو اس پر خصوصی طور پر توجہ کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! ہماری سوسائٹی agriculture based ہے اور میں بھی agriculture society کا ایک نمائندہ ہوں۔ وہاں صرف یہ کہ سہولتیں نہیں ہیں اس کے علاوہ ہماری فصلات جب مارکیٹ میں آتی ہیں ہم وہاں بھی لٹتے ہیں، زمیندار شوگر مل پر بھی لٹتے ہیں، ان کا گنا کم بھی تولا جاتا ہے اور ان کو پیسے تین تین سال نہیں دیئے جاتے۔ ہم کس معاشرے میں رہ رہے ہیں؟ ہماری agriculture جو ہماری economy کا 85 فیصد ہے، جو ہماری economy کی back bone ہے، آخر زمیندار کب تک لٹتا رہے گا؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ جس طرح اس سال کھاد کے مختلف بحران آئے ہیں ہمیں ensure کرنا چاہئے کہ اگلی مرتبہ ہمیں ایسا وقت دیکھنے میں نہیں آنا چاہئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے development projects کرپشن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم کمیشن کو ختم نہیں کر سکتے تو کم از کم اس کو اگر ہم reduce کر لیں تو جہاں ہمارا بجٹ ڈیڑھ ارب کا ہے وہاں وہ اڑھائی ارب یا تین ارب کا ہو جائے گا۔ اس طرح میں سمجھتا ہوں کہ ہم بچت کر کے کم سے کم وسائل میں زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! پولیس کے بارے میں، میں یہ کہوں گا کہ کہنے کو تو ہے کہ ہمارے ہاں پولیس کا محکمہ ہے۔ جس طرح investigations ہو رہی ہیں اور جس طرح لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے یہ emergency basis پر مرکزی حکومت سے مل کر policy reforms کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم 30۔ ارب روپیہ پولیس پر خرچ کر رہے ہیں لیکن اگر utility دیکھی جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ رزلٹ minus میں آئے گا۔ یہ ایک ایسا شعبہ ہے کہ جہاں لوگوں کے rights involve ہیں، براہ راست لوگ hit ہوتے ہیں اور investigations جو ہے، میں سمجھتا ہوں کہ laws کو بھی amendment کرنے کی ضرورت ہے۔ بہت زیادہ laws کو ترمیم کرنے اور reforms کرنے کی ضرورت ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: بہت شکریہ، چودھری شیر علی!

چودھری شیر علی: شکریہ۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں آپ کا اور گورنمنٹ کا یہ احسن اقدام سراہتا ہوں کہ آپ نے pre-budget پر ہم سے تجاویز لینے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ میں چاہوں گا کہ ہماری تجاویز کو صرف سنا ہی نہ جائے بلکہ ان تجاویز کو بجٹ میں incorporate بھی کیا جائے۔ میری سب سے پہلی تجویز یہ ہے کہ جب آپ اپنی priority set کریں تو زراعت جو صرف ہمارے ملک، ہمارے صوبہ بلکہ ہمارے دیہات کا تمام تر انحصار اسی پر ہے لہذا اس کو top priority دی جائے۔ اس سلسلہ میں جہاں آپ نے گرین ٹریکٹر سکیم شروع کی ہے وہ بہت اچھا اقدام ہے اس میں میری تجویز یہ ہو گی کہ اس گرین ٹریکٹر سکیم کے تحت تحصیل level پر balloting کرنے کی بجائے آپ ہر یونین کونسل میں ایک ٹریکٹر دیں تاکہ یہ ہر یونین کونسل میں پہنچے۔ جو previously balloting ہوئی اس میں ایسا ہوا ہے کہ میری اپنی constituency میں ایک گاؤں کے اندر پانچ ٹریکٹر دے دیئے گئے لہذا یہ بہت اچھا ہو گا کہ اگر ہر شخص اس گرین ٹریکٹر سکیم سے فائدہ اٹھائے۔ جہاں تک implements پر جو subsidy دی گئی ہے وہ بھی بہت اچھا اقدام ہے لیکن اس میں جس علاقے کے لئے implement دیا جائے اس کو ضرور خاطر میں رکھا جائے۔

ہمارے ہاں جو drill offer کی گئی وہ 80 ہزار روپے کی ہے اس پر 50 فیصد subsidy کے بعد 40 ہزار روپے زمیندار سے لیا گیا۔ وہ drill fix ہے جو ہمارے علاقے میں چلتی ہی نہیں اور جو مقامی drill بنتی ہے وہ 38 ہزار روپے میں میسر ہے اور وہ تمام subsidy ضائع کر دی گئی ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ جب پالیسی بنائی جائے اور جس علاقے کو subsidy دیں تو اس چیز کا ضرور خیال رکھیں کہ وہاں کی local requirement کیا ہے۔

میں یہاں پر آپ کو یہ بھی تجویز دوں گا کہ زمیندار کو ساہوکار کے چنگل سے بچانے کے لئے جو Islamic Bank کا concept ہے اور سٹیٹ بنک نے بھی کہا ہے کہ Islamic Agricultural Products متعارف کرائی جائیں۔ اس اسمبلی نے بھی ایک resolution پاس کی ہے کہ Islamic Banking کو encourage کیا جائے۔ میری تجویز یہ ہو گی کہ

Islamic Banking کے concept کو introduce کیا جائے اور ہمیں ساہوکار کے چنگل سے بچایا جائے۔ اس کے اندر جو آپ کی فصل کھڑی ہے اس کے لئے آپ ایک فنڈ بنائیں جو advance buy کرے اور 50 percent of the crop کو خریدے۔ جس طرح ابھی ہماری گندم کی فصل کھڑی ہے اگر آپ آدھی گندم کی فصل ہم سے خرید لیتے ہیں تو ان پیسوں سے ہم کھاد، pesticides وغیرہ خرید کر اس پر زیادہ محنت کر سکیں گے۔ اس طرح سے پہلے اگر 100 من گندم ہوتا تھی اس طرح کرنے سے 110 من گندم ضرور ہو گی۔ کسان خوشحال ہو گا تو ہماری economy بھی خوشحال ہو گی۔ میں یہاں پر poorest of the poor کسان کا بھی ذکر ضرور کروں گا جو ہمارے علاقے یعنی بارانی علاقے کا کسان ہے۔ بارانی علاقے کے لئے میری سب سے پہلی تجویز یہ ہو گی کہ آپ وہاں small dams بنائیں اور جہاں پر وہ small dams تجویز کئے گئے ہیں ان کو وہاں پر ہی بنایا جائے سیاسی بنیادوں پر ان dams کو اٹھا کر کہیں اور نہ لے جایا جائے۔ یہاں پر میں دو ڈیموں کا بھی ذکر کروں گا ایک ڈیم میرے آبائی گاؤں کوٹ فتح خان کے نام سے ہے اور ایک میرے حلقہ تحصیل فتح جنگ میں تاجہ بارہ ڈیم ہے۔ آپ یہ investigate کر لیں کہ اس کا catchments area، command area یا structure اگر اس موضع کے کسی جگہ پر آتا ہو تو اس کا نام یہ رکھا گیا ہو گا۔ آج وہ ڈیم کہاں چلے گئے اور کیوں لے جائے گئے؟ اس سوال کا جواب صرف آپ کی گورنمنٹ دے سکتی ہے اور اس کے لئے جو پیسے استعمال ہوئے وہ سب ضائع کر دیئے گئے۔ میں صرف ایک تجویز اور دے کر اجازت چاہوں گا کہ ہمارا علاقہ کیونکہ سرحد کے ساتھ bordering area ہے اور فرنیٹئر میں جو آگ لگی ہوئی ہے اس کی گرمی جتنی ہم محسوس کر رہے ہیں شاید لاہور کے ایوانوں میں آپ کو محسوس نہ ہوتی ہو۔ میرے حلقہ کے 13 دیہات بارش کے موسم میں پنجاب سے زمینی طور پر کٹ جاتے ہیں اور ان کو حسن ابدال آنے کے لئے فرنیٹئر میں سے گزر کر اور ہزارہ روڈ سے گزر کر حسن ابدال آنا پڑتا ہے۔

میری آپ سے یہ گزارش ہے اور ہر حکومت سے ہماری یہ گزارش رہی ہے کہ ساٹھ سال میں بفات کا bridge جو ہروئی پر بنا تھا وہ نہیں بنایا گیا۔ اس کو بنا کر ان تیرہ دیہاتوں کی یہ محرومی دور

کر دی جائے کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم شاید صوبہ سرحد میں ہیں تاکہ انہیں یہ محسوس ہو کہ وہ صوبہ پنجاب میں ہی ہیں اور ان کو یہ سہولت ضرور دی جائے۔

اب چونکہ ٹائم کی آپ نے پابندی لگا دی ہے باتیں تو بہت ہیں اور اگر اجازت ہو تو ایک اور بات کرنا چاہتا ہوں۔ میرے حلقہ میں اسلام آباد کا نیا ائیرپورٹ بھی بن رہا ہے جو پچھلی گورنمنٹ نے وہاں پر شروع کروایا تھا، اس کا ایک نیا تھانہ بنا دیا گیا اور وہ تھانے والے دربدر کی ٹھوکریں کھاتے رہے ہیں۔ اب انہیں ایک کرایہ کے مکان میں جگہ ملی ہے جب تھانے بنائے جائیں، جب تحصیلیں بنائی جائیں، جب اضلاع بنائے جائیں تو ان کی بلڈنگ، ان کے ملازمین کی رہائش کا ضرور انتظام کیا جائے، وہ تھانہ کاغذوں میں نیو ائیرپورٹ تھانہ تو بنا دیا گیا۔ اسلام آباد کے نیو ائیرپورٹ کے تھانے کی حالت جا کر دیکھیں تو federal capital پر آپ کو ترس آئے گا اور فتح جنگ کی واٹر سپلائی جو پچھلی گورنمنٹ نے منظور کی تھی اس موجودہ حکومت نے اس کو سرد خانے میں ڈال دیا ہے۔ ہمیں غازی بروتھا کا کہا جاتا ہے کہ پانی ہم اسلام آباد کو دیں گے تو ہم نے کیا گناہ کیا ہے کہ فتح جنگ کو پانی نہیں دیں گے اور اسلام آباد کو پانی دیں گے اور اسلام آباد کے نئے ائیرپورٹ کو پانی دیں گے؟

میری آپ سے یہ گزارش ہو گی کہ اس بجٹ میں فتح جنگ کی واٹر سپلائی کے لئے زمین بھی خرید لی گئی ہے اور T.M.A نے اپنے حصے کے پیسے بھی جمع کرا دیئے ہیں، فلٹریشن پلانٹ بھی ہمیں مہیا کیا جائے تو میں انہی گزارشات کے ساتھ آپ سے اجازت چاہوں گا۔ بہت بہت شکریہ

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ جو نام لسٹ پر لکھے ہوئے ہیں میں اس کے مطابق چلوں گا۔ نیچے سے جو request آ رہی ہے معذرت کے ساتھ کہنا چاہوں گا کہ جن لوگوں کے نام آ چکے ہیں ان کا پھر حق مارا جائے گا۔ جی، اب اگلا نام محترمہ دیبا مرزا صاحبہ کا ہے۔

محترمہ دیبا مرزا: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں تو بالکل توقع نہیں کر رہی تھی کہ مجھے موقع دیا جائے گا کیونکہ میں نے تو چار دن پہلے اپنا نام دیا تھا اور ابھی میں کچھ تجاویز نوٹ کر رہی تھی تو اگر مجھے تھوڑا سا ٹائم دے دیں اور اگر ایک دو اشخاص بات کر لیں تو ان کے بعد میں بات کر لوں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ احمد خان بلوچ صاحب!

جناب احمد خان بلوچ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا شکریہ۔ آج ہمیں جو کہا گیا ہے وہ یہ کہا گیا ہے کہ آئندہ بجٹ کے لئے آپ صرف تجاویز دیں ہم نے کوئی لمبی چوڑی بجٹ پر بحث نہیں کرنی اس لئے میں ٹائم چونکہ 5 منٹ ہے تو کوشش کروں گا کہ جو ہماری ضروریات زندگی ہیں اس کی تجاویز منسٹر صاحب تک پہنچا سکوں۔

جناب والا! سب سے پہلے ہماری زراعت کا معاملہ ہے۔ زراعت کے حوالے سے میری یہ تجویز ہے کہ زراعت ہی ہماری ریڑھ کی ہڈی ہے اور اس سے ہی ملک کی خوشحالی ہے۔ کسان خوشحال ہو گا تو ملک کی ترقی میں اضافہ ہو گا اور ملک میں جو پریشانیاں ہیں حقیقت ہے کہ وہ زراعت کی ترقی کی وجہ سے ختم ہو جائیں گی۔ اگر آپ زراعت اور کاشتکار کو خوشحال کر دیں تو یہ سستی روٹی اور فوڈ سٹیمپ کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اس میں یہ ہے کہ کاشتکار کو انڈسٹری کا درجہ دے دیں۔ خاص طور پر فاسفورس کھادیں، سبسڈی دے کر اس کو آپ سستا کر دیں، زرعی آلات نصف قیمت پر پہنچا دیں اور پانی، کھاد اور بجلی اگر آپ یہ چیزیں کاشتکار کو دے دیں تو ملک میں سرسبز انقلاب آ جائے گا یہ ملک غیر ترقی یافتہ کی لسٹ میں نہیں ترقی یافتہ کی لسٹ میں شمار ہو گا۔

جناب والا! دوسری میری تجویز یہ ہے کہ جہاں آمدورفت کا ذریعہ نہیں ہے وہ دیہہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا، وہاں ہسپتال چل سکتا ہے، نہ سکول چل سکتا ہے۔ اگر آپ ہر دیہات کو metalled roads مہیا کر دیں گے تو وہاں آپ کا سکول بھی کامیاب ہو گا اور آپ کا ہسپتال بھی کامیاب ہو گا۔ آپ مہربانی کریں۔ بغیر کسی تفریق ہر دیہات کے بارے میں کوشش کریں کہ اس کا منڈیوں سے رابطہ قائم کروا دیں تو وہ دیہات ترقی کرے گا اس کی کاشت بڑھے گی، وہاں کی بے روزگاری کم ہو گی۔ تیسری چیز ہے وہاں پر تعلیم مہیا کرنا۔ میری تعلیم کے معاملے میں یہ تجویز ہے کہ آپ ہر دیہات میں ایک گرلز اور پرائمری سکول ضرور دیں۔ جس دیہات میں آج تک کوئی پرائمری سکول نہیں ہے ہر یونین کونسل میں ایک ہائی سکول گرلز، ایک ہائی سکول مردانہ دے دیں۔ یہ نہایت ضروری ہے، چار یونین

کونسلیں ملا کر ایک گرلز ڈگری کالج دے دیں اور آٹھ یونین کونسلوں کو ملا کر ایک مردانہ ڈگری کالج دے دیں تو تعلیم میں انقلاب آ جائے گا۔

جناب والا! بجلی کے لئے میری ایک proposal ہے ویسے تو یہ وفاق کا مسئلہ ہے۔ پہلے سابق دور میں یہ روایت ہوتی تھی کہ جو بجٹ ایم پی اے کو ملتا تھا اس میں پانچ سے آٹھ تک دیہاتوں پر مشتمل علاقے کو بجلی دینے کی اجازت ہوتی تھی اگر اس کی اجازت دے دی جائے تو جب کوئی عوامی نمائندہ جلسے میں جا کر دو، چار دیہاتوں کو بجلی دینے کا اعلان کرتا ہے تو اس کی عزت رہ جاتی ہے اور وہ لوگ بھی خوش ہو جاتے ہیں اور وہاں پر بجلی بھی مہیا ہو جاتی ہے۔ اب جس طرح ایم پی اے باقی سکیمیں دے سکتا اس کو اس کی بھی اجازت ہونی چاہئے۔

جناب والا! چوتھی چیز صحت ہے۔ صحت میں تو بہت چیزیں ہیں مگر میں مختصر بات کروں گا کہ ہر ہسپتال میں دوائیوں کا بجٹ ڈگنا کر دیں اور خاص طور پر R.H.C جو Rural Health Centre آٹھ دس یونین کونسلوں پر ایک بنتا ہے۔ اس میں یہ کہا گیا تھا کہ وہاں لیبارٹری بھی ہو گی وہاں ایکس رے پلانٹ بھی ہوں گے، وہاں ایمبولینس بھی ہو گی لیکن افسوس ہے کہ یہ چیزیں آج تک مکمل طور پر کسی R.H.C میں نہیں مہیا کی گئیں۔ R.H.C بنانے کا کروڑوں روپیہ خرچ ہوا ہے اس کا فائدہ دیہاتی عوام کو نہیں ہو رہا۔ آپ پلیز! جہاں R.H.C ہے وہاں ایکس رے پلانٹ، لیبارٹری اور ایمبولینس کا ضرور انتظام کریں اس سے دیہاتی عوام کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ جہاں کڑوا پانی ہے وہاں صاف پانی مہیا کر دیں۔ یہ ان کے لئے بہت بڑا مشروب ہو گا۔ صاف پانی نہ ہونے سے دیہاتوں میں پتا نہیں کتنی بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں۔ دیہات والے بس یہی مانگتے ہیں کہ یہاں کڑوا پانی ہے، میلوں دور سے لانا پڑتا ہے۔ ایک سکیم بنا دیں جہاں کڑوا پانی ہو وہاں واٹر سپلائی ضرور پہنچائیں۔

جناب والا! میری ایک اور proposal ہے کہ فوڈ سٹیمپ اور سستی روٹی یہ اچھی سکیمیں ہیں لیکن اس میں 17۔ ارب روپیہ کم از کم فوڈ سٹیمپ پر خرچ کیا گیا ہے، لوگ قطاروں میں بیٹھے رہے ہیں، مزدوری کرنے کی بجائے وہ اس انتظار میں ہیں کہ ڈاکیا کب آئے گا اور ہمیں ہزار، 2ہزار روپیہ ملے گا، پہلے تھوڑے بھکاری تھے اب زیادہ ہو گئے ہیں، مہربانی کریں یہ سکیم اچھی تو ہے لیکن اگر کہیں اچھے کاروبار کی صورت میں صحیح تشخیص کروا کر اس کو کوئی ریڑھی لے کر دے دیں، کوئی کھوکھا

لے کر دے دیں، کوئی دُکان بنا دیں تاکہ لوگ بھکاری بننے کی بجائے کوئی مستقل کاروبار کریں اور اس چیز سے بچ جائیں۔ آپ مہربانی کریں اس بارے میں دوبارہ یہی گزارش کروں گا کہ آپ زراعت کو ترقی دے دیں، یہ سستی روٹی تنوروں پر نہیں، ہر گھر میں پکے گی، خریدنی نہیں پڑے گی بلکہ غریب لوگوں کے چولہے چل پڑیں گے۔

جناب والا! میری ایک آخری تجویز یہ ہے کہ ریلوے پھاٹک نہیں بن سکتے کیونکہ یہ صوبائی حکومت کے پاس نہیں ہے، یہ مرکز کا معاملہ ہے لیکن جہاں ریلوے لائن درمیان میں آ گئی ہے اور بڑی بڑی آبادیاں دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہیں وہاں روزانہ کے حادثات ہو رہے ہیں، وہاں کے لوگوں کی ڈیمانڈ یہ ہے کہ ہمیں نیچے سے ایک بائی پاس بنا دیں تو ان لوگوں کے روز کے حادثات جو ہوتے ہیں اس سے وہ بچ جائیں گے۔ جہاں بڑی آبادیوں کے درمیان ریلوے لائن گزر رہی ہے بائی پاس بنانے کی بھی ایم پی اے کے بجٹ میں اجازت ہونی چاہئے تاکہ وہ لوگ جو پریشان ہیں، چھوٹے بچے گزرتے ہیں، سکول آنا جانا ہوتا ہے، بازار دوسری طرف ہیں، آبادی دوسری طرف ہوتی ہے اس سے روزانہ حادثات ہوتے ہیں پھاٹک شاید ہر جگہ نہ بن سکیں۔ وہاں چھوٹا سا بائی پاس آمدورفت کے لئے بنا دیں تو اس سے دیہاتوں کی جو آمدورفت کی بہت بڑی تکلیف ہے وہ دور ہو جائے گی۔ بہت مہربانی، شکریہ۔ میں نے شاید اپنے ٹائم سے بھی پہلے ختم کر دیا ہے۔ میں آپ کا وقت نہیں ضائع کر رہا میری یہ proposals اگر آپ نے لکھی ہیں تو یہ بہت مفید ثابت ہوں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ بلوچ صاحب! آپ نے اپنے ٹائم سے زیادہ لیا ہے۔ جی، راحت اجمل خان صاحب!۔۔۔ راحت اجمل خان صاحب موجود نہیں ہیں۔ طیبہ ضمیر صاحبہ!

محترمہ طیبہ ضمیر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! اس پری بجٹ پر اور اس tradition پر اور سب کی consultation کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے یہ یقیناً قابل ستائش ہے، اس سے بہت مثبت نتائج برآمد ہوں گے۔

جناب سپیکر! یقیناً بے بسیاں، مایوسیاں ختم ہو رہی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاؤس کا وقت آدھا گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

محترمہ طیبہ ضمیر: جناب سپیکر! قوم، خصوصاً پنجاب کے لوگ پر امید ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پنجاب میں ایک فرض شناس، دیانتدار، ہمدرد اور درد دل رکھنے والا وزیر اعلیٰ عنایت فرمایا ہے۔ اس میں کوئی امر مانع نہیں، اپنے پرائے اس بات کی تائید و ستائش کرتے ہیں کہ میاں محمد شہباز شریف اپنے قائد میاں محمد نواز شریف کی قیادت میں جس مشن کو لے کر چلے ہیں وہ جنون کی حد تک عوامی فلاح و بہبود کے خواہاں ہیں۔ بجٹ تجاویز کے بارے میں آپ کے پاس ممبران نے بہت ساری تجاویز دی ہیں اور بہت سارے ممبران کی کمیٹیوں کا ایک اور نیا سلسلہ شروع کیا گیا ہے کہ کمیٹیاں بنا کر ان کی تجاویز لی جاتی ہیں اور جو تجاویز قابل قبول ہوتی ہیں ان پر عملدرآمد ہوتا ہے۔ میں آج اس معزز ایوان کے توسط سے یہ تجویز بھی پیش کرتی ہوں کہ یہ جو ایوان ہے اس میں مختلف ایجوکیشنز اور مختلف techniques سے آسودہ اذہان ہیں اگر ان کی مطابقت سے، مثال کے طور پر آپ اور ہم Law کے profession سے ہیں تو ہمارے پاس legal opinions ہوں گی، اسی طرح کچھ لوگ ایجوکیشن، ہیلتھ اور زراعت جیسے اہم شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں ان کے پاس اس بارے میں اچھی آراء موجود ہوں گی اگر اسی سلسلے میں ایک ٹیم کی شکل میں کام کیا جائے اور وہ تجاویز آ جائیں جو کہ بجٹ کے لئے قابل قبول ہوں رکھ لی جائیں تو اس سے ایک اچھا استفادہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر! ہمیں اس وقت ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ میں کام کرنے کی بہت ضرورت ہے اور جس تیز رفتاری کے ساتھ پنجاب حکومت نے بہت سی خرابیوں، خامیوں، نااہلیوں اور سستیوں پر کنٹرول کیا ہے اس سے اب عوام کو ریلیف ملنا شروع ہو گیا ہے۔ ہم چاہیں گے کہ زیادہ سے زیادہ مزید بھرپور توجہ دی جائے۔ صحت مند قوم ہی ترقی کے زینے طے کر سکتی ہے اور زندہ قوم کہلوانے کی حقدار ہو سکتی ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے سرگودھا ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر کے لئے 64 لاکھ کی منظوری دی ہے، میں اس ایوان میں گزارش کروں گی کہ emergency upgradation اور دیگر منصوبہ جات کے لئے فنڈز کو release کر دیا جائے کیونکہ اس سے پہلے سرگودھا میں بہت سے دوسرے ہسپتالوں کی طرح بہت برا حال تھا اب وہاں بہتری کے آثار نمودار ہونا شروع ہو چکے ہیں۔

جناب سپیکر! ایجوکیشن میں جس طرح ذہین طلباء کو مضمون نویسی کے مقابلے اور ان کی حوصلہ افزائی کے لئے پوزیشن ہولڈرز طلبا کو جو انعامات دیئے گئے ہیں میری یہ تجویز ہے کہ اگر ٹیچرز میں بھی اسی طریقے سے competition کروایا جائے، جو ٹیچرز ریگولر ہیں، جو ٹیچرز رزلٹ اچھا دیتے ہیں، جو ٹیچرز محنتی ہیں اور جن ٹیچرز کا کیریئر اچھا ہے ان کو بھی انعامات دیئے جائیں۔ سکولوں میں ان کو بھرپور facilitate کر دیا جائے تاکہ پاکستان بھر میں یہ تاثر ختم ہو کہ یہاں پر تعلیم کا دوہرا معیار ہے۔ گورنمنٹ کے سکولوں اور کالجوں کو بھرپور توجہ کے ساتھ وہ تمام سہولتیں دی جائیں جو L.U.M.S غلام اسحاق خان اور N.U.S.T universities میں پائی جاتی ہیں، پڑھی لکھی قوم ہی ہمیشہ اپنی قوم کے عروج کا سبب بنا کرتی ہے۔ ہمیں ہیلتھ اور ایجوکیشن پر جس طریقے سے ہمارے پنجاب کے وزیر اعلیٰ، ہمارے قائد توجہ دے رہے ہیں ہمیں اس پر مثبت تنقید کرنی چاہئے اور مثبت انداز میں سوچنا چاہئے اور as a team ان کا ساتھ دینا چاہئے تو میں نہیں سمجھتی کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ دن دور ہے کہ جس دن یہاں پر ایجوکیشن میں بھی انقلاب آئے گا اور ہیلتھ میں بھی بہت بڑی تبدیلیاں رونما ہوں گی۔

جناب سپیکر! ہیپاٹائٹس کا جو مرض ہے وہ پانی کی وجہ سے بہت پھیل رہا ہے۔ اس کے کنٹرول کرنے کے لئے بجٹ میں اچھی خاصی رقم مختص کی جائے اور ساتھ ہی ساتھ اس میں چیک اینڈ بیلنس ہونا چاہئے، کفایت شعاری اور میانہ روی کے ساتھ ہمیں یہ دیکھتے ہوئے کہ ہمارے وسائل کیا ہیں اور ہمارے مسائل کتنے ہیں اور یہ جذبہ وزیر اعلیٰ کی طرف سے قوم تک پہنچ رہا ہے کہ ہمارا یہ ملک ہے، اس کو ہم نے سنوارنا ہے، اس پر ہم نے سنجیدگی کے ساتھ بھرپور توجہ دینی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسے ہم cover کریں گے۔

جناب سپیکر! سستی روٹی کے اعتبار سے جس میں تھوڑے سے مسائل سامنے آئے ہیں۔ ڈاکخانوں میں بھی ہیں، ڈاکخانوں کو اگر ڈی سی اوز کے تحت کر دیا جائے اور ہر یونین کی سطح پر ہم ایک female اور ایک male کو job دے دیں اور وہ اس کا سارا ریکارڈ رکھیں کہ کن لوگوں کو deliver ہوا ہے، نہیں ہوا ہے تو اس سے بہت اچھے نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ شادی بیاہ کی فضول رسومات کو جو ختم کیا جا رہا ہے وہ احسن اقدام ہے لیکن اس کام کو پولیس کی کم مدد اور وہاں پر کمیٹیاں بنائی

جائیں جو کہ بتائیں کیونکہ ایک آدمی کو ہمارے معاشرے میں اگر پولیس والا آکر چیک کرتا ہے تو وہ اس میں degrade ہوتا ہے، اگر محلہ کے لوگ دیکھیں کہ کتنی لائٹنگ ہو رہی ہے، کتنے کھانے پکائے جا رہے ہیں تو اس پر احسن طریقے سے قابو پایا جا سکتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ! بس، میرا خیال ہے کہ اب آپ کا ٹائم ختم ہو چکا ہے۔

محترمہ طیبہ ضمیر: جی، بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، جناب محمد سعید مغل صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں انتہائی مختصراً تین نکات کو touch کروں گی کہ budgetary framework کے تحت جو یہ بنایا گیا ہے یہ انتہائی خوش آئند ہے کہ rotatary system میں ایک continuity کی جو پالیسی ہے وہ قائم کی جائے گی۔ لہذا جو international standard کے مطابق بجٹ بنایا جا رہا ہے اس کے لئے میں مبارکباد دوں گی۔

مجھے public private partnership میں کچھ کمی محسوس ہوئی ہے۔ پچھلی دفعہ بھی کچھ experience یہی رہا ہے کہ گورنمنٹ اور عوام میں عدم اعتماد کا جو رشتہ ہے وہ public private partnerships کے through ہی بہت زیادہ facilitate ہوا تھا لہذا ان کے projects کو بڑھانے کی دوبارہ میں ضرور تجویز دوں گی۔ Salam Banking کو میں support کروں گی کہ یہ ایک سود سے پاک چیز ہے جو اسلام کے شایان شان ہی نہیں کہ وہ اس کو ignore کرے، یہ ایک انتہائی اسلامک بنکنگ کا جو طریقہ ہے اس کی recommendation کو بھی میں دوبارہ ادھر float کروں گی۔

مجھے ہیلتھ کے معاملے میں تین باتیں ضرور کہنی ہیں کہ آج صبح کچھ دیر پہلے جو proceeding تھی اس میں وزیر صاحب نے یہ کہا کہ جو پیرا میڈکس ہیں ہم ان کو بی ایچ یوز میں appoint کرنے کے لئے انٹرویوز بھی لے رہے ہیں تاکہ وہاں پر جانے میں جو ڈاکٹر willing نہیں ہیں اور باوجود کوشش کے نہیں جا رہے ہیں تو یہ ایک بہت ہی backward قدم ہے، یہ illegal

ہے۔ایک quackery کو legalize کرنے کے لئے ایک legal quackery شروع کرنے لگے ہیں-یہ نہیں ہو سکتا کہ اگر جج صاحب کی طبیعت خراب ہے تو خاکروب اس کی کرسی پر بیٹھ کر دو فیصلے دے دے۔یہ کہیں نہیں ہوتا کہ اگر ایس پی صاحب کہیں مصروف ہیں اور دورے پر نہیں آئے تو "کاکے" سپاہی کو کسی نے دو سیلوٹ مار دیئے ہوں-لہذا ڈاکٹری کے ساتھ یہ مذاق نہ کیا جائے-ایم بی بی ایس ایک لائسنس یافتہ بندہ ہے-اس کا wayout یہ ہے کہ اس قسم کی بھرتیاں اور انٹرویو روکے جائیں اور اس کی جگہ سول ڈسپنسریز کے سسٹم کو جو paramedics کے umbrella میں آتا ہے اسے فروغ دیا جائے-سول ڈسپنسریز نے بہت زیادہ کام کیا ہے اور ہر چیز اپنی جگہ پر قائم ہی ٹھیک لگتی ہے-اگر floor پر کھڑے ہو کر منسٹر بھی یہی کہنے لگے کہ ایک ایم بی بی ایس کی جگہ ایک paramedic کا انٹرویو کیا جارہا ہے تو اس سے زیادہ اور غلط بات نہیں ہو گی اس لئے میں استدعا کروں گی کہ ان بھرتیوں اور اس ارادے کو چھوڑ دیا جائے اور ہیلتھ پالیسی کو دوبارہ revise کریں Let the right people do the right thing یہ official quackery کے لئے بڑا غلط قدم ہو گا-

جناب سپیکر!نشتر میڈیکل کالج ملتان کو یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا تھا اور اسی اسمبلی کے unanimous vote سے یہ فیصلہ ہوا تھا کہ کنگ ایڈورڈ میڈیکل یونیورسٹی بننے کے ایک سال بعد نشتر میڈیکل یونیورسٹی بنائی جائے گی-آپ جانتے ہیں کہ brain drain ایک انتہائی خطرناک چیز ہے۔اس یونیورسٹی کے قیام سے South کے لوگ مستفید ہوں گے-ان کی نوکریاں، ہیلتھ سسٹم اور باقی چیزیں ٹھیک ہوں گی - جب اسمبلی نے unanimously ایک چیز پر vote کر دیا تھا اور commitment کر دی تھی تو خصوصی طور پر میاں محمد شہباز شریف سے درخواست ہو گی اور ان سے میری یہ پہلی درخواست ہے کہ ان یونیورسٹی کو قائم کریں اور اس سسٹم کو international standard تک لے جائیں-شاید ہی اس سے زیادہ کوئی اور نیک کام ہو-

جناب سپیکر!صبح بات کی گئی کہ ادویات خریدی نہیں گئیں-یہ تھوڑی سی غلط بات تھی-منسٹر صاحب نے درست بات کی تھی کہ ادویات خریدی جارہی ہیں-South میں Multan Drug Testing Laboratory قائم کی گئی تھی-اس کے لئے کروڑوں روپے کا سامان بھی خریدا گیا تھا اس کی S.N.E بھی ہو گئی تھی لیکن ابھی تک اس کا سامان ادھر ادھر پھر رہا ہے-آپ پورے پنجاب کے لئے

purchase system کے ذریعے تمام ادویات خرید لیتے ہیں لیکن انھیں check کرنے کے لئے Drugs Testing Laboratory صرف لاہور میں موجود ہے اور جنوبی پنجاب کے ہسپتالوں کی باری سال کے آخر میں آتی ہے اور ادویات سٹور میں پڑی پڑی expire ہو جاتی ہیں۔ لہذا Multan Drug Testing Laboratory کا مقصد یہ ہوگا کہ آدھے پنجاب کا load اس پر چلا جائے گا اور جو ادویات خریدی جاتی ہیں ان سے facilitate کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ادویات خریدنے کا جو lowest bidder کا طریقہ ہے خدارا! اسے revise کریں اور quality medicine کا slogan ہونا چاہئے۔ ابھی جو generic name والی بات ہے اس میں تو ہر دوائی exist کرتی ہے۔ ڈاکٹر کو تو صرف generic name ہی یاد ہوتا ہے بلکہ کسی کانفرنس میں بھی کسی کمپنی کا نام لینا unethical سمجھا جاتا ہے لہذا یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ ہیلتھ پالیسی کے مطابق جو purchase committee جو lowest bidder سے ادویات خریدتی ہے اسے revise کریں کیونکہ اس طرح metro drugs companies کہیں نہ کہیں رشوت دے کر یا back door سے اپنی سستی ادویات اس میں شامل کراتی ہیں۔

جناب سپیکر! ملتان انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں Thallium scan تھوڑے سے پیسوں سے لگتا ہے۔ کارڈیالوجی کا اتنا بڑا انسٹیٹیوٹ قائم کیا ہے لیکن وہاں صرف ایک Thallium scan لگانے کی کمی ہے لہذا میری استدعا ہے کہ خصوصی مہربانی فرماتے ہوئے اس کمی کی طرف توجہ دی جائے اور یہ صرف چند لاکھ کی بات ہے کیونکہ یہ نہ لگنے کی وجہ سے جنوبی پنجاب کے مریضوں کو پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور میں آنا پڑتا ہے۔

جناب سپیکر! میرا خیال تھا کہ میں آج صرف خواتین کی بات کروں گی لیکن میں آخر میں بڑی عجلت میں عرض کروں گی کہ اس ایوان کے ذریعے Women Empowerment Ministry بنائی جائے اور خواتین کو بجٹ کے ساتھ support کیا جائے۔ جس کے پاس ایک روپیہ ہوتا ہے وہ ''دکھ'' کا ہوتا ہے اور جس کے پاس لاکھ روپیہ ہوتا ہے وہ ''لکھ'' کا ہوتا ہے۔ اگر آپ آئین کی کلاز 106 دیکھیں تو خواتین اور اقلیت کو seats by right دی گئی ہیں کسی کی خیرات نہیں دی گئی۔ ایک خاتون کی سیٹ ساڑھے تین منتخب ممبران کے برابر ہے اور ایک اقلیت کی سیٹ سات منتخب

ممبران کے برابر ہے- اتنے بڑے بڑے حلقے نہیں بنائے جاتے تھے لہذا الیکشن کمیشن نے اس کی methodology پارٹیوں پر چھوڑ دی- میں اپنے بھائی کی بات کو support کروں گی کہ یہ methodology بھی revise ہو سکتی ہے اور آپ سے درخواست کروں گی کہ جب آپ اسی اسی لاکھ روپے ڈویلپمنٹ فنڈ دیتے ہیں تو خواتین کو یہ کہہ کر دیتے ہیں کہ وہی گلی، وہی سڑک، وہی سیوریج بنائیں- میں منسٹر صاحب کی توجہ چاہوں گی کہ آپ women specific project introduce کرائیں جن میں آپ Women Empowerment Centres بنائیں- ایک ایک میلہ، گراؤنڈ، تھانہ ویمن بنک، ان کی برانچیں، سمیڈا، ٹیوٹا، سمال کاٹیج انڈسٹری کا ایک ایک دفتر اس Women Empowerment Centres کو دیں- یہاں 70/72 منتخب خواتین بیٹھی ہیں اور ہر عورت کے پاس اسی اسی لاکھ روپیہ ہے---

(اذان عصر)

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں ٹائم ہو چکا ہے- اگر ہم اسے follow نہیں کریں گے تو پھر بہت زیادہ ٹائم ہو جائے گا -

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! یہ آخری جملہ ہے- میں تو بات ہی ختم کر رہی تھی-

جناب ڈپٹی سپیکر: جی-

ڈاکٹر سامیہ امجد: اب یہ تعمیر پنجاب تو نہیں چونکہ پراجیکٹس کا نام بدل گیا ہے- یہ جو 80 لاکھ روپیہ discretion پر دیا جاتا ہے اس میں کوئی نیا پیسا دینے والا نہیں بلکہ اس کا صرف criteria revise کرنے والا ہے- بار بار یہ جھگڑا ہوتا رہتا ہے کہ آخر خواتین اس پیسے کا کیا کریں گی؟ ان کے فنڈز کو روکا گیا، اس بارے میں سوچا گیا- simple سی بات ہے کہ جہاں آپ کہتے ہیں کہ خواتین کے فنڈز سے سیوریج بننا ہے یا سڑک بننی ہے ان projects کے لئے جو criteria رکھا گیا ہے اس میں دو چیزیں ضروری ہیں Women Empowerment Centers یا Child Welfare Centres شامل کریں جہاں خواتین اپنے فنڈز لگائیں- اگر دو دو خواتین ایک ایک ضلع لے لیں تو اب تک 36 اضلاع میں کروڑوں روپے کے Empowerment Centers بن چکے ہوتے-

جناب سپیکر! فائر بریگیڈ انجن کم ہیں ان کو بھی criteria میں شامل کیا جائے۔ Fire fighting equipment لکھا گیا ہے لیکن اس میں ٹرک specify نہیں کیا گیا۔ پہلے وہ ٹرک 60 لاکھ میں آتا تھا اب وہ 80 لاکھ میں آتا ہے۔ میری استدعا ہے کہ اس provision کو بھی revise کیا جائے۔ میں اسی request کے ساتھ آپ کا بہت شکریہ ادا کرتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ مہر محمد فیاض صاحب!

مہر محمد فیاض: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ ہماری اکثر لڑائیاں محکمہ مال کا ریکارڈ up to date نہ ہونے کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ محکمہ مال کا سارا ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ جن اضلاع میں آج تک اشتمال نہیں ہوا وہاں اشتمال کرایا جائے کیونکہ ہمارے زیادہ تر جھگڑے راستوں کے ہوتے ہیں۔ ہمارے کئی ایسے گاؤں ہیں جہاں ابھی تک کوئی سڑک نہیں جاتی، کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ آج سے پانچ سال پہلے دینہ کو تحصیل کا درجہ دیا گیا تھا لیکن آج کے دن تک ادھر کوئی تحصیل کمپلیکس بنا ہے اور نہ ہی کوئی اور چیز ہے۔ صرف ایک شخص کو نوازنے کے لئے وہ تحصیل بنائی گئی تھی۔ میں وزیر خزانہ صاحب سے استدعا کروں گا کہ دینہ میں تحصیل کمپلیکس بنایا جائے، وہاں پر تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال نہیں ہے وہ بھی بنایا جائے۔ کراچی سے لے کر پشاور تک کوئی بھی تحصیل ایسی نہیں ہے جو کہ جی ٹی روڈ پر واقع ہو اور وہاں سوئی گیس نہ ہو۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ دینہ شہر کو خصوصی طور پر سوئی گیس مہیا کی جائے۔ مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ جناب طاہر نوید چودھری!۔۔۔ وہ موجود نہیں ہیں۔ ڈاکٹر آمنہ بٹر صاحبہ!

ڈاکٹر آمنہ بٹر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ۔ وقت بہت کم ہے اور تجاویز بہت زیادہ ہیں تو میں اس کو مختصراً organize کروں گی۔ وہ منشور جو محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے 2007 میں پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور میں add کیا تھا جس کی بنیاد پانچ Es, Energy, ، Environment, Education, Employment and Equity پر رکھی گئی تھی۔

جناب سپیکر! سب سے پہلا energy "E" کا ہے۔ سب کو پتا ہے کہ اس وقت پنجاب اور پورے پاکستان میں ایک بہت بڑا energy crises ہے۔ ہماری تمام انڈسٹریز، زراعت، سمال انڈسٹریز اس سے affect ہو رہی ہیں۔ سب سے پہلے focus اس بات پر کرنا چاہئے کہ کن alternative sources سے energy آ سکتی ہے۔ اس میں solar energy ہے۔ ہمیں یہاں پر جتنے solar energy کے plants لگا سکتے ہیں وہ لگانے چاہئیں۔ ان پرائیویٹ کمپنیوں کو subsidy دی جانی چاہئے جو کہ solar energy plants لگانا چاہتی ہیں۔ اسی طرح hydral energy میں چنیوٹ ڈیم کی feasibility مکمل ہو چکی ہے۔ میری یہ درخواست ہے کہ دریائے چناب پر چنیوٹ ڈیم بنایا جائے۔ alternative energy میں اس وقت ساؤتھ ایشیا کے دوسرے ممالک میں solar geezers استعمال ہو رہے ہیں۔ یہ پاکستان میں بھی available ہیں مگر بہت مہنگے ہیں۔ پندرہ سے بیس ہزار روپے کا آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ middle class یا lower middle کے لوگ اس کو afford نہیں کر سکتے مگر اس سے بہت زیادہ energy conserve ہو گی۔ ہمیں چاہئے کہ اس کے لئے incentives دیئے جائیں، حکومت ان کو خرید کر آسان قسطوں پر دے سکتی ہے، اس پر subsidy دی جا سکتی ہے۔ پنجاب میں جو بڑے ہوٹل ہیں وہاں پر یہ compulsory کیا جائے کہ وہ solar geezers کا استعمال کریں۔ اس کے علاوہ بھی alternative sources of energy ہیں ان کو بھی اپنایا جائے۔ سویابین سے بائیو ڈیزل بنایا جا سکتا ہے، corn سے ethanol بنتا ہے جو کہ fuel میں استعمال ہوتا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ان پر incentives دیئے جائیں اور subsidy دی جائے۔

جناب سپیکر! دوسرا employment "E" کا ہے۔ ہمارے ہاں روزگار کا سب سے بڑا ذریعہ زراعت ہے۔ خاص طور پر سب سے زیادہ چھوٹے کاشتکار affect ہو رہے ہیں ان کے لئے خصوصی اقدامات اٹھائے جانے چاہئیں۔ ڈیزل کی قیمت جب بڑھتی ہے تو کسان پر اس کا بہت زیادہ اثر پڑتا ہے اس لئے ہمیں کسانوں کے لئے ڈیزل کا special rate مقرر کرنا چاہئے۔ کسانوں کو اس کے لئے cards جاری کئے جائیں اور ان کو ڈیزل اسی special rate پر ملے چاہے اس کی قیمت جو بھی ہو جائے۔ یہ گرین ٹریکٹر سکیم بہت اچھی ہے مگر بہت سارے کاشت کار ایسے ہیں کہ جو یہ

subsidize ٹریکٹر بھی afford نہیں کر سکتے۔1973 میں ٹریکٹر کرائے پر دینے کا ایک پروگرام چلا تھا۔ میری درخواست ہے کہ اس پروگرام کو دوبارہ شروع کیا جائے۔ ٹریکٹر اور پیٹر انجن کاشتکاروں کو گاؤں کی سطح پر کرائے پر دیئے جائیں۔ایک اور بہت اچھا پروگرام جو 1970 میں apply کیا گیا تھا اور یہ تمام دنیا کے خوشحال ممالک میں بہت اچھے طریقے سے کام کر رہا ہے۔یعنی employment bureau قائم کئے جائیں جہاں پر بے روزگار لوگوں کا اندراج ہو سکے۔ ہمیں معلوم ہو کہ ہمارے کتنے نوجوان، خواتین اور مرد بے روزگار ہیں ان کو training دی جائے، ان کے CVs بنائے جائیں اور ان کو کوئی تھوڑی بہت financial assistance provide کی جا سکتی ہے۔اگر کوئی نوکری پر لگے ہوئے تھے اور downsize ہو گئے ہیں تو ان کو تب تک financial assistance provide کی جائے جب تک کہ وہ دوبارہ نوکری نہیں ڈھونڈ لیتے۔ یہ bureau خاص طور پر اقلیتوں اور عورتوں پر خصوصی توجہ دے۔

جناب سپیکر! تیسرا education "E" کا آتا ہے جو کہ ایک بہت اہم شعبہ ہے۔ کسی بھی سماج کی development کا سب سے ضروری جز تعلیم ہوتا ہے۔ تعلیم پھیلے گی تو عدل وانصاف پھیلے گا، تعلیم پھیلے گی تو ہماری معاشرت، معیشت اور سماج بہتر ہو گا۔ ہم بار بار یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے سکول سسٹم کو بہتر بنانا ہے۔ ہمارا سکول سسٹم پہلے بہت بہترین ہوتا تھا۔ ہمارے گورنمنٹ کے سکولوں سے پڑھے ہوئے لوگ اس وقت بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ پنجاب کا آئی جی، چیف سیکرٹری، سیکرٹری سطح کے لوگ، بڑے بڑے ڈاکٹر سب گورنمنٹ سکولوں کے پڑھے ہوئے ہیں، ماڈلز سکولوں کے پڑھے ہوئے ہیں، گورنمنٹ کالجوں کے پڑھے ہوئے ہیں۔ ہم اسی نظام کو دوبارہ دیکھیں کہ ہم نے اس نظام کو کیسے تباہ کر دیا ہے؟ اس کے علاوہ اس وقت existing school facilities, missing facilities کی طرف توجہ دی جانی چاہئے۔ ہزاروں ایسے سکول ہیں کہ جہاں پر بجلی نہیں ہے، کئی ایسے سکول ہیں کہ جہاں پر پانی اور واش روم کی سہولت نہیں ہے، boundary walls نہیں ہیں۔ ہمیں ان facilities کو repair کرنے کے لئے تقریباً 130۔ ارب روپے چاہئیں۔ ہمیں چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ فنڈز ان کے لئے مختص کریں۔ دیہاتی علاقوں میں تعلیم عام نہیں ہو سکی۔ ہمیں چاہئے کہ ہم ٹیچروں کو incentives دیں۔ وہ استاد جو

دیہاتی علاقوں میں پڑھاتے ہیں ان کی تنخواہیں بڑھائیں۔ ہم teachers training پر جو اربوں، کروڑوں روپے ضائع کرتے ہیں، ہمیں چاہئے کہ pre-service training and in-service training کے نظام کو بہتر بنائیں۔ بیوروکریٹس تعلیمی انقلاب نہیں لا سکتے۔ ہمیں اساتذہ پر توجہ دینی ہے۔ بہت سارے ایسے علاقے ہیں کہ جہاں پر گرلز ڈگری کالج نہیں ہیں مثلاً نارنگ منڈی میں خواتین کا ڈگری کالج نہیں ہے، لاہور کے علاقے گرین ٹاؤن، ٹاؤن شپ میں گرلز ڈگری کالج نہیں ہے۔ مہربانی فرما کر اس کے لئے خصوصی فنڈز مختص کئے جائیں۔ تعلیم میں یہ جو طبقاتی difference ہے اس کو ختم کیا جائے اور تمام سکولوں میں ایک ہی نصاب رائج کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

ڈاکٹر آمنہ بٹر: جناب سپیکر! میں بہت مختصراً چند باتیں عرض کروں گی۔ میں صرف ایک منٹ میں اپنی بات ختم کرلوں گی۔ دو "Es" رہ گئے ہیں مہربانی کر کے ان پر بات کر لینے دیں۔

جناب سپیکر! چوتھا "E" environment کا ہے۔ میں نے پچھلے سال بھی اپنی بجٹ تجاویز میں یہ کہا تھا کہ ہم کھالے پکے کر رہے ہیں، جہاں جہاں کھالے پکے کر رہے ہیں وہاں پر زمین بچ رہی ہے۔ ہمیں وہاں پر درخت لگانے چاہئیں۔ اس سے بہت سارے فوائد حاصل ہوں گے۔

دوسری بات جو بار بار کی جاتی ہے کہ ہمیں ہیپاٹائٹس (بی) پر خصوصی توجہ دینی چاہئے۔ ہیپاٹائٹس (بی) بہت زیادہ بڑھ رہا ہے۔ تمام بچوں کو جو مفت vaccine فراہم کی جاتی ہے اس میں ہیپاٹائٹس (بی) کو بھی شامل کیا جائے۔ وہ تمام ملازمین جو کہ ہسپتالوں میں کام کرتے ہیں انھیں مفت ہیپاٹائٹس (بی) کی vaccine دی جائے۔ تمام پرائیویٹ ہسپتالوں میں یہ compulsory کیا جائے کہ وہ اپنے کام کرنے والے تمام employees کو ہیپاٹائٹس (بی) کی مفت vaccine دیں۔ اس کے علاوہ ہر یونین کونسل کی سطح پر ہمیں water filtration plants لگانے چاہئیں۔

جناب سپیکر! اب میرے پاس equity کے لئے بہت کم وقت رہ گیا ہے مگر مساوات ہی اہم چیز ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم گورنمنٹ کا expense کم کریں تاکہ elite culture کا خاتمہ ہو سکے۔ حکومت کی تمام گاڑیوں میں CNG لگائی جائیں۔ ایک بات بہت ضروری ہے کہ پولیس کی

تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے۔ اگر ہم کرپشن کا خاتمہ چاہتے ہیں تو ہمیں پولیس، خاص طور پر جو operational police ہے ، جو لوگ تھانوں میں کام کرتے ہیں ان کی تنخواہیں بڑھائی جائیں۔لڑکیوں کی sportsاور اقلیتوں پر خصوصی توجہ دی جائے۔ تعلیم، کھیل، کلچر اور دوسرے تمام شعبوں میں خواتین کی شمولیت کے مواقع پیدا کئے جائیں۔آپ نے مجھے وقت دیا، بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔اب رائے محمد اسلم خان کھرل صاحب!

رائے محمد اسلم خان کھرل: جناب سپیکر! شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب اور پنجاب کے وزیر خزانہ کو اس لئے مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے pre-budget بحث شروع کرواکر پنجاب کے عوام کو یہ احساس دلایا ہے کہ اب پنجاب میں واقعی ایک جمہوری حکومت ہے، اب یہاں لوگوں کی رائے لی جاتی ہے اور سنی جاتی ہے۔اپنے فاضل دوستوں کی تقاریر اور آراء سننے کے بعد میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر حکومت پنجاب فنڈز، وسائل اور اختیارات کی تقسیم منصفانہ بنادے تو اکثر مسائل بھی حل ہوں جائیں گے اور ہمارا صوبہ بہت زیادہ ترقی بھی کرے گا۔ میرے دوست فرما رہے تھے کہ urbanاور rural areas کی development میں جو تفریق ہے وہ ختم ہونی چاہئے۔یہ ایک حقیقت ہے میں اپنے حلقہ انتخاب PP-174 کی مثال ہی پیش کرتا ہوں۔ میرے حلقہ انتخاب میں ہر آنے والی گورنمنٹ نے،1988 کو محترمہ بے نظیر بھٹو شہید بنت شہید سے لے کر میاں نواز شریف صاحب قائد پاکستان اور ڈکٹیٹر پرویز مشرف نے بھی سید والا کے مقام پر راوی کے پل کی منظوری کا اعلان کیا۔ میرے لیڈر میاں محمد شہباز شریف صاحب وہاں جاکر موقع پر پل کا افتتاح بھی کرکے آئے ہیں لیکن وہاں ابھی تک وہی تختی لگی ہوئی ہے، آج تک وہاں پر کام شروع نہیں ہو سکا۔ اس کے برعکس کئی اور دریاؤں پر پل بھی تعمیر ہوئے۔لاہور ہی کی مثال لے لیجئے اس پل کے اعلان کے بعد سے لے کر لاہور میں راوی کے مقام پر تین پل تعمیر ہو چکے ہیں لیکن ابھی تک جب فیڈرل گورنمنٹ اور صوبائی حکومت نے اس کے لئے بجٹ 09-2008 میں فنڈز بھی رکھے ہیں تو پھر بھی ابھی تک وہ ڈیزائن کے چکروں میں چل رہا ہے۔ٹینڈر ہونے کا نام تک نہیں آرہا۔

اسی طرح وزیر اعلیٰ پنجاب کی کوششوں پر میں ان کو خراج تحسین بھی پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے تعلیم کی ترقی کے لئے جو اقدامات اٹھائے ہیں اب چپے چپے پر سکول کالج اور فنی تعلیمی ادارے قائم ہو چکے ہیں لیکن میرے حلقہ انتخاب میں آج بھی 70 فیصد یونین کونسلوں میں ہائی سکول تو دور کی بات ہے، فنی ادارے تو دور کی بات ہے لڑکے اور لڑکیوں کے لئے مڈل سکول بھی نہیں ہیں۔ پورے حلقہ انتخاب میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ایک بھی ڈگری کالج نہیں ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ سید والا اور بچیکی کے مقام پر لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ڈگری کالج بنائے جائیں۔ بجٹ 09-2008 میں جو آپ نے رقم سکولوں کی upgradation کے لئے مخصوص کی تھی اس میں یہ priority دیں کہ جن یونین کونسلوں میں ابھی تک مڈل اور ہائی سکول نہیں ہیں اور وہ پنجاب کے کسی بھی حصہ میں ہوں وہاں پر مڈل اور ہائی سکول تعمیر کئے جائیں۔

جناب والا! اسی طرح آپ ملک کی 75 فیصد آبادی جس کا انحصار زراعت پر ہے، ضرور نئے وسائل کے لئے جدوجہد کریں، نئے وسائل کے لئے کوشاں رہیں لیکن اپنے وہ بنیادی وسائل کو نہ بھولیں۔ ان کی حالت کو بہتر کریں۔ جب زراعت کی حالت بہتر ہو گی، جب کاشت کار کی حالت بہتر ہو گی، جب کسان کے بیٹے کے پاؤں میں بھی جوتا ہو گا جب کسان کے بیٹے کا بھی رات کو چولہا جلے گا اور وہ دو وقت کا کھانا کھا سکے گا۔ انشاءاللہ پنجاب کے وسائل سے ہی پنجاب بھی خوشحال ہو گا، ملک بھی خوشحال ہو گا اور ایسے وسائل بھی پیدا ہوں گے جس سے صوبہ اور ملک ترقی کرے گا۔ یہاں پر غربت کا خاتمہ ہو گا subsidy کی بھیک کی بھی ضرورت نہیں رہے گی۔ میں یہی عرض کر رہا تھا کہ development کی جب منصفانہ تقسیم ہو گی جب دیہاتوں میں پکی سڑکیں ہوں گی تو یہ صوبہ بہت ترقی کرے گا۔ میں حلفاً یہ بات کہتا ہوں کہ بہت سے دیہاتوں سے ایسے مطالبات ہیں کہ ہمیں شہر جانے کے لئے اپنی جنس منڈی تک لے جانے کے لئے کچا راستہ ہی بنوا دیں، ہمیں مٹی ڈلوا کر ہی راستہ بنا دیں لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارا محکمہ پی اینڈ ڈی اس طرف کوئی توجہ نہیں دے رہا ہے۔ بجائے اس کے کہ بڑے شہروں پر آبادی کا دباؤ بڑھے اور آپ کو بار بار کئی overhead bridge بنانے پڑ رہے ہیں۔ اس کی بجائے اگر دور دراز کے دیہاتوں کو بھی پختہ سڑکوں سے ملا دیا جائے تو شہروں پر load کم ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رائے صاحب! پانچ منٹ کا ٹائم تھا آپ کو دس منٹ ہو گئے ہیں۔ کیونکہ باقی ممبران نے بھی بات کرنی ہے آپ کی بڑی مہربانی۔ اجلاس کا وقت آدھ گھنٹہ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

رائے محمد اسلم خان کھرل: جناب والا! میں ایک ہی بات کے ساتھ اجازت چاہوں گا کہ جو فنڈز موجود ہیں ان کی اب بھی تقسیم منصفانہ نہیں ہے۔ میرے ضلع میں بھی صرف انہی حلقوں میں وزیراعلیٰ کے صوابدیدی فنڈز گئے ہیں جو پہلے ہی ترقی یافتہ تھے اور پورے سال میں ایک پیسا بھی صوابدیدی فنڈز سے پی پی۔174 میں خرچ نہیں کیا گیا۔ باوجود اس کے کہ ہم نے وزیراعلیٰ صاحب سے گزارش کر کے لیٹر لکھوائے، feasibilities بنوائیں estimates بنوائے اس لئے میری پنجاب کے قائد وزیراعلیٰ پنجاب سے گزارش ہے کہ آپ پنجاب میں مکمل جمہوریت کے لئے عوام کو اس کا احساس دلانے کے لئے، جمہوری دوستوں کو مضبوط کریں، جمہوری دوستوں پر اعتماد کریں اور ڈی سی او اور ڈی پی او کا ماتحت نہ بنائیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ محترمہ رفعت سلطانہ ڈار صاحبہ!۔۔۔تشریف نہیں رکھتیں۔ جناب محمد اعجاز شفیع صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ ملک جاوید اعوان صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ جناب کرم الٰہی بندیال صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ محترمہ عائشہ جاوید صاحبہ!

محترمہ عائشہ جاوید: Thank you honourable Speaker! میں یہاں پر کوئی تقریر تو نہیں کروں گی I would like to make few suggestions because I believe P&D department is also around. I would be very honest in saying that یہاں فی الحال تو ہمیں کوئی planning نظر آ رہی ہے اور نہ ہی کوئی development نظر آ رہی ہے۔ اس وقت جو A.D.P کا پروگرام ہے اس میں 160 billion جو پچھلے سال رکھے تھے 31۔ جنوری تک اس کی utilization صرف اور صرف 37 billion ہے۔ I fail to understand کہ آپ یہ باقی ماندہ جو چار پانچ ماہ رہتے ہیں، وزیر موصوف کا جو اتنا قابل اور فاضل ڈیپارٹمنٹ ہے How are they going to utilize? اور یہ کس طریقے سے اس کو utilize کریں گے۔ ابھی تک اس رقم کا صرف 23 فیصد utilize ہوا ہے باقی 77 فیصد یہ کہاں خرچ

کریں گے؟ We need to ask demand to know کہ انہوں نے اس کی کیسے utilization کرنی ہے۔اب تو یہ اگلا بجٹ بھی بنانے جارہے ہیں۔ہمیں توان پر پورا confidence ہے لیکن جواعداد وشمار ہمارے سامنے آرہے ہیں وہ ان کے قول وفعل میں تضاد نظر آرہا ہے۔

اگر بات کو آگے بڑھاتے چلیں تو I will give two suggestions کیونکہ جہاں ہم لوگ criticize کرتے ہیں وہاں پر positive بات کرنا بھی لازمی ہوگی۔ہم لوگ اگر housing sector میں invest کرنا چاہیں جو کہ اس وقت Federal Government کا plan ہے۔ We can invest in low housing schemes. اس سے ایک تو unemployment کو ہم لوگ کم کریں گے دوسرا ہماری وہ youth جو اس وقت unemployed ہے اور They are falling in the hands of the terrorists. تو ہم ان کو incentive دے سکتے ہیں۔اس میں دو تین اور factors بھی ہم لوگ cover کر سکتے ہیں کہ ہمارے تین جو basic طبقے ہیں۔ total uneducated دوسرا semi educated اور تیسرا educated ان کو بھی ہم accommodate کر سکتے ہیں۔اس میں You can look into this matter. منسٹر صاحب اگر چاہیں تو اس میں دیکھ سکتے ہیں۔ An other point I want to make, is F.D.Is (Foreign Direct Investments) ویسے تو investment جو ہے وہ federal subject ہے لیکن جیسے پچھلے دنوں وزیراعلیٰ صاحب نے چین کا دورہ کیا ہے۔ہمیں اس کے متعلق کوئی پتا نہیں چلا سوائے اس کے کہ M.O.Us sign کر کے آئے ہیں۔We need to know کہ آیا وہ investment ہمیں loan کی صورت میں ملے گا۔کتنی grants ہیں ہمیں اس کے بارے میں کچھ پتا نہیں What is the outlay, What is the planning? اور یہ جو ہے what is value of investment which has been promised? اور دوسرا یہ پتا کرنا چاہیں گے کہ یہاں پر foreign investor جو پنجاب میں investment کریں گے کیا ان کو اور ہمارے جو local investor ہیں ان کو

You are going to keep them at par. Are the same incentives going to be given to the foreign investors as well as local investors? So

these were just my few humble submissions. And one more thing I would like to reiterate is like Islamic concept of banking which has been mentioned here earlier. So I would like to endorse that we should look into the matter and this is something important. Thank you.

جناب ڈپٹی سپیکر: میجر (ر) عبدالرحمٰن راناصاحب!

میجر (ر) عبدالرحمٰن رانا: شکریہ۔ جناب سپیکر۔ سب سے پہلے تو میں فنانس منسٹر صاحب کا شکریہ ادا کروں گا کہ پچھلے بجٹ کے اندر ہم نے جو تجویز دی تھی کہ pre-budget suggestions آنی چاہئیں اس پر عمل شروع کیا، اس کو آگے بڑھاتے ہوئے میں suggestion دوں گا کہ اس مشاورت کی broad base کرنے کے لئے اگر ہم پبلک کو بھی over the emails invite in his office تاکہ وہ لوگ بھی participate کر سکیں تو ہمارا بہت بہتر رزلٹ آ سکے گا۔ اس کے بعد ہم فوڈ سٹمپ سکیم، زکوٰۃ یا کسی اور welfare مد میں پیسا دیتے ہیں اس کی بہتر utilization کے لئے میری suggestion ہے کہ private public partnership کی بنیاد پر اسی پیسے سے انڈسٹری بنائی جائے اور ان مستحقین کو اس کے اندر share holder بنا دیا جائے یعنی بغیر پیسے وصول کئے انہیں shares دے دیئے جائیں تاکہ وہ اس انڈسٹری کے مالک بن سکیں اور اسی انڈسٹری کے اندر ان مستحقین میں سے سروس کے قابل لوگوں کو نوکریاں دی جائیں اور اس انڈسٹری سے بہت زیادہ فائدہ حاصل ہو سکے گا اور جو ہم army of beggars بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اس سے بچا جا سکے گا۔

جناب سپیکر! ہر گورنمنٹ آتی ہے اور priorities کی باتیں ہوتی ہیں لیکن تقریروں کے اندر priority مختلف ہوتی ہے اور بجٹ کے اندر priority مختلف ہے، اس بجٹ کے ذریعے ان priorities کی تصدیق ہو گی۔ بڑی اچھی بات ہے کہ موجودہ حکومت ایجوکیشن کو priority دیتی ہے تو میری خواہش ہو گی کہ اگلی دفعہ ایجوکیشن کو پولیس سے زیادہ بجٹ الاٹ مختص ہوا تو میں سمجھوں گا کہ حکومت کے قول و فعل کے اندر واقعی ایک مطابقت ہے کیونکہ ہماری history یہی بتاتی آئی ہے کہ

پولیس کا بجٹ زیادہ ہوتا ہے اور ایجوکیشن و ہیلتھ کا بجٹ بہت پیچھے ہوتا ہے تو میرا خیال ہے کہ ہمیں priorities practically in the budget change کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب والا! میری ایک اور تجویز یہ ہے کہ جو محکمے اپنے پیسے خرچ نہیں کر سکتے، میں نے آج تک کسی محکمے کو penalize ہوتے نہیں دیکھا۔ They should be made mandatory جیسے کہ آج یہاں بتایا گیا کہ development کا 23 فیصد بجٹ خرچ ہوا، Who is responsible of it? Why? پچھلی دفعہ بھی بجٹ کا یہی حال تھا اور اس دفعہ اس سے بھی برا حال نظر آ رہا ہے تو جب تک اس کے لئے ہم اس کے اندر کوئی penalty clause نہیں ڈالتے کہ جو بھی محکمہ پیسا surrender کرتا ہے یا خرچ نہیں کر سکتا they will be held accountable. اس کے بعد جو development سکیمیں آتی ہیں They are not fully funded. نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آدھی سکیم بنتی ہے حکومت تبدیل ہوتی ہے اور اس کے لئے پیسا مختص نہیں کرتی تو وہ آدھی سکیم وہیں غرق ہو جاتی ہے یا پھر ٹھیکیداروں کے بلوں کی ادائیگی نہیں ہوتی اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ project delay ہوتا ہے اس کے لئے جو قانون ہے اس پر فنانس کی طرف سے کوئی implementation نہیں ہوتی کہ کسی بھی پراجیکٹ کی partial fundeing نہیں ہوگی اس کے لئے full funding ہوگی تو وہ پراجیکٹ شروع کیا جا سکے گا۔

جناب سپیکر! ہمیں پتا ہے کہ ہمارے ہاں پانی کی shortage ہے، water conservation ضروری ہے تو میں چاہوں گا کہ agriculture research and water conservation research کے لئے فنڈز مختص کئے جائیں اور فنانس ڈیپارٹمنٹ کو ایک time frame دیا جائے کہ اس کے مطابق یہ دونوں چیزیں کب تک complete کی جا سکیں گی۔ سید والا برج کے متعلق بات ہو چکی ہے اس کی strategic requirement بھی ہے، اس کی financial and economic requirement بھی ہے لیکن مجھے نہیں پتا یہ برج کیوں delay ہو رہا ہے اور اس کے ساتھ ساہیوال، میاں چنوں سے لے کر جڑانوالہ تک اور آگے موٹروے کو connect کرتے ہوئے تقریباً 100 کلومیٹر کا فاصلہ کم ہوتا ہے اور اندازہ لگائیے کہ اس کا ہماری economics میں کتنا مفید اثر پڑے گا تو جتنا جلد ممکن ہو سکے اس کو بنایا جائے۔

جناب سپیکر! پنجاب کے اندر جو بھی انڈسٹری لگائی جاتی ہے اس کے لئے اگر قانون سازی ہو جائے کہ اس کے اندر اپنے self power generation plants ہوں گے اور اسے فروخت کرنے کی بھی اجازت دی جائے۔ ہمارے Irrigation and Power Department کو اختیار ہونا چاہئے کہ hidal power ارد گرد کے گاؤں کو فروخت کی جاسکے اور انڈسٹری کے پاس جو extra power موجود ہوتی ہے وہ بھی فروخت کی جاسکے۔

جناب والا! جڑانوالہ لاہور روڈ کو dualize ہوتے ہوتے تین سال ہو چکے ہیں لیکن ابھی تک مکمل نہیں ہو سکی اس کو priority پر dualize کیا جائے۔ کھرڑیانوالہ جڑانوالہ روڈ کو with the overhead bridge dualize کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ جب فیصل آباد لاہور روڈ بنا تھا تو اس وقت یہ اعلان کیا گیا تھا کہ یہ overhead bridge بنے گا اور اس انڈسٹریل ایریا کو فائدہ پہنچے گا۔ جڑانوالہ تحصیل سب سے بڑی تحصیل ہے پنجاب میں اس سے چھوٹی تحصیلوں کو ضلع کا درجہ دیا جا رہا ہے مجھے نہیں سمجھ آتی کہ کون سا criteria ہے جس کے اوپر ہم ضلع declare کرتے ہیں اگر کوئی بھی criteria بنے تو میرا خیال ہے جڑانوالہ تحصیل پہلی تحصیل ہو گی جس کو ضلع کا درجہ ملنا چاہئے۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ہی میرا آخری point ہے کہ جڑانوالہ، لاہور روڈ پر next finance budget کے development project کے اندر industrial state کو بھی شامل کیا تو میرا خیال ہے کہ جڑانوالہ، لاہور روڈ پر جتنا بھی ایریا ہے ان کی بہتری اور ترقی کے لئے بہت ہی فائدہ مند ہو گا۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ ملک احمد حسن ڈیہر صاحب!

جناب احمد حسن ڈیہر: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے شکر گزار ہوں کہ یہ pre-budget بحث کی گئی ہے۔ پچھلی دفعہ یہ تجاویز دی گئی تھیں اور یہ یاد رکھا گیا ہے میں سیکرٹری فنانس اور وزیر اعلیٰ صاحب کا مشکور ہوں۔

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے planning and policy کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم جتنی بھی بحث کریں یا ہم جن شعبوں میں بھی جائیں سب سے

پہلی بات planning and policy ہے۔ اگر ہمارے پاس planning and policy maker well educated and fully experienced نہ ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ جیسی بھی گورنمنٹ یا جتنے بھی representatives آ جائیں ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ میرا سوال یہ ہے کہ development, health, education or agriculture لے لیں، کسی میں چلے جائیں آپ کو سب سے زیادہ planning میں faults ملیں گے تو اگر planning committees or mastermind لوگوں کے لئے کوئی special criteria بنا دیا جائے جن کا کام صرف یہ ہو کہ وہ بیٹھ کر صرف اور صرف مختلف issues پر planning کریں اور پر کوئی اور jobs نہ ہوں۔ ادھر ہوتا کیا ہے، وہی آپ کا ایم ڈی ہے، وہی آپ کا جی ایم ہے، وہی وہاں کی planning کر رہا ہے اس کو تو ویسے ہی meetings سے فرصت نہیں ہے تو وہ آپ کے future کے لئے planning کیا کرے گا؟ سب سے پہلے You need a planning cell. جو آج یہاں بیٹھ کر اگلے دس سال کی planning کرے۔ میں فی الحال مثال دینا چاہتا ہوں کہ آپ ایگریکلچر کو لے لیں۔ آپ نے next year جو گندم اگانی ہے اس کی کیا planning ہے، اس کے لئے آپ کو کتنی کھاد چاہئے، وہ آپ کہاں سے منگوائیں گے؟ آپ کے ملک میں کتنی پیدا ہو گی اور باہر سے کہاں سے منگوائیں گے؟ اس کی distribution کا طریق کار کیا ہو گا کہ blackmarketing سے بھی بچیں اور لوگوں کو پوری کھاد ملے۔ اسی طرح مونجی اور کاٹن لے لیں۔ کیا وجہ ہے کہ جب کاشتکار کاٹن فروخت کرتا ہے تو اس کا ریٹ کم ہو جاتا ہے اور جب وہ industrialist کے پاس جاتی ہے تو اس کے ریٹس بڑھ جاتے ہیں؟ یہ استحصال اور یہ ظلم کب تک ہوتا رہے گا؟ پچھلی حکومتیں بھی یہی کرتی رہی ہیں اور آج ہم بھی یہی کچھ کر رہے ہیں تو ان میں اور ہم میں کیا فرق ہے؟ میں صرف یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں ایک planning department چاہئے۔

جناب سپیکر! میں ہیلتھ کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ آج تک B.H.U's and R.H.C's کی کیا پالیسی بنائی گئی ہے؟ B.H.U's آبادی سے دور بنائے گئے ہیں پہلے تو وہاں ڈاکٹر موجود نہیں ہے، اگر وہاں ڈاکٹر موجود ہے تو وہاں کوئی جانے کو تیار نہیں ہے۔ وہ اپنے گاؤں کے نیم حکیم کو دکھالیں گے لیکن وہاں نہیں جائیں گے۔ سب سے پہلے آپ ان B.H.U's کو اپنی آبادیوں کے

اندر لے آئیں اس کے بعد ان کی planning کریں آج ایک سال ہونے کو آیا ہے کیا ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ سے یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کتنے B.H.U's and R.H.C's میں آپ نے missing facilities پوری کی ہیں؟ آج ایک سال کے بعد کہاں پر ڈاکٹروں کی حاضری پوری ہو سکی ہے؟ آج ڈاکٹر P.R.S.P کے خلاف stay لے رہے ہیں۔ ہمارے ملتان میں P.R.S.P والے گئے ہیں تو ڈاکٹروں نے stay لے لیا ہے۔ وہ خود کام نہیں کرنا چاہتے اور ڈیوٹی نہیں دینا چاہتے۔ اگر P.R.S.P والے آئے ہیں اور وہ کام کرنا چاہتے ہیں یا کسی حد تک حالات بہتر کرنا چاہتے ہیں تو ان کے خلاف stay لے لیا گیا ہے۔ وہ خود کام کریں گے اور نہ کسی کو کرنے دیں گے۔ ہم کہاں جا رہے ہیں اور یہ لوگ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟

جناب سپیکر! میری ایک تجویز یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ ہم نئے ہسپتال بنائیں اور نئے ادارے بنائیں ہمیں چاہئے کہ ہم سب سے پہلے B.H.Us/R.H.Cs کی missing facilities کو پورا کریں اور اس کے بعد ہم اس چیز کو یقینی بنائیں کہ جو بڑے ڈاکٹر ہیں، جو مافوق الفطرت مخلوق ہیں، جن کے بارے میں ایک غریب آدمی سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ انھیں ملیں گے۔ آپ ان بڑے ڈاکٹروں کو اس بات کا پابند کریں کہ وہ ہر ہفتے میں ایک دن کسی R.H.C یا کسی B.H.U میں جا کر ڈیوٹی کریں۔ اس طرح جب آپ بڑے ڈاکٹروں کو عوام تک لے کر آئیں گے تو پھر آپ یہ دیکھیں گے کہ عوام بڑے ہسپتالوں میں جانے کی بجائے چھوٹے اداروں میں جانا پسند کریں گے۔ یہاں پر یہ ہے کہ ایک ڈاکٹر سرکاری ہسپتال میں ڈیوٹی سر انجام دیتا ہے اور اسی ڈاکٹر کا پرائیویٹ ہسپتال بھی ہے۔ اس کے لئے ہم نے ایک سال میں کیا کیا ہے؟ اس پر غور ہونا چاہئے۔

جناب والا! میں تعلیم کے حوالے سے دعوے سے کہتا ہوں کہ یہاں پر upgradation اور missing facilities کے نام پر فنڈز غرق ہو رہے ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے کسی بھی عوامی نمائندے کو اعتماد میں نہیں لیا۔ کیا محکمہ صحت یا محکمہ تعلیم نے کسی ایم پی اے سے upgradation اور missing facilities کے سلسلے میں رابطہ کیا ہے؟ کیا انھوں نے کسی سے کہا ہے کہ آپ priority دیں کہ آپ کس علاقے میں سمجھتے ہیں کہ کیا facilities درکار ہیں۔ جب تک وہاں پر سیاسی نمائندوں سے مل کر کام نہیں کیا جائے گا تو اس وقت تک آپ کو نتائج نہیں مل سکتے۔

جناب سپیکر!اس کے علاوہ میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ ٹیکسٹ بک بورڈ کی جو کتابیں ہیں وہ امتحان کے مطابق نہیں ملتیں۔اس کے لئے action لیا جائے کیونکہ جب آپ تعلیم کے لئے متعلقہ کتابیں ہی فراہم نہیں کریں گے تو پھر آپ کا کام کیسے چل سکتا ہے۔اسی طرح پرائیویٹ اور سرکاری سکولوں کا معاملہ ہے۔ میری ایک تجویز اور ہے کہ شہروں میں بہت سے کالج اور پرائیویٹ ادارے بن چکے ہیں۔اگر آپ نے تعلیم کو ملک میں بڑھانا ہے تو دیہاتوں میں ڈگری کالج بنائے جائیں اور جو thickly populated دیہات ہیں وہاں پر بچیوں کے ڈگری کالج بنائے جائیں کیونکہ بچیاں شہروں میں نہیں جا سکتیں۔

جناب سپیکر!میں ڈویلپمنٹ کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ ہم جتنے بھی منصوبے بناتے ہیں اور جب ان کے لئے فنڈز دیئے جاتے ہیں تو 60 فیصد فنڈز کمیشن مافیا کھا جاتا ہے اور 40 فیصد فنڈز سے کام ہوتا ہے۔جب ہم 60 فیصد پیسا ضائع کر رہے ہیں اور یہ وہ پیسا ہے جو غریب عوام کے خون پسینے کی کمائی ہوتی ہے، جب ہم 60 فیصد ضائع کریں گے اور باقی 40 فیصد کا کام کریں گے تو اس طرح 40 فیصد سے جو کام ہوگا تو اس کی quality کیا ہوگی؟ ہم اربوں روپیہ ڈویلپمنٹ پر خرچ کر رہے ہیں لیکن آج تک ہم یہ نہیں کر سکے کہ کس طرح کمیشن مافیا کو مات دے کر کام کریں گے۔ میری تجویز یہ ہے کہ اس میں Transparency International ایک بہت اچھی تنظیم آئی ہے اور انھوں نے بہت اچھا کام کیا ہے اس کو بھی اس میں شامل کیا جائے۔اس کے علاوہ ایک ریٹ طے کر لیا جاتا ہے کہ فلاں سکیم کا یہ ریٹ ہے۔اس کی implementation پر آٹھ مہینے یا ایک سال لگ جاتا ہے۔اس دوران اس quarter کا ریٹ بڑھ کر بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔اس طرح ریٹ کا فرق آ جاتا ہے اور وہ منصوبہ رک جاتا ہے۔ لہذا ایک قانون بنایا جائے کہ جب کام شروع کیا جائے تو اس quarter کا ریٹ ان کو دیا جائے۔ اس کے بعد میں چاہتا ہوں کہ دور دراز علاقوں میں industrial infrastructures قائم کئے جائیں۔یہ بنجر زمینوں پر بنائے جائیں اور زرخیز زمینوں کو بچایا جائے جہاں پر ایسے منصوبے بنا کر زرخیز زمینوں کو ختم کیا جا رہا ہے ان زرخیز زمینوں کو بچانا چاہئے۔اس کے علاوہ paper industry, tea industry, cosmetics and electronic industry پر توجہ دی جائے اور ٹرین کی expansion کے لئے کام کیا جائے کیونکہ

جب تیل مہنگا ہو جاتا ہے تو کرائے بڑھ جاتے ہیں۔ اگر city train system لایا جائے گا تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں سستی سواری مل سکے گی۔ میں human resource کے بارے میں کہتا ہوں کہ یہاں پر فنی تربیت کا آغاز کیا جائے کیونکہ یہاں بے روزگاری بہت زیادہ ہے۔ اس کام کے لئے آپ industry اور overseas سے پوچھ لیں کہ آپ کی demand کیا ہے اور کس فنی تربیت کے حامل لوگ آپ کو چاہئیں پھر لوگوں کو اس طرح کی فنی تربیت دلوائیں اور jobs پر لگوائیں۔

جناب سپیکر! میں آخری بات کرتا ہوں کہ جھوٹے پرچوں کے خاتمے کے لئے قوانین بنانا بہت ضروری ہے۔ ہمارے دیہاتوں میں اتنے جھوٹے پرچے ہوتے ہیں کہ جب کسی غریب پر جھوٹا پرچہ ہوتا ہے تو سمجھیں کہ اس کے گھر میں موت ہو گئی ہے۔ ان جھوٹے پرچوں کو ختم کرنے کے لئے قانون بنانے کی اشد ضرورت ہے اور ہماری اسمبلی کو یہ credit لینا چاہئے۔ اس کے بعد جو جھوٹے M.L.C بنائے جاتے ہیں ان کے لئے بھی کوئی سخت قانون بنانا چاہئے۔ ضلع ملتان جنوبی پنجاب کا head ہے وہاں پر آج کل ایک سکول بنایا جا رہا ہے جس کا نام دانش سکول ہے جو ایک سو ایکڑ پر بنایا جا رہا ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ ضلع ملتان میں اس طرح کے دو سکول بنائے جائیں کیونکہ یہ جنوبی پنجاب کا head ہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب شاہجہاں احمد بھٹی صاحب!

جناب شاہجہاں احمد بھٹی: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں سب سے پہلے وزیر خزانہ پنجاب کا مشکور ہوں کہ انھوں نے pre-budget بحث کا انعقاد کرایا اور ساتھ ساتھ ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے اب تک بجٹ کو چلانے میں fiscal discipline کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے جو عوام دوست پالیسیاں اپنائی ہیں مثلاً سستی روٹی سکیم، فوڈ سپورٹ سکیم، کسان دوست گرین ٹریکٹر سکیم اور زرعی آلات کی فراہمی ہیں۔ ان پر میں ان کا بہت مشکور ہوں۔

جناب والا! اس سال 10-2009 کے بجٹ کا focus غربت کے خاتمے پر ہونا چاہئے، بے روزگاری کے خاتمے پر ہونا چاہئے اور غربت کا خاتمہ تب ہی ممکن ہے جب ان علاقوں میں جہاں زیادہ غربت ہے وہاں focus ہو۔ لہذا ہمارے جو دیہی علاقے ہیں ان پر focus کیا جائے۔ Rural

development پر focus کیا جائے تو ہم اپنے صوبہ میں غربت کا خاتمہ کر سکیں گے۔ دیہی علاقوں میں جن sectors پر توجہ چاہئے ان میں سب سے پہلے زراعت ہے۔ زراعت کے ذریعے ہم بے روزگاری کا خاتمہ بھی کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! دیہاتوں میں تعلیم، صحت اور roads کے sectors کو develop کرنا لازمی ہے۔ صحت کے ساتھ ساتھ ماحولیات بھی ضروری ہے۔ ہمارے دیہاتوں میں جو روایتی چھپڑ ہوتے تھے جہاں دیہاتوں کے سیوریج کا پانی جاتا تھا وہ آہستہ آہستہ ختم ہو رہے ہیں اور وہی پانی اب انہی دیہاتوں میں اکٹھا ہو رہا ہے۔ میں یہ تجویز دوں گا کہ اس سال ہم ایک exercise کریں کہ صوبے کے تمام دیہاتوں میں ایک ایسی پالیسی اپنائیں کہ وہاں سیوریج کی سکیمیں شروع ہوں جہاں دیہات کے ساتھ سیم نالے ہیں وہاں سیوریج کا پانی بھیجا جا سکتا ہے۔ اس exercise کے بغیر ہم جو بھی نالی یا سولنگ بنائیں گے وہ ضائع جائے گی۔ میرے حلقہ پی پی۔172 میں ایک ڈیک نالہ جاتا ہے۔ جس میں industrial waste کا پانی بھی جا رہا ہے۔ اس کی صفائی کے لئے treatment plants لگائے جائیں اور پنجاب میں جہاں بھی اس طرح کی problems ہیں ان کو دور کیا جائے۔

جناب سپیکر! سڑکوں کے لحاظ سے ایسے دیہات ہیں جہاں missing links ہیں کہ ایک حصے میں سڑک بنی ہوئی ہے اور دوسرے حصے میں نہیں ہے۔ اس حوالے سے سروے کیا جائے کہ جہاں جہاں سڑکیں موجود نہیں، وہاں نئی سڑکیں بنائی جائیں تاکہ وہ مکمل سڑک بن جائے اور جو پیسا پہلے خرچ ہو چکا ہے وہ ضائع نہ جائے۔

جناب والا! تعلیم کے شعبہ میں خاص طور پر میری تجویز ہو گی کہ بچیوں کے جتنے بھی پرائمری سکول ہیں ان کو مڈل تک upgrade کیا جائے۔ یہ اس لئے لازمی ہے کیونکہ دیہاتوں کی بچیاں پرائمری کے بعد drop out ہو جاتی ہیں اور ان کے والدین اجازت نہیں دیتے کہ وہ دوسرے گاؤں میں پڑھنے کے لئے جائیں۔ کم از کم وہاں مڈل level کی تعلیم ہو تو وہ بچیاں آٹھویں جماعت تک پڑھیں گی جس سے ان میں شاید مزید شعور پیدا ہو گا اور وہ مزید تعلیم بھی حاصل کریں گی۔ تعلیم کے میدان میں آپ نے بھی مشاہدہ کیا ہو گا کہ ہمارے بچوں کے لئے دیہاتوں اور شہروں میں ٹرانسپورٹ کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ آپ دیکھتے ہوں گے کہ بچے اکثر بسوں کے اوپر یا پیچھے لٹک کر

سکول جاتے ہیں، میں روزانہ یہ چیز دیکھتا ہوں، کم از کم صوبائی سطح کی کوئی ایسی effort ہوئی کہ ہم ڈسٹرکٹ level پر ایک ٹرانسپورٹ سسٹم بچوں کے لئے create کریں جس کے ذریعے وہ اپنے سکول تک اور اپنے گھر تک بآسانی واپس آسکیں۔

جناب سپیکر! مجھے صرف ایک منٹ دے دیں کیونکہ میں نے ابھی ننکانہ صاحب کے بارے میں بات نہیں کی۔ ننکانہ صاحب کے حوالے سے میں نے پچھلے سال بجٹ میں بہت سی تجاویز دی تھیں جس میں چند ایک نہیں آئی تھیں جو میں وزیر خزانہ کو بعد میں پیش کر دوں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ننکانہ صاحب کے ضلع بننے کے بعد وہاں پر ڈسٹرکٹ پریس کلب کی اشد ضرورت ہے۔ وہ ڈسٹرکٹ تو بن گیا ہے لیکن ہمارے پریس کے بھائیوں کے لئے کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں ہے تو میں request کروں گا کہ اس سال ڈسٹرکٹ پریس کلب کے لئے special funds مختص کئے جائیں تاکہ ہم ننکانہ صاحب میں لوکل پریس کو دے سکیں۔ اس کے ساتھ ہی میں آپ کا مشکور ہوں اور باقی تجاویز وزیر خزانہ کو بعد میں دے دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، کرنل (ریٹائرڈ) شجاع خانزادہ صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ مہر اشتیاق صاحب!۔۔۔ ہاؤس کا ٹائم آدھا گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

مہر اشتیاق احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میرے خیال میں پچھلی حکومت اور اس حکومت میں فرق یہی ہے کہ یہ حکومت جو کہتی ہے وہ کرتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم pre-budget discussion کروائیں گے جو کہ ہو رہی ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ اس سے پہلے تو ہمیشہ بیوروکریسی کا بجٹ آتا تھا۔ شاید یہ پہلی دفعہ ہو گا کہ ہماری تجاویز بھی اس بجٹ میں شامل ہوں گی اس پر میں حکومت، وزیر اعلیٰ پنجاب اور اس کی پوری ٹیم کو مبارکباد دیتا ہوں۔ پچھلی حکومت میں بہت سے دعوے ہوتے تھے کہ پڑھا لکھا پنجاب لیکن سوائے اشتہارات کے عملی طور پر کچھ نہیں ہوتا تھا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ اس کا بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: This is no way یہ بجٹ تقریر ہے۔

مہر اشتیاق احمد: جناب سپیکر! آپ ان کی بات سن لیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ کیا بات کر رہے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ کام میرے دیکھنے کا ہے۔ پلیز! تشریف رکھیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: آپ بتا دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کی تقاریر جو یہاں پر ہوئی ہیں اگر وہ نکالوں تو آپ کو پتا چل جائے گا۔ بہر حال پلیز بیٹھ جائیں اور سننے کا حوصلہ رکھیں۔

مہر اشتیاق احمد: جناب سپیکر! میں کوئی غلط بات نہیں کر رہا، میں وزیر اعلیٰ پنجاب اور ان کی ٹیم کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آج جو طلباء first, second اور third آئے ہیں انہوں نے practically ان کے لئے انعامات رکھے ہیں۔ اس کے علاوہ مضمون نویسی اور تقریری مقابلے کروائے اس سے ہمارا talent ابھر کر سامنے آئے گا۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ پچھلی حکومت نے کیا کیا تھا؟ اگر ایک کام اچھا ہوا ہے تو ہم اسے appreciate بھی نہ کریں۔ میرا حلقہ لاہور میں شامل ہے تو سبزہ زار کے اندر جو پلاٹ کالج بنانے کے لئے رکھے ہوئے تھے وہ پچھلی حکومت نے auction کر دیئے۔ میں اب وزیر اعلیٰ کا مشکور ہوں کہ اس دفعہ میں نے انہیں گزارش کی کہ جو پلاٹ باقی ماندہ بچ گئے ہیں وہاں پر تعلیم کے لئے کالج وغیرہ بنائے جائیں۔ جو پالیسیاں سابق گورنمنٹ کی چلی آ رہی ہیں اس میں ایک پالیسی یہ بھی ہے کہ اگر پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر گرلز کالج ہے تو دوسرا کالج بن نہیں سکتا۔ میری یہ تجویز ہے کہ ان پالیسیوں کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ لاہور میں آبادی اتنی زیادہ ہے کہ یہاں پر ہر گلی کے کونے پر کالج ہو تو تب بھی میں کہتا ہوں کہ کم ہے۔ میری یہ تجویز بھی ہے کہ اسے آئندہ بجٹ میں شامل کیا جائے اور یہ پالیسی جس پر سیکرٹری صاحب objection لگا کر بھیجتے ہیں کہ اتنا فاصلہ کم ہے اور فلاں مسئلہ ہے۔ میں پرائیویٹ سکولوں کی بات کروں گا کہ ان کی جو maximum فیسیں ہیں ان پر قدغن لگایا جائے کیونکہ سہولیات تو وہاں پر ہوتی نہیں ہیں لیکن جتنا ان کا دل چاہتا ہے وہ اتنی فیسیں لیتے ہیں۔ میری اپنی حکومت سے یہ گزارش ہے کہ پرائیویٹ سکولوں کی زیادہ فیسوں کے حوالے سے کمیٹی بنائی جائے تاکہ ان کی maximum فیسوں کو ایک limit میں لایا جائے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ آزاد عدلیہ کے لئے ہم سب جدوجہد کرتے رہے ہیں۔ ہمیں خوشی ہوتی ہے کہ آج ان کے لئے عملی طور پر بھی قدم اٹھایا گیا اور نچلی عدالتوں میں تین گنا تنخواہیں بڑھا دی گئیں جس سے انشاء اللہ انصاف میں بہتری آئے گی لیکن اس کے ساتھ میری ایک تجویز اور بھی ہے کہ نچلے level پر بھی دو حصوں میں تقسیم کیا جانا چاہئے، ایک سینئر اور ایک جونیئر۔ جب کوئی کیس جاتا ہے تو اس کی تعمیل ہوتی ہے لیکن کبھی تعمیل نہیں ہوتی جس پر عرصہ لگ جاتا ہے اور کبھی اخبار میں اشتہار آتا ہے۔ میری گزارش ہے کہ جونیئر ججوں کے ذمے وہ چیزیں لگائی جائیں اور سینئر جج evidence کے بعد وہ فیصلہ دے تاکہ کوالٹی بھی بہتر ہو جو ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب چاہتے ہیں میں اس کے لئے تجویز دوں گا کہ آئندہ بہتری کے لئے اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے۔

جناب سپیکر! یہاں اگر ہم انصاف کی بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ پولیس کی بات نہ کریں۔ جب تک پولیس کا نظام درست نہیں ہوگا تب تک ہم اچھے نتائج حاصل نہیں کر سکتے۔ یہاں پر پیسوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے انوسٹی گیشن اور آپریشن کا علیحدہ علیحدہ سسٹم کیا تھا جس کے آج میرے خیال میں اچھے نتائج سامنے نہیں آئے۔ ہم کسی ایک پر ذمہ داری نہیں لگا سکتے کہ اس کا outcome کیا ہوگا؟ آپریشن والے پرچہ کاٹتے ہیں جو آگے انوسٹی گیشن والوں کو دے دیتے ہیں جس کی وجہ سے کسی پر ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ انوسٹی گیشن والے کہتے ہیں کہ انہوں نے پرچہ ہی اچھا نہیں کاٹا اس لئے ہم ملزم نہیں پکڑ سکتے، فلاں نہیں کر سکتے۔ میری گزارش ہے کہ ہمیں اس پر غور کرنا چاہئے اور کسی ایک کو ذمہ دار ٹھہرانا چاہئے تاکہ ہم آئندہ کے لئے بہتر نتائج لے سکیں۔ اس کے ساتھ میں پولیس کے حوالے سے ایک اور بات کرنا چاہوں گا۔ ایک ایس پی پورے پاکستان میں کہیں بھی لگ سکتا ہے۔ اب ان کی A.C.R کا نظام اتنا فضول ہے کہ ان کی آٹھ آٹھ، دس دس سال A.C.R نہیں لکھی جاتی۔ ایک A.S.I اپنے آفیسر کے نیچے کام کرتا ہے لیکن وہ آٹھ دس سال کے بعد جب ریٹائر ہو جاتا ہے تو پھر وہ متعلقہ آفیسر کے پاس اپنی A.C.R لکھوانے کے لئے جاتا ہے۔ اس کے لئے پیسوں کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس نظام کو بہتر بنایا جائے اور تبدیلی لانی چاہئے کہ جب بھی کوئی آفیسر تبدیل ہو تو وہ اپنے نیچے والے ہر آفیسر کی A.C.R لکھ کر جائے بے شک اس کو ٹائم دیا جائے تاکہ آئندہ آنے والے آفیسر کو یہ پتا چل سکے کہ کون سا بندہ اچھا تھا؟ اس طرح تو گدھا گھوڑا ایک ہی طرح

ہو گا جو آیا وہ ویسے ہی لکھ کر چلا جائے گا۔ لہذا میری یہ گزارش ہے کہ A.C.R کے سسٹم کو فعال بنایا جائے تاکہ فوری طور پر اچھے اور بُرے کا پتا چل سکے۔

جناب سپیکر! میں اپنے علاقے کے حوالے سے بات کروں گا۔ ویسے تو صحت کے بہت مسائل ہیں لیکن وزیر اعلیٰ نے مفت ڈائیلسز کا جو انتظام کیا ہے ان کو بہت بڑا credit جاتا ہے کیونکہ یہ بہت بڑا مسئلہ تھا۔ آج میں پھر حکومت پنجاب کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے اس ڈائیلسز کو دوبارہ سے شروع کیا ہے۔ میرے حلقے میں ایک سلاٹر ہاؤس ہے جس کا میں پچھلے پانچ سال اسی floor پر عرض کرتا رہا ہوں۔ میں پھر اس پر بات کروں گا تو میرے اپوزیشن کے بھائیوں کو اچھی نہیں لگے گی۔ پچھلے وزیر اعلیٰ جب میرے حلقے میں آئے تو انہوں نے کہا کہ ایک مہینے کے اندر اندر یہ سلاٹر ہاؤس باہر شفٹ ہو جائے گا لیکن آج تک نہیں ہوا جس سے میرے حلقے میں ہی نہیں بلکہ پورے لاہور میں صحت کے حوالے سے مسائل بڑھ رہے ہیں۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ سلاٹر ہاؤس کو میرے حلقہ سے جلد از جلد باہر شفٹ کیا جائے۔ اس کے علاوہ میرے حلقہ میں قبرستان کا بڑا مسئلہ ہے۔ بند کے پار بہت سی جگہ پڑی ہوئی ہے تو میری حکومت پنجاب سے یہ تجویز ہے کہ وہاں پر کوئی جھیل وغیرہ بنائی جائے جس سے تفریحی ماحول پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ وہاں کے مسائل بھی کم ہوں گے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر مسرت حسن صاحبہ!

ڈاکٹر مسرت حسن: شکریہ۔ جناب سپیکر! بہت سی باتیں تو میری بہنوں اور بھائیوں نے کہہ دی ہیں اس لئے میں صرف انہی باتوں کی طرف توجہ دوں گی جس کا ابھی ذکر نہیں ہوا۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہمیں بجٹ میں long term budget کے واسطے بھی بہت بڑا حصہ مختص کرنا چاہئے مثلاً خیراتی سکیموں کی بجائے اگر بجٹ کا بیشتر حصہ اہلیت بڑھانے کی ٹریننگ پر خرچ کیا جائے تو پھر وہ بہت بہتر ہو گا، جیسا کہ سب لوگ ذکر بھی کر چکے ہیں کہ اس سے بھکاریوں اور مانگنے والوں میں کمی آئے گی اور trained لوگ زیادہ ہوں گے جو معاشرے کے لئے زیادہ موثر کردار ادا کر سکیں گے۔

جناب سپیکر! ہر ٹریننگ اور تعلیم جو بڑے شہروں میں میسر ہے، میں کہتی ہوں کہ ایک بار ہم دل بڑا کر کے آٹھ جگہوں پر ایسے سنٹرز قائم کریں جہاں پر ہر قسم کی ٹریننگ میسر ہو۔ ہم ذکر کرتے ہیں کہ سکول کھولے جائیں، یہ کیا جائے اور وہ کیا جائے۔ میرا تعلیم کے شعبہ سے تعلق ہے اور اکثر سننے میں آتا تھا کہ گاؤں وغیرہ میں ٹیچرز جاتے ہی نہیں ہیں۔ اگر locally ان کو ٹیچرز ٹریننگ دی جائے گی تو وہ وہیں رہیں گے اور انہی سکولوں میں پڑھائیں گے۔ شہروں میں یہ ٹریننگ دی جاتی ہے اور یہاں پر جو trained ہوتے ہیں تو زیادہ تر یہیں سے تعلق رکھتے ہیں پھر وہ چھوٹی جگہوں پر جانے سے ہمیشہ پرہیز کرتے ہیں تو میں یہ کہتی ہوں کہ آٹھ بڑے سنٹرز بنا دیئے جائیں جہاں پر ہر وہ ٹریننگ جو شہروں میں میسر ہے، دستیاب کی جائے تو اس سے ایک دم سے تعلیم کا پھیلاؤ ہوگا اور بہت سے لوگ فائدہ اٹھا سکیں گے۔

جناب سپیکر! You see بات اصل میں یہ ہے کہ اس کا ایک یہ بھی فائدہ ہوگا کہ وہاں پر علاقائی حالات کو مدنظر رکھ کر اس کی تحقیق کرنے والے ادارے وجود میں آئیں گے مثلاً بہت ساری چیزوں میں تحقیق کی ضرورت ہے۔ یہ سننے میں آتا ہے کہ sewerage کے پانی کا اتنا پھیلاؤ ہے اور یہ ہر جگہ اتنا زیادہ نقصان کر رہا ہے کہ کوئی پتا نہیں چلتا کہ اس کا کیا علاج کیا جائے تو میرے علم میں ہے کہ ایسے پودے موجود ہیں جو اگر لگائے جائیں تو وہ sewerage کے پانی کو شفاف پانی بنا دیتے ہیں تو علاقائی حالات کے مطابق تحقیق کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ solid waste management کی معلومات حاصل کی جائیں کیونکہ میں نے سنا ہے کہ جرمنی میں ایسے ادارے ہیں جو پلاسٹک جلا کر بجلی پیدا کرتے ہیں تو ہمیں ضرور اس بارے میں تحقیق کرنی چاہئے کیونکہ ہمارے ہاں تو waste کے انبار لگتے جا رہے ہیں اور پلاسٹک ایسا ناسور ہے جو کبھی گلتا اور سڑتا بھی نہیں ہے تو اگر اسے جلا کر بجلی پیدا کی جا سکے تو میرے خیال میں یہ بہت فائدہ مند ہوگی۔ میں جس بات کو بہت زیادہ اہمیت دیتی ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں، ہر وقت ہم یہ سنتے ہیں کہ حکومت نے اس چیز کے لئے اتنے روپے وقف کر دیئے۔ ہوتا کیا ہے کہ روپے تو مختص ہو جاتے ہیں لیکن جیسے میری بہن نے کہا کہ کبھی اس کا استعمال ہی نہیں ہوتا لیکن اکثر ہوتا ہے کہ پتا ہی نہیں چلتا کہ وہ روپے گئے کہاں؟ میں یہ کہتی ہوں کہ ہمیں یونین کونسل کی سطح

پر monitoring cell بنانے چاہئیں جہاں پیسے خرچ کر کے ان کی ٹریننگ کرائیں کہ وہ کیسے judge کریں کہ وہ رقم ٹھیک خرچ ہو رہی ہے؟ یقین جانیے کہ ان علاقوں کے لوگوں کو پتا چلے کہ ہمارے لئے اتنے پیسے حکومت نے دیئے ہیں یقیناً ان کو اگر ایک monitoring cell کا حصہ بنایا جائے، چاہے انہیں تھوڑی سی مراعات بھی دے دی جائیں تو یہ monitoring ایسی چیز ہے جس کا ہمارے ملک میں بہت فقدان ہے۔ جب تک monitoring نہیں ہو گی پیسے کسی چیز کے لئے مختص کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر! آخر میں میری بات یہ ہے کہ اپنی وراثت کو قائم رکھنے کے لئے فنڈز رکھنے چاہئیں تاکہ ہم نے جو خوب صورت چیزیں inherit کی ہیں، انہیں ہم قائم رکھ سکیں، اپنی آنے والی نسلوں کو ان کے بارے میں بتا سکیں اور ان کے بارے میں تحقیق کر سکیں کیونکہ آج تک ہوتا یہ آیا ہے کہ ہمارے بچے کوئی excellence کی چیز ہو تو وہ West کی طرف ہی دیکھتے ہیں تو کیوں نہ ہم انہیں یہاں پر وہ چیزیں دکھائیں کہ ہم بھی کیا تھے، ہم نے کیا کیا کیا؟ تو میرا خیال ہے کہ وہ اپنے ملک پر ضرور فخر کریں گے تو اس کے لئے ہمیں ضرور ایک رقم رکھنی چاہئے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: سید ابرار حسین شاہ صاحب!

سید ابرار حسین شاہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے میں عرض کروں گا کہ pre-budget بحث کے حوالے سے ہمارے پنجاب میں وزیر اعلیٰ جو انتہائی محنت سے کام کر رہے ہیں، ان سے میں آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ ہمارے ڈویلپمنٹ فنڈز کو براہ مہربانی ہر حلقے میں برابر اور انصاف کے ساتھ تقسیم کیا جائے کیونکہ اپنی اپنی جگہ ہر علاقے میں اتنے مسائل کھڑے ہیں جن کا زبانی لفظوں میں تو کہا جا سکتا ہے لیکن اپنے مسائل کے حل کے لئے وہ بہت زیادہ پریشان ہیں جیسے کہ خاص طور پر میں عرض کروں گا کہ میرے حلقے میں سڑکوں کی حالت یہ ہے کہ جو بڑی سڑکیں سو، سو گاؤں کو approach کرتی ہیں، ان کی حالت یہ ہے کہ وہ نظر نہیں آتی ہیں کہ یہ سڑکیں ہیں تو میری یہ گزارش ہے کہ آبادی کے لئے راستوں کا ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ ادھر بھی رہنے والے لوگ ہمارے بھائی ہیں اور ان کا بھی ویسا ہی حق ہے پنجاب میں جیسا کہ ہر علاقے کے رہنے والے کا

ہے۔ وہاں پر مریض بھی آسانی سے ہسپتال نہیں جا سکتا کیونکہ راستہ ہی نہیں ہے۔ اگر بچوں نے سکول، کالج جانا ہے تو ان کے لئے بھی بڑا مسئلہ ہے اور وہ سکول، کالج نہیں جا سکتے تو میری انتہائی ادب کے ساتھ گزارش ہے کہ ہماری ترقیاتی سکیموں کے فنڈز برابر تقسیم کئے جائیں تاکہ میرے حلقے کی سڑکوں کے مسائل حل ہوں۔

جناب سپیکر! میں حکومت پنجاب کی تعلیم کے بارے میں پالیسی کا بہت زیادہ شکریہ ادا کرتا ہوں کیونکہ تعلیم کے حوالے سے بڑی توجہ دی جا رہی ہے لیکن اس میں میری یہ گزارش ہے کہ میرے حلقہ میں تعلیم کے حوالے سے بھی بہت زیادہ مسائل ہیں کیونکہ میرا حلقہ تین قصبات منڈی فیض آباد، وار برٹن اور موڑ کھنڈا پر مشتمل ہے جن کی آبادی تقریباً ایک ایک لاکھ افراد پر مشتمل ہے لیکن وہاں پر بوائز تو کیا گرلز کالج بھی کسی ایک قصبے میں نہیں ہے تو کیا وہاں کی آبادی اور وہاں کے رہنے والوں کا حق نہیں ہے کہ وہاں کے بچے بھی تعلیم حاصل کر سکیں؟ تو میں انتہائی ادب کے ساتھ یہ بھی اپنے جناب وزیر اعلیٰ کو عرض کروں گا کہ میرے حلقے میں خصوصی طور پر ان قصبہ جات کے لئے کالجز قائم کرنے کے لئے فنڈز مختص کئے جائیں تاکہ وہاں کے رہنے والے لوگ بھی تعلیم عام کرنے کی پالیسی سے مستفید ہو سکیں۔

جناب سپیکر! shortly میں یہ بھی عرض کروں گا کہ medicine کے حوالے سے صبح کافی بحث چل رہی تھی کیونکہ سب کا حق ہے کہ medicine ملے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ادھر بھی روشنی ڈالنی چاہئے کہ غریب لوگ جو صاحب استطاعت نہیں ہیں وہ ادویات کے لئے بہت زیادہ پریشان ہیں اور خاص طور پر میں آپ کو پر زور عرض کروں گا کہ ہر ہسپتال میں ایمرجنسی کی medicine میسر ہو تاکہ اتفاقیہ حادثات ہوں یا خصوصی طور پر دل کا مرض ایسا ہے کہ اس میں وقت کی بہت زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔ کم از کم ہر ہسپتال میں ایمرجنسی والی دوائی تو لازمی دی جائے اور وہ سٹور میں ہر وقت موجود ہونی چاہئے تاکہ جو بھی مریض ایمرجنسی میں آتا ہے اس کو وہاں medicine مل سکے۔ مجھے یہ بھی علم اور یقین ہے کہ حکومت کی طرف سے کافی حد تک دوائیوں میں support بھی کی جاتی ہے لیکن اس سلسلے میں، میں مشورے کے طور پر عرض کروں گا کہ وہاں ایک کمیٹی بنائی جائے جو ہر ہسپتال میں ہو جو ہر آنے والی ادویات کو چیک رکھیں۔ وہاں ایک

چارٹ ہو جس پر ہسپتال کی موجودہ ادویات کا ریکارڈ ہو تاکہ کسی کو انکار کرنے کی جرأت نہ ہو۔ اس کمیٹی میں ہر ماہ دوائی کے استعمال ہونے کا اور مزید نئی ملنے کا جائزہ لیا جائے۔ بلاشبہ اس کمیٹی میں locality کے کچھ لوگ بھی شامل ہوں تاکہ ہسپتال میں جو دوائی تقسیم ہوتی ہے اور خصوصی طور پر یہ دوائی پر ان لوگوں کا حق ہے جو مستحقین ہیں۔ وہ لوگ اس دوائی اور حکومت کے اس منصوبہ سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس طرح ہماری حکومت کی عزت بھی بحال ہو گی اور وقار بھی بلند ہو گا کیونکہ حکومت خاص طور پر غریبوں کے سلسلے میں نعرہ لگاتی ہے، حکومت ان لوگوں کی حق رسی تک پہنچے گی، شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ دیبا مرزا!

محترمہ دیبا مرزا: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں جناب وزیر اعلیٰ پنجاب اور ان کی ٹیم کو pre-budget proposals پیش کرنے کا موقع دینے پر شکریہ ادا کرتی ہوں۔ میں پنجاب حکومت کے پروگرام سستی روٹی، Food Stamp Scheme اور Green Tractor Scheme کے حوالے سے بھی وزیر اعلیٰ پنجاب کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ میری health سے متعلقہ دو تین proposals ہیں۔ جناب وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف چونکہ ہیلتھ پر خصوصی توجہ دے رہے ہیں اور انقلابی اقدامات کر رہے ہیں۔ میری تجویز ہے کہ علامہ اقبال ہسپتال ضلع سیالکوٹ میں ایک Burn Unit قائم کر دیا جائے اور اس کے ساتھ ایک heart کے unit کا قیام بھی بہت ضروری ہے۔ جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کے حکم سے ہسپتال میں Dialysis Centre تو قائم ہو چکا ہے مگر اس Dialysis Centre کے لئے ایک جنریٹر کی ضرورت ہے جس کی مالیت نو لاکھ روپے ہے۔ اگر یہ جنریٹر مہیا کر دیا جائے تو Dialysis Centre working position میں آجائے گا اور یہ ضلع پر بہت بڑا احسان ہو گا۔

میری ایک تجویز یہ بھی ہے کہ District Hospital میں Trauma Centre بھی قائم کر دیا جائے تاکہ بہت ساری قیمتی جانیں اگر حادثات ہوتے ہیں تو لاہور آنے تک وہ جانیں اللہ کو پیاری ہو جاتی ہیں تو میری یہ بھی تجویز ہے کہ ہسپتال میں ایک Trauma Centre بھی قائم کر دیا جائے۔

جناب سپیکر! ہیلتھ کے علاوہ education سے متعلقہ میری ایک تجویز ہے کہ گورنمنٹ گرلز پوسٹ گریجوایٹ کالج سیالکوٹ کے لئے پہلے دو بسیں کوئی تین سال پرانی ہوتی تھیں جو طالبات کو گاؤں سے لانے لے جانے کے کام آتی تھیں وہ اب اتنی فرسودہ ہو چکی ہیں کہ ناکارہ ہو کر کھڑی ہیں اور طالبات کو بہت پریشانی ہے۔ اس سلسلے میں میری تجویز ہے کالج کے لئے جو پوسٹ گریجوایٹ کالج ہے اس کے لئے چار نئی بسیں مہیا کر دی جائیں۔

میری ایک اور تجویز یہ ہے کہ گورنمنٹ کرسچیئن کالج حاجی پورہ جو انٹر کالج ہے اگر اسے upgrade کر کے پوسٹ گریجوایٹ کالج کا درجہ دے دیا جائے تو ضلع کی ضرورت کافی حد تک پوری ہو جائے گی۔ میری ایک تجویز یہ بھی ہے کہ ضلع سیالکوٹ سے لاہور تک آنے کے لئے روڈ سنگل ہے اور اس سنگل روڈ پر آئے دن حادثات ہوتے ہیں اور بہت ساری قیمتی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ میری اس سلسلے میں یہ تجویز ہے اس بجٹ میں اگر اس روڈ کو ڈبل کر دیا جائے اور اسی سال اس کو بجٹ میں شامل کر کے فنڈ رکھا جائے تو یہ ضلع پر بہت بڑا احسان ہوگا۔

جناب سپیکر! میری آخری تجویز یہ ہے کہ تحصیل سیالکوٹ میں واٹر سپلائی سسٹم جو ساٹھ سال پرانا ہے۔ پانی سپلائی کے تمام پائپ ٹوٹے ہوئے ہیں اور سیوریج کا پانی ان میں mix ہو کر آتا ہے جو لوگ پینے پر مجبور ہیں۔ اس وجہ سے ضلع میں ہیپاٹائٹس کی بیماری بہت زیادہ پھیل چکی ہے اور بہت زیادہ اموات اسی وجہ سے ہوتی ہیں۔ وہاں بہت ہی گندا پانی ہے جو لوگ afford کر سکتے ہیں وہ تو mineral water استعمال کرتے ہیں لیکن ایک متوسط طبقہ اور lower middle کلاس یہ گندا پانی پینے پر مجبور ہے جس کی وجہ سے بہت قیمتی جانیں ضائع ہو رہی ہیں۔ میری یہ تجویز ہے کہ اس بجٹ میں یہ پرانی اور واٹر سپلائی کی تمام لائنیں تبدیل کر دی جائیں تو بہت مہربانی ہوگی۔ شکریہ

محترمہ طیبہ ضمیر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ طیبہ ضمیر: جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہوں گی کہ کیا تقریر دیکھ کر پڑھنے کی اجازت ہے؟ انہوں نے ساری تقریر دیکھ کر پڑھی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں تشریف رکھیں، محمد حفیظ اختر چودھری!

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: شکریہ۔ جناب سپیکر! اس وقت pre-budget session ہے جس میں تجاویز لی جا رہی ہیں۔ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا صرف چند تجاویز دینا چاہتا ہوں کیونکہ مجھے ٹائم کا بھی خیال ہے۔ اس وقت planning کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ خاص طور پر ایسے بہت سے departments ہیں جن کو میں پہلے بھی mention کر چکا ہوں اور اگر مزید اس کی ضرورت پڑے گی تو میں ان department کو mention کر دوں گا۔ یہ departments جو white elephant کا role ادا کر رہے ہیں اور ان کا اس ملک کے لئے اور اس قوم کے لئے کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں سب سے پہلے بجٹ میں یہ review کرنا ہوگا اور وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف کی قیادت میں تمام منسٹرز اور ان کی ٹیم کو اپنے اپنے departments کو review کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسے کون سے ادارے ہیں جن کی افادیت نہیں ہے ایسے departments کو ہمیں ختم کر دینا چاہئے اور ان departments کے تمام technical staff کو دوسرے departments میں shift کر دینا چاہئے۔ agriculture کے حوالے سے ہمارا ملک جس کی تقریباً ساٹھ فیصد economy base کرتی ہے اور یہ زیادہ تر آبادی دیہات سے منسلک ہے۔ agriculture کو promote کرنے کے لئے agriculture policy review کرنے کی اشد ضرورت ہے جس میں مارکیٹنگ کے حوالے سے میں چند گزارشات پیش کروں گا جس کو pre-budget میں شامل کیا جائے۔ agro marketing کو export zone بنائے جائیں اور ان کے لئے بجٹ رکھا جائے۔ جس میں vegetable, fruit export zone بنائے جائیں۔ اس وقت کیا ہو رہا ہے کہ اس میں farmer بھی پس رہا ہے اور consumer بھی پس رہا ہے۔ ایک middle man کا role specify نہیں ہے اس کو limit کرنے کی ضرورت ہے اور agro marketing کو فعال بنانے کی ضرورت ہے اس طرح جب ہم export میں جائیں گے تو ہماری economy میں جو role play ہوگا اس میں ہمیں سہارا ملے گا۔ ہماری تقریباً 90 فیصد انڈسٹری agro base ہے۔ خواہ وہ شوگر کی ہو، رفحان سے تعلق رکھتی ہو، چاہے کارن سے متعلقہ ہو مشینری کے علاوہ جتنی بھی ہماری انڈسٹری ہے وہ

تقریباً agro base ہے۔ ہمیں اس طرف توجہ دینا ہو گی کہ اگر ہم agriculture کو promote کرنا چاہ رہے ہیں تو اس کے لئے ہمیں agro base industry کو promote کرنے کی ضرورت ہے اور ہمیں valuable products میں جانے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! جس طرح energy کا بحران چل رہا ہے تو اس میں بہت سے دوستوں نے اپنی تجاویز منسٹر صاحب تک پہنچائیں۔ اس میں دیہات سے منسلک جتنے بھی لوگ ہیں وہاں پر bio-technology کو عام کرنا چاہئے۔ کیونکہ bio-technology ایسی technology ہے جس کی وجہ سے ہم energy کے بحران پر قابو پا سکتے ہیں جس سے ہم اپنے ٹیوب ویل چلا سکتے ہیں، جس سے ہم اپنی بجلی generate کر سکتے ہیں۔ اس طرح کے پراجیکٹ اگر لائے جائیں اور اس میں سپیشل بجٹ رکھا جائے تو یہ بائیو ٹیکنالوجی، solar اور سمال ڈیم جو ہیں اس طرح کے پراجیکٹس میں کام کرنے کی اور اس میں سپیشل بجٹ رکھنے کی ضرورت ہے جہاں یہ ہم کر سکتے ہیں۔

جناب والا! دوسرا جو میرا سب سے اہم point ہے وہ فارسٹ کے حوالے سے ہے، ایگریکلچر کے حوالے سے کافی باتیں ہو چکی ہیں۔ اس وقت plantation کی ہمیں اشد ضرورت ہے۔ ہمارے پنجاب کی نو کروڑ کی آبادی ہے اس آبادی کو pollution کے حوالے سے، خواہ اس میں ہماری انڈسٹری وابستہ ہے، ہماری اکنامکس میں وہ ایک role play کرتی ہے لیکن pollution میں پودے جو role play کرتے ہیں وہ immeasurable ہے تو اس لئے plantation کے لئے خاص طور پر بجٹ رکھنے کی ضرورت ہے اور اس میں private sector میں جتنے بھی جنگلات ہیں اور جتنے بھی farmers plantation کرتے ہیں ان میں legislation کرنے کی ضرورت بھی ہے تاکہ اس پودے کو ایک ٹائم تک اکھاڑا نہ جا سکے کیونکہ وہ بھی pollution کے حوالے سے اس میں اہم role play کر رہے ہیں۔ اس کے بعد آثار قدیمہ کے بارے میں بات کرنا چاہوں گا ہمارے پاس بہت سے ایسے آثار قدیمہ ہیں جن کے لئے بجٹ نہیں مختص کیا گیا تو میری گزارش ہو گی کہ ایسے آثار قدیمہ جو بہت پرانے اور جو سب سے پرانی تہذیب کے ہیں ان کے لئے اور ان کی renovation کے لئے سپیشل طور پر بجٹ مخصوص کیا جائے اس کے visitor کی facility کے لئے road improvement کی جائیں اس کے لئے بجٹ ضرور رکھنا چاہئے۔ جب گرین ٹریکٹر سکیم شروع کی گئی

تو بہت سے دوستوں نے اس کے حق میں بھی باتیں کیں لیکن یہ ایک farmer کو facilitate کرنے کی بات ہے ۔ اس میں 2۔ ارب روپے کا بجٹ گرین ٹریکٹر سکیم میں رکھا گیا اور جس میں belting کے ذریعے صرف 10 ہزار farmers مستفید ہو سکے ہیں ۔ ہر کسان کے پاس ٹریکٹر بھی موجود ہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اس ٹریکٹر کو کسان کس طرح چلائے اگر اس کو calculate کیا جائے جو مزید اس میں گورنمنٹ پنجاب اگلے بجٹ 10-2009 میں رکھنا چاہ رہی ہے تو اس میں تقریباً 20 liters diesel per day, per tractor or per tubewell آتا ہے اگر اس ٹریکٹر کی بجائے وہ دے دیا جائے تو میرا خیال ہے کہ ہر کسان اس سے مستفید ہو گا اگر اس کو ٹریکٹر سکیم میں ہی لے کر آنا ہے تو اگر ہم total لوکل انڈسٹری کی پروڈکشن کا حساب لگائیں تو تقریباً ہماری ایک سال کی لوکل انڈسٹری کی جو پروڈکشن ہے اس پر ہم 50 ہزار ٹریکٹر subsidize کر سکتے ہیں تاکہ جو کسان بھی ٹریکٹر خریدے وہ اس سے مستفید ہو سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاؤس کا وقت مزید آدھا گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے اور kindly اب آپ wind up کر لیں۔

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: جی، جناب سپیکر! میں بس ایک منٹ اور لوں گا۔ اس میں دو تین اور باتیں ہوئی ہیں جس میں فوڈ سٹمپ اور بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام ہیں، یہ ایسے پروگرام ہیں جس میں پہلے ہی سادہ تعلیم دے کر ہم کلرک پیدا کر رہے تھے اور اب اس سکیم کی وجہ سے ہم فقیر پیدا کر رہے ہیں۔ میرے تمام دوست جو اس ہاؤس میں موجود ہیں ہمارے حلقہ سے ہر دوست کی خواہش یہ ہے کہ خواہ وہ 100 سال کا ہو کہ میرا کارڈ بن جائے میں ہزار روپیہ لے کر پھر مر جاؤں۔ اس سے بہتر ہو گا کہ ہم جس طرح میجر صاحب نے یا دوسرے لوگوں نے suggestions دیں کہ اس میں ہم کوئی small project بنائیں اس کی انکم کا ذریعہ بنائیں تاکہ مستقل طور پر اس کے مسئلہ کا حل نکلے۔ ہم ان short term policies کو ختم کر دیں اور long term planning پر کام کریں۔ ہم اس طرح کے پراجیکٹ لے کر آئیں جس سے وہ مستقل طور پر مستفید ہو سکے تو میری یہ تجویز ہے کہ اس سکیم کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے اس میں تھوڑی سی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔ اگر

ہم farmer families پر small projects لے کر آجائیں تو میرا خیال ہے کہ ہم اس ملک کی ترقی میں کوئی role play کر سکیں گے ہم اپنی اکانومی میں فقیر پیدا نہیں کریں گے بلکہ ہم ان کے لئے ایک روزگار کا مستقل ذریعہ پیدا کریں گے۔ میرا خیال ہے کہ میں پہلے ہی کافی وقت لے چکا ہوں، بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، یہ خیال نہیں، میرا یقین ہے۔

جی، گورچانی صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ایک منٹ دے دیں۔ میری ایک observation ہے وہ kindly آپ نوٹ کر لیں، اپوزیشن اور treasury benches دونوں طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ آپ قوم کو بھکاری نہ بنائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بالکل نوٹ ہو رہا ہے۔

مہر اشتیاق احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، گورچانی صاحب!۔۔آپ ایک منٹ ٹھہر جائیں۔ان کے بعد پھر میں آپ کو ٹائم دیتا ہوں۔

مہر اشتیاق احمد: جناب سپیکر! یہ ایک طرف میرے بھائی کہتے ہیں کہ بھکاری بنانے والی بات ہے، ہم بھی خود یہ سمجھتے ہیں کہ short term کے لئے نہ بنائیں لیکن پہلے تو لوگوں کا سانس ہی نہیں نکل رہا یہ تو اس لئے سستی روٹی اور دوسرا پروگرام دیا گیا کہ لوگوں کا سانس بحال ہو، جو پچھلی آٹھ سالہ پالیسی تھی اس کی وجہ سے تو سانس نہیں نکل رہا تھا، ہم کوئی مستقل پالیسی adopt نہیں کر رہے ہیں۔ ہم نے تو کہا ہے کہ 100 روپے پنجاب حکومت غریب لوگوں کو دے رہی ہے اس سے وہ کیا خرید سکتا ہے؟ گھی، آٹا، دالیں، چینی تو اس میں ہر قسم کی سبسڈی دی گئی ہے۔ ایسے ہی یہ کہے جا رہے ہیں کہ لوگوں کو بھکاری بنا رہے ہیں، قوم کے پاس تو روٹی کھانے کو نہیں ہے، ہم بھکاری کیا بنا رہے ہیں، کیا بھکاری کچھ بھی نہیں کھا سکتا؟ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ جی، گورچانی صاحب!

سردار اطہر حسن خان گورچانی: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ میں continue کرنا چاہوں گا سردار محسن خان کی بات جو تھوڑی دیر پہلے انہوں نے کی تھی کہ لاہور شہر میں اور باقی صوبہ پنجاب میں disparity ہے اس کو ختم کیا جائے اور ایک لاہور شہر کو اتنا بڑا بجٹ دے دیا جاتا ہے جبکہ باقی جو تین ڈویژن ہیں، ملتان، بہاولپور، اور ڈی جی خان ان تینوں کا بھی اتنا بجٹ نہیں ہوتا جتنا کہ لاہور سٹی میں آ جاتا ہے اور پندرہ، بیس فیصد بجٹ ring road کے لئے مختص کر دیا جاتا ہے تو مہربانی فرما کر اس چیز کا نوٹس لیا جائے اور گورنمنٹ کو کوئی تجویز پہنچائی جائے کہ disparity ختم کر کے تمام ڈویژن، تمام علاقے برابر کئے جائیں، پہلے وہ برابر کر لیں پھر ring road بھی بنائیں، overhead bridges بھی بنائیں، underpasses بھی بنائیں، جو کرنا چاہتے ہیں کریں۔

دوسری میں یہ بات کرنا چاہوں گا کہ ہمارے راجن پور ڈسٹرکٹ کی hill station "ماڑی" ہے فورٹ منرو کی طرح اس کو بھی develop کیا جائے فیڈرل گورنمنٹ سے ہم نے فنڈز لئے ہیں۔ انہوں نے اس ضمن میں 80 لاکھ روپے مختص کئے ہیں۔ پنجاب گورنمنٹ کو ہم بار بار درخواست کر رہے ہیں لیکن اس کی طرف سے کوئی مثبت جواب نہیں دیا جا رہا۔ یہ ضرور کہا جاتا ہے کہ ہاں جی دیکھتے ہیں، کرتے ہیں لیکن کوئی positive response نہیں ہے۔ اس کے لئے پنجاب گورنمنٹ کوئی پیسا رکھ دے گی تو میرا خیال ہے کہ "ماڑی" ایک developed area بن جائے گا اور فورٹ منرو کی طرح جنوبی پنجاب کے لوگوں کو بھی وہاں پر صحت افزاء مقام ملے گا۔

ایک اور درخواست یہ ہے کہ کچھی کنال جو گلستان کے لئے جا رہی ہے اس میں ویسے تو وفاقی بات آتی ہے لیکن اگر گورنمنٹ آف پنجاب، گورنمنٹ level پر اس بات کی فیڈریشن سے درخواست کرے کہ ڈی جی خان اور راجن پور کا جو area جہاں سے یہ زمین لی گئی ہے، جتنی ایکڑ زمین کے لئے یہ پانی جا رہا ہے اتنا ایکڑ نہر کے نیچے آ رہا ہے تو اس کے لئے کوئی فنڈز دے دیئے جائیں۔ فیڈرل گورنمنٹ کو کہیں کہ ہم ہر سال آپ کو اتنا پیسا دیں گے ہمیں اتنا پانی کچھی کنال کے through دلائیں یا جو بھی طریق کار ہے اس کے مطابق پانی لے لیں تاکہ ہمارے علاقے جو بنجر

پڑے ہوئے ہیں، چار، پانچ لاکھ ایکڑ، ڈی جی خان اور راجن پور میں بنجر پڑے ہوئے ہیں اور وہاں پانی نہیں جاتا، وہاں کچھی کنال سے ہمیں پانی مل جائے گا تو وہ ہمارے لئے بہت فائدہ مند ہوگا۔

ایک اور بات جو میں کرنا چاہوں گا کہ 4 کروڑ روپیہ ہر ایم پی اے کو development funds کے لئے دیا گیا ہے لیکن ساتھ ہی ہمیں bound کر دیا گیا ہے کہ آپ اس میں سے education sector میں اتنا پیسا لگائیں، health sector میں اتنا لگائیں۔ دیکھیں! راجن پور سے ہم آئے ہوئے ہیں، ہمیں پتا ہے کہ راجن پور میں کیا ضروریات ہیں؟ وہاں پر ہمارا basic infrastructure ہی موجود نہیں ہے، وہاں پر سڑکیں نہیں ہیں اگر میں کسی جگہ پر سکول دے دیتا ہوں، پرائیویٹ سکول دیتا ہوں یا ہسپتال دے دیتا ہوں یا اپنی طرف سے جو بھی میری recommendation چلی جاتی ہے وہاں approach ہی نہیں ہو گی تو لوگ وہاں سے کیا benefit لیں گے؟ لہذا ڈی جی خان اور راجن پور کے ہمارے تمام ایم پی ایز کو bound نہ کیا جائے کہ آپ یہ دے سکتے ہیں اور وہ نہیں دے سکتے۔ میرے خیال میں اس چیز کے لئے ضرور وزیر اعلیٰ صاحب کو request کرنی چاہئے کہ ہمیں فری ہینڈ دیں کہ جس طرح ہم ان کو خرچ کرنا چاہتے ہیں کیونکہ کرنا تو سب کچھ گورنمنٹ کی طرف سے ہے۔ صرف ہماری recommendations ہیں جو ہم دے رہے ہیں اور اس پر عمل کیا جائے plus یہ کہ ہمیں یعنی راجن پور اور ڈی جی خان کے ایم پی ایز کے لئے مہربانی کرکے چار کروڑ کی بجائے آٹھ کروڑ دیا جائے کیونکہ چار کروڑ سے تو کچھ بھی نہیں ہوتا اور آپ یہ imagine کریں کہ 37 لاکھ میں تو ایک کلو میٹر روڈ بنتی ہے تو چار کروڑ میں ہم کیا بنا سکتے ہیں۔ اس میں زیادہ سے زیادہ دس یا بارہ کلو میٹر بن جائے گی اس لئے مہربانی کرکے ہمارا بجٹ بڑھایا جائے اور میں یہ نہیں کہتا کہ صرف راجن پور بلکہ اور بھی اضلاع ہیں مثلاً اٹک، بھکر، میانوالی اور لیہ یہ سارے ایسے علاقے ہیں کہ جن پر ہمیں especially دیکھنا چاہئے کہ لاہور سے باہر بھی کوئی علاقے ہیں اور میرا کوئی بھائی یہ کہہ رہا تھا کہ ایک کلو میٹر پر کالج allowed نہیں ہے ہمارے تو پورے حلقے پڑے ہوئے ہیں جہاں پر کالج ہی نہیں ہے تو اس طرف بھی دیکھا جائے اور نظر دوڑائی جائے۔

جناب سپیکر! health sector میں میری یہ suggestion ہے کہ ہمارے rural areas کے ہسپتالوں میں ڈاکٹر صاحبان نہیں آتے۔ ہمارے گاؤں کا ہسپتال 1937 میں بنا تھا

اور وہاں پر امرتسر اور دہلی سے ڈاکٹر آ کر کام کرتے رہے ہیں۔آج حالات یہ ہیں کہ ہمارے گاؤں میں کوئی ڈاکٹر آنا پسند نہیں کرتا۔ مہربانی کر کے ان علاقوں میں ڈاکٹر کے لئے کوئی incentive دیا جائے اور اگر overall ڈاکٹر کو پچاس ہزار دے رہے ہیں تو گاؤں کے لئے ایک لاکھ دیا جائے تاکہ اس کو پتا ہو کہ اسے ریلیف ملے اور اس میں charming ہو کہ اسے زیادہ پیسے مل رہے ہیں تاکہ ڈاکٹر صاحبان وہاں خوش ہو کر کام کرنے کے لئے تیار ہوں۔ otherwise وہاں کوئی آنا پسند نہیں کرتا اور پورا راجن پور اسی طرح پڑا ہوا ہے۔ایک جو D.H.Q ہے جہاں پر شاید کام ہو رہا ہے یا T.H.Q پر کام ہو رہا ہے باقی تمام چھوٹے چھوٹے ایریا میں ہسپتال ختم ہو چکے ہیں اور عمارتیں گر گئی ہیں کیونکہ ڈاکٹر نہ ہونے کی وجہ سے کوئی بھی بندہ انہیں چلا ہی نہیں رہا۔

جناب سپیکر! میری آخری یہ request ہے کہ Hill torrent management ہمارا ایک بہت اہم issue ہے۔ ہر دفعہ راجن پور اور ڈی جی خان میں سیلاب آ جاتا ہے جیسا کہ آپ ٹی وی پر دیکھتے رہے ہوں گے ۔ بہت سارے مالی اور جانی نقصانات ہوئے ہیں ۔ hill torrent management ایک ایسا department بنایا جائے جو آپ کو تجاویز دے کہ اس کو کیسے روکا جائے اور اس دفعہ C.M صاحب نے مہربانی کی کہ ہماری demand پر بیس ہزار گھنٹے بلڈوزر کے ہمیں دیئے لیکن یہ hills torrent اپنے ساتھ اتنا silt لاتے ہیں کہ ہم کتنی دفعہ ان کی کھدائی کریں گے۔ کیا ہر دفعہ اور ہر سال ہمیں بیس ہزار گھنٹے دے دیئے جائیں گے؟ اگر یہ surety ہے تو پھر ٹھیک ہے کوئی ایسی بات نہیں لیکن اس کا کوئی proper حل نکالا جائے اور کوئی management cell ہو جو آپ کو کوئی تجاویز دے کہ اس کے متعلق کیسی حکمت عملی اپنائے اور جو پانی ضائع ہو رہا ہے اس کا بھی کچھ کیا جائے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہمیں نہر نہیں بھی دی جاتی تو اس پانی کا proper system بنا کر دیا جائے تو ہماری فصلیں بہت اچھی ہو جائیں گی۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میاں یاور زمان صاحب!

میاں یاور زمان: جناب سپیکر! میں نے تو کہا ہی نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میاں صاحب!۔۔۔اس کا مطلب ہے کہ آپ کو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔
جی، نرگس فیض ملک صاحب!

محترمہ نرگس فیض ملک: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے اتنے بڑے اہم issue پر بات کرنے کا موقع دیا۔ میں سب سے پہلے حکومت پنجاب کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ آج ایک پری بجٹ کے حوالے سے جو تجاویز لی جا رہی ہیں یہ ایک احسن اقدام کیا گیا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ پہلی دفعہ ہوا ہے کہ عوام کا بجٹ عوام کے نمائندے بنانے جا رہے ہیں۔ میں جناب وزیر خزانہ صاحب کو بھی اس لئے مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے جناب آصف علی زرداری صاحب کے اس مشن کو آگے بڑھایا ہے کہ جنہوں نے مشاورت کا عمل جاری کیا اور اس ملک میں نظام کی تبدیلی کا جو ہمارا slogan ہے اس میں، میں سمجھتی ہوں کہ اس کو implement کرنے کا پہلا بہت اچھا اقدام ہے کیونکہ اس سے پہلے جتنے بھی بجٹ پچھلی حکومتیں پیش کرتی رہی ہیں یہی تصور کیا جاتا رہا ہے کہ یہ بجٹ یا تو بیوروکریسی کا بجٹ ہے یا پھر I.M.F اور World Bank کا بجٹ ہے جو پیش کیا جاتا رہا ہے۔

جناب سپیکر! میں اپنی تجاویز میں سب سے پہلے یہ بتاؤں گی کہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے شعبہ کی وجہ سے آج کل کا دور جدید دور ہے۔ ہم اس میں ترقی کے لئے نہ صرف لفظوں کے ہیر پھیر یا زبانی جمع خرچ کریں بلکہ ہمیں عملی طور پر اقدامات کرنے چاہئیں۔ اگر ہمیں اپنے ملک کو جدید ٹیکنالوجی سے روشناس کرانا ہے تو ہمیں دوسری تعلیم کے ساتھ ساتھ آئی ٹی کی تعلیم کو تمام سرکاری اداروں میں لازمی قرار دینا چاہئے کیونکہ پرائیویٹ سکول اور سرکاری سکول کا ایک major فرق تصور کیا جاتا ہے وہ یہی ہے کہ لوگوں کو وہاں پر کمپیوٹر کی سہولت نہیں ہے اور عام آدمی کمپیوٹر اپنے گھر میں afford کر سکتا ہے اور نہ ہی وہ کسی اور جگہ کلاسز اور کورسز میں داخلہ لے سکتا ہے جس کی وجہ سے ہمارے وہ بچے اور بچیاں جو میٹرک کی تعلیم کے بعد اس تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔ میں وزیر خزانہ صاحب سے درخواست کروں گی کہ آئندہ بجٹ میں رقوم رکھی جائیں جس سے ایسے سنٹر

بنائے جائیں جہاں پر ہم آئی ٹی کی تعلیم دیں تاکہ وہ بچے اور بچیاں تعلیم حاصل کر کے اپنے لئے خود روزگار سکیم کے تحت کچھ نہ کچھ کما سکیں اور اپنے گھر والوں کا بوجھ ہلکا کر سکیں۔

دوسری بات میں اس کے علاوہ یہ کہوں گی کہ خواتین کے لئے آئی ٹی پارک کی بھی بہت زیادہ ضرورت ہے اور بہت بڑے شہروں میں تو ان کی شروعات ہو چکی ہیں لیکن میں سمجھتی ہوں کہ جیسے سیالکوٹ، راولپنڈی، ملتان، فیصل آباد، سرگودھا اور بہاولپور جیسے شہر جو ہیں یہ اتنے اہم شہر ہیں کہ یہاں پر ابھی تک یہ چیز عملی طور پر نہیں کی گئی۔

جناب سپیکر! خواتین کے مسائل پر بھی میں خصوصی طور پر بات کروں گی خواتین خاص طور پر working women جو دور دراز کے علاقوں سے اپنی job کے سلسلے میں اپنے دفتروں میں پہنچنا ہوتا ہے اور صبح کا ٹائم اتنا شارٹ ٹائم ہوتا ہے کہ ٹرانسپورٹ ان کو دفتروں کی طرف سے مہیا نہیں کی جاتی تو میری درخواست ہو گی کہ اگر حکومت خواتین کے لئے الگ ٹرانسپورٹ کا بندوبست کر دے تو بہت ہی بہتر ہو گا۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں سمجھتی ہوں کہ محترمہ بینظیر بھٹو شہید کے منصوبے کو آگے بڑھاتے ہوئے کہ جو انہوں نے اپنے دور میں پولیو کی مہم کو سرکاری طور پر شروع کرایا تو میں چاہتی ہوں کہ ہیپاٹائٹس کی مہم کو بھی اگر سرکاری سطح پر آگے بڑھائیں تو شاید اس میں بہت سارے غریب لوگوں کا بھلا ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں زراعت کی طرف تھوڑے سے اہم point دینا چاہتی ہوں کہ زراعت ہمارے ملک پاکستان میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے تو ریڑھ کی ہڈی تب ہی مضبوط ہوتی ہے جب اس کے لئے مضبوط اقدامات کئے جائیں تو میں چاہتی ہوں کہ ہمارے زمینداروں کو کوئی ایسے کمپیوٹر کارڈ مہیا کر دیئے جائیں جن کے تحت ان کو ٹریکٹر بھی دیا جائے اور ان کو تھریشر مشینیں بھی دی جائیں اور ان کو ٹیوب ویل بھی دیئے جائیں اور باقی سہولتیں مثلاً کھاد وغیرہ بھی دی جائیں اور وہ اپنا کارڈ دکھا کر ان سہولتوں سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں کہوں گی کہ جیلوں میں خواتین کے لئے جو سسٹم ہے وہ بہت خراب ہے۔ وہاں پر خاص توجہ دی جائے اور جیل میں خواتین کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشش

کر کے عام تعلیم اور ٹیکنیکل تعلیم کی بھی تربیت کا بندوبست کیا جائے کیونکہ وہاں پر اکثر لوگ جرائم پیشہ لوگ ہوتے ہیں جن کے ساتھ خواتین کو رکھا جاتا ہے، اگرچہ ان کے سیل الگ ہوتے ہیں لیکن میں سمجھتی ہوں کہ خواتین کے لئے وہاں پر تربیت کا ایسا سسٹم موجود نہیں ہے کہ ایک تو وہ کسی نہ کسی وجہ سے وہاں پر سزا جو کاٹ رہی ہیں لیکن ہم ان کی تعلیم و تربیت کا سسٹم وہاں پر قائم کر دیں تو شاید وہ باہر آکر اپنی نئی نسل کو بچا سکیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ آپ کا ٹائم ختم ہو چکا ہے۔

محترمہ نرگس فیض ملک: جناب سپیکر! ابھی نہیں ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں ہو گیا ہے۔ آپ کو میں نے ہی بتانا ہے۔

محترمہ نرگس فیض ملک: جناب سپیکر! ایک سیکنڈ۔ میں یہ کہہ رہی ہوں کہ یوٹیلٹی سٹور جو حکومت کا بہت اچھا اقدام ہے۔ اس کو U.C level تک لے جایا جائے تاکہ عوام پر مہنگائی کا جو بوجھ ہے وہ کم پڑے کیونکہ عام آدمی کو بازار سے وہ اشیاء ان قیمتوں پر نہیں ملتیں اور عام آدمی سمجھتا ہے کہ شاید ہماری پہنچ میں نہیں ہیں یا ہمارے لئے بنی ہی نہیں تو اس لئے یوٹیلٹی سٹور کو ہر U.C level پر بنایا جائے تاکہ لوگوں کو یہ سہولت بھی میسر ہو اور شکایتوں میں کمی کی جائے۔ اس کے علاوہ میں سمجھتی ہوں کہ یوٹیلٹی اداروں کے جو heads ہیں ان کو اگر بلا کر اس پری بجٹ میں ہم ان سے بھی تجویز لیں تو روزانہ جو لوگوں کی شکایتیں ہوتی ہیں اس سلسلے میں وہ بھی ہمارے لئے مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ میں آخری بات یہ کہنا چاہتی ہوں کہ بجٹ میں میڈیا کے لئے کوئی مخصوص بجٹ ہونا چاہئے۔ میں نے پچھلی بجٹ تقریر میں بھی کہا تھا کہ خاص طور پر کیمرہ مین، فوٹوگرافرز کے cameras کو insured کیا جائے۔

(اذان مغرب)

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! اب آپ wind up کریں۔

محترمہ نرگس فیض ملک: جناب سپیکر! میں کہہ رہی تھی کہ جمہوریت کی بحالی کے لئے صحافیوں کی بھی بہت struggle رہی ہے۔ اب اگر عوامی حکومت اپنے ایک اہم شعبے کا خیال نہیں رکھے گی تو میں

سمجھتی ہوں کہ یہ ناانصافی ہوگی۔ پریس اور الیکٹرانک میڈیا کے جو genuine journalists ہیں حکومت کی طرف سے انھیں ایسے کارڈز جاری ہوں جن پر ان کے بچوں کو تعلیم مفت ہو اور مفت میڈیکل سہولتیں بھی دی جائیں۔چونکہ ان کے وسائل کم ہیں وہ ہم پر تو رعب جھاڑ لیتے ہیں لیکن مالکان کے سامنے نہیں بول سکتے اور mostly اداروں میں ان کو تنخواہ نہیں دی جارہی اس لئے ان کے وسائل بہت کم ہیں اور مسائل بہت زیادہ ہیں۔

جناب سپیکر! میں آخر میں اپنے شہر سیالکوٹ کے حوالے سے کہوں گی کہ یہ ایک تاریخی شہر ہے، علامہ اقبال کا شہر ہے وہاں پر ویمن یونیورسٹی کا قیام بہت ضروری ہے۔لہذا میں آپ کی وساطت سے استدعا کروں گی کہ اگر حکومت وہاں پر ویمن یونیورسٹی قائم کردے تو میں سمجھتی ہوں کہ اس تاریخی شہر کو ایک اور اہمیت مل جائے گی اور یہ اس حکومت کا بہت اہم کارنامہ ہوگا۔جس طرح باقی شہروں میں ویمن کرائسز سنٹرز ہیں اور جیسے محترمہ بے نظیر بھٹو شہید صاحبہ نے اس کام کو آگے بڑھایا تھا جن میں فرسٹ ویمن بنک، ویمن پولیس سٹیشن اور ویمن کرائسز سنٹر بنائے تھے اگر باقی اضلاع اور خصوصاً سیالکوٹ میں ان پر implement کیا جائے تو میں بہت شکر گزار ہوں گی۔بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔جی، رانا تنویر ناصر صاحب!

رانا تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے تو محترم وزیر اعلیٰ صاحب اور ان کی ٹیم کا مشکور ہوں کہ انھوں نے ہم تمام ممبران کو pre-budget proposals پیش کرنے کا موقع دیا۔۔۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! نماز مغرب کے لئے وقفہ نہ کرلیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: End ہو رہا ہے۔wind up ہو رہا ہے، آپ تقریر کر چکے ہیں۔آپ نماز پڑھ لیں۔

رانا تنویر احمد ناصر: اس کے بعد میں محترم وزیر اعلیٰ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے غربت میں کمی کے لئے فوڈ سٹیمپ پروگرام کا آغاز کیا اور اس کی نفی کی جو پرویز مشرف نے پچھلے آٹھ سالوں سے غریب مکاؤ مہم بڑے زور و شور سے جاری کر رکھی تھی میں سمجھتا ہوں کہ اس کے علاوہ

اور کوئی ایسا پروگرام نہیں تھا جس سے غریب کو فوری relief مل سکتا۔فقیر فقیر اور بھکاری بھکاری کہہ کر ان کی عزت نفس کو مجروح نہیں کرنا چاہئے۔جیسے سستی روٹی کا پروگرام شروع کیا گیا ہے، گرین ٹریکٹر سکیم شروع کی گئی ہے، کسانوں کو یوریا پر 30 روپے سبسڈی دی جا رہی ہے میں اس پر بھی وزیر اعلیٰ کا مشکور ہوں لیکن میں ایک تجویز دینا چاہتا ہوں کہ یوریا پر جو 30 روپے سبسڈی ہے اسے increase کیا جائے۔

جناب سپیکر!اب میں اپنے حلقہ پی پی۔168 شیخوپورہ / ننکانہ صاحب کی طرف آتا ہوں جسے سابق ادوار میں بری طرح نظر انداز کیا گیا۔میرے اپنے شہر مانانوالہ کی آبادی 70 ہزار سے زیادہ ہے لیکن وہاں پر کوئی بھی گرلز یا بوائز ڈگری کالج نہیں ہے۔وہاں پر صرف ایک گرلز ہائیر سیکنڈری سکول ہے اس کے علاوہ کوئی بھی گرلز پرائمری یا مڈل سکول موجود نہ ہے جس سے ایک ہائی سکول پر بہت زیادہ pressure پڑ جاتا ہے۔میری تجویز ہے کہ وہاں سکولوں کا جال بچھایا جائے تاکہ وہاں تعلیم عام ہو سکے۔اس کے علاوہ صحت کی سہولیات بہت ضروری ہیں۔مانانوالہ میں جو R.H.C بنایا گیا ہے وہ آبادی سے چار میل دور ہے۔ R.H.C مانانوالہ جعلی M.L.C جاری کرنے کے لئے مشہور ہو چکا ہے۔میری تجویز ہے کہ وہاں شہر میں ضلع کونسل کی ایک ڈسپنسری ہے اسے upgrade کر کے سول ہسپتال، رورل ڈسپنسری یا پھر M.C.S سنٹر میں تبدیل کیا جائے اور اس میں M.O اور W.M.O کا ہونا بہت ضروری ہے تاکہ لیڈی ڈاکٹروں کی لوٹ کھسوٹ سے وہاں کی عوام کی جان چھوٹ سکے۔

جناب سپیکر!میں وزیر خزانہ کی توجہ مبذول کروانا چاہوں گا کہ میرے حلقہ میں گرلز ڈگری کالج بھکھی ایک سال سے تعمیر ہو چکا ہے، اس کی بلڈنگ مکمل ہے لیکن صرف فنانس ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے S.N.E کا انتظار ہے۔اسی طرح گورنمنٹ گرلز ہائی سکول ٹبی ہمبو اور گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول ڈیرہ فخر دین کی بلڈنگ بھی مکمل ہو چکی ہے اور وہ بھی S.N.E کے انتظار میں پڑے ہیں۔میں استدعا کرنا چاہتا ہوں کہ میرے حلقہ میں جتنے بھی ہائی سکولز ہیں انھیں upgrade کر کے ہائیر سیکنڈری سکولز میں تبدیل کیا جائے اور سلیبس سب کے لئے ایک ہونا چاہئے۔B.H.U بھکھی بنا ہے جس پر حکومت کے لاکھوں روپے خرچ ہوئے ہیں لیکن وہاں پر پولیس

کا کیمپ لگ چکا ہے اور وہاں پر پولیس نے اپنے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ جس مقصد کے لئے B.H.U بھی بنایا گیا تھا اس کو اسی مقصد کے لئے استعمال کرنا چاہئے اس لئے وہاں پر proper staff بھجوایا جائے۔

جناب سپیکر! میرے حلقہ کی سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی ہیں لہذا ان کی تعمیر ہونی چاہئے۔ میں ایک اور بات کرنا چاہوں گا کہ واٹر سپلائی پراجیکٹ کو محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ look after کرتا ہے اس بارے میں میری تجویز ہے کہ جس طرح محکمہ سوئی گیس خود کنکشن جاری کرتا ہے اور اس کے پائپ وغیرہ خود محکمہ سوئی گیس لے کر آتا ہے اسی طرح واٹر سپلائی کے لئے بھی محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ خود کنکشن لگایا کرے۔ پرائیویٹ پلمبر تو دو نمبر پائپ استعمال کرتے ہیں جس سے پانی صحیح نہیں پہنچتا اور اس سے ہیپاٹائٹس کی بیماری زیادہ ہو جاتی ہے۔

جناب سپیکر! میں ایک اور بات کرنا چاہوں گا کہ ہمارے صوبہ میں P.C.S اور C.S.S.P افسران کی پوسٹنگ میں جو اتنا فرق ہے اسے دور کیا جائے اور P.C.S افسران کو بھی ان کی ratio کے مطابق پوسٹنگ دی جائے۔ میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ بہت شکریہ

راؤ کاشف رحیم خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے میں وزیر اعلیٰ پنجاب اور ان کی پوری ٹیم کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے پنجاب کی تاریخ میں پہلی دفعہ pre-budget discussion شروع کی ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ پنجاب کے ان مسائل کو حل کرنا چاہتے ہیں جو کہ پچھلے 60 سالوں سے حل نہیں ہو سکے۔ جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ پنجاب کی ترقی کا دارومدار زراعت پر ہے۔ آپ چاہے جتنی پالیسیاں بنالیں، صنعت کو جتنا بڑا relief package دے دیں جب تک زراعت کو حقیقی ترقی نہیں دی جائے گی اس وقت تک پنجاب میں ترقی نہیں ہوگی۔ اس سلسلے میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے کسانوں کی بہتری کے لئے جو سکیمیں شروع کی ہیں ملکی معیشت پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔ میری آپ کی وساطت سے یہ گزارش ہے کہ بیوروکریسی وزیر اعلیٰ پنجاب کی پالیسیوں کو ناکام بنانے کے لئے سرگرم ہے۔ میرے مشاہدے میں

آیا ہے کہ جو project announce کیا جاتا ہے اس کی منظوری کے بعد feasibility report بنتی ہے جس میں کئی مہینے لگ جاتے ہیں، پھر estimate بنتا ہے۔اسی تاخیر کی وجہ سے ابھی تک اس سال کا صرف 23 فیصد بجٹ استعمال ہو سکا ہے۔ میری وزیر خزانہ سے appeal ہے کہ اس process کو تیزی سے مکمل کیا جائے اور اس میں جو رکاوٹیں ہیں انھیں دور کیا جائے تاکہ پنجاب کی ترقی کا جو خواب وزیر اعلیٰ پنجاب نے دیکھا ہے وہ پورا کیا جا سکے۔ تمام معزز ممبران نے پنجاب اور اپنے علاقے کی تعمیر و ترقی کے لئے کافی تجاویز دی ہیں۔ میں بھی اپنے حلقے کے حوالے سے چند گزارشات کروں گا۔ میرا حلقہ پی پی۔60 ہے۔اس میں سمندری شہر شامل ہے جس کی آبادی تقریباً ایک لاکھ کے قریب ہے۔وہاں نہ تو پینے کا صاف پانی میسر ہے، نہ کوئی پارک ہے اور نہ ہی کوئی سیوریج کا نظام ہے جس کی وجہ سے پورے ایشیا میں سمندری وہ واحد شہر ہے جہاں پر 95 فیصد لوگوں کو ہیپاٹائٹس ہو رہا ہے۔ میری وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ ،جناب تنویر اشرف کائرہ سے مودبانہ گزارش ہے کہ سمندری کے لئے وزیر اعلیٰ صاحب نے جو سکیمیں منظور کر دی ہیں وہ تقریباً ایک ماہ سے محکمہ P&D میں پڑی ہوئی ہیں ان کے فنڈز جلد از جلد جاری کروائے جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاؤس کا وقت 10 منٹ اور بڑھایا جاتا ہے۔

راؤ کاشف رحیم خان: سمندری جو کہ ایک لاکھ آبادی کا شہر ہے اس میں ہیپاٹائٹس کو کنٹرول کیا جائے۔اس کے علاوہ وہاں پر پارک کی کوئی سہولت نہیں ہے اس کی بھی وزیر اعلیٰ صاحب نے منظوری دے دی ہے۔feasibility and estimate وغیرہ بن چکا ہے لہذا اس کے لئے فنڈز جاری کئے جائیں۔

جناب سپیکر! ہمارے علاقے میں تعلیم کے لئے کوئی معیاری سکول نہیں ہے اور بچوں کو تعلیم کے لئے 45 کلو میٹر سفر کر کے فیصل آباد جانا پڑتا ہے۔جب تک ہم دیہاتوں کو یہ تمام وسائل مہیا نہیں کریں گے اس وقت تک ترقی نہیں ہو گی۔ سمندری میں پچھلے پندرہ سال سے ایک D.P.S سکول بن رہا ہے۔ میری وزیر اعلیٰ صاحب سے گزارش ہے کہ اس کے لئے فوری طور پر فنڈز کا اجراء کیا جائے تاکہ پندرہ سال قبل شروع ہونے والا یہ سکول مکمل کیا جا سکے۔

اس کے ساتھ ساتھ پی پی-60 کی تقریباً تمام سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں انھیں فی الفور دوبارہ سے تعمیر کیا جائے تاکہ دیہات سے آنے والے لوگوں کو آسانی ہو سکے اور سمندری شہر بھی ترقی کر سکے۔ اس کے ساتھ ہی میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کیونکہ اب تقریباً چھ بج چکے ہیں۔ بھوک بھی کافی لگی ہوئی ہے۔ اجازت چاہوں گا۔ اللہ حافظ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب تمام ممبران نے بات کر لی ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں نے ابھی بات کرنی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی تقریر بھی ہو چکی ہے۔ میرے پاس جو فہرست ہے اس کے مطابق آپ تقریر کر چکے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! نہیں کی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سیکرٹری صاحب! ذرا حسن مرتضیٰ صاحب کا دیکھیں کہ کیا وہ تقریر کر چکے ہیں یا نہیں؟ چلیں آپ دو منٹ میں جو کہنا چاہتے ہیں وہ فرمالیں۔

سید حسن مرتضیٰ: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہماری تقریباً 80 فیصد آبادی دیہات سے وابستہ ہے اور ہمارے ہاؤس میں نمائندگی بھی اسی تناسب سے ہے لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ جب بھی کوئی ترقیاتی حوالے سے بات ہوتی ہے تو وہ بڑے شہروں کی ہو جاتی ہے۔ میں اپنے وزیر خزانہ صاحب سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ وہ development کے حوالے سے جب بھی کوئی منصوبہ بنائیں تو ہمارا share بھی اسی تناسب سے رکھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: حسن مرتضیٰ صاحب! آپ چار تاریخ کو تقریر کر چکے ہیں۔ اب اگر آپ کے کوئی خاص points ہیں تو وہ بتا دیں۔

سید حسن مرتضیٰ: چلیں، ٹھیک ہے۔ میری گزارش ہے کہ شوگر ملز کی طرف سے ہمیں C.P.R کے حوالے سے جو پیسے ملتے ہیں اس کو چیک کا درجہ دیا جائے کیونکہ ہمیں وہ C.P.R ہاتھ میں پکڑا دیتے ہیں اور تین تین سال تک وہ cash نہیں ہوتے۔ اس پر شوگر ملز والے علیحدہ سے کمائی کر رہے ہوتے

ہیں،mark up لے رہے ہوتے ہیں۔ ہمیں گنے کے پیسے تو ویسے ہی کٹوتی کرنے کے بعد بہت کم ملتے ہیں۔اس دفعہ پاسکو والوں نے زمینداروں کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کے حوالے سے بھی کوئی ایسی پالیسی مرتب کی جائے کہ زمیندار کو وقت پر اس کی payment ہو سکے۔جہاں بھی زمیندار کو payment ہونی ہوتی ہے وہیں اس کی حق تلفی کی جاتی ہے۔یہ بڑا serious matter ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: حسن مرتضیٰ صاحب! میرا خیال ہے کہ کافی ہو گیا،اب تشریف رکھیں۔ جی، میاں صاحب!آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

میاں محمد رفیق:جناب سپیکر! بے حد شکریہ۔اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ آخر میں آکر اتنے دریادل ہو جائیں گے تو میں گزارشات پیش کرنے کے لئے اپنے آپ کو آخر میں رکھتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر:تو ٹھیک ہے،آئندہ سے میں آپ کو آخر میں ہی رکھا کروں گا۔(قہقہے)

اب آج کے اجلاس کا ایجنڈا بھی مکمل ہوا اور وقت بھی ختم ہو گیا ہے لہٰذا اب اجلاس کل بروز جمعرات مورخہ 12۔فروری 2009 صبح 10-00 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔